سورۃ مائدہ

ربط: اوپر کی سورت کے ختم پر فرمایا تھا کہ ہم تمھیں احکامات بیان کرتے ہیں۔ اس سورت کے شروع میں اس بات کا حکم ہے کہ تم ہمارے ان بیان کردہ احکامات پر پوری طرح عمل کرو۔ خود اس سورت کے اجزاء میں انوکھا ربط یہ ہے کہ اس کی شروع کی آیت بمنزلہ متن کے ہے اور تمام سورت بمنزلہ اس کی شرح کے ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بقول خود لفظ عقود تمام احکامات کو شامل ہے اور اس سورت میں انہی احکامات کی تفصیل ہے۔ لہٰذا پہلے اجمالی اور کلی عنوان سے احکامات کی بجا آوری کا حکم فرماتے ہیں:

سُورَۃُ المَائِدَۃِ مَدَنِیَّۃٌ | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | آیاتھا ۱۲۰ رکوعاتھا ۱۶

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۥ

ترجمہ: اے ایمان والو پورا کرو عہدوں کو۔

تفسیر: (اے ایمان والو) جان لو کہ ایمان شرعی دو چیزوں کا نام ہے۔ **(1)** صحیح معرفت اور **(2)** تسلیم و انقیاد یعنی خدا اور رسول کے تمام ارشادات کو صحیح و صادق سمجھ کر تسلیم و قبول کے لئے اخلاص سے گردن جھکا دینا۔ تسلیم و انقیاد کے لحاظ سے ایمان درحقیقت تمام خدائی احکام و قوانین کو ماننے اور تمام حقوق ادا کرنے کا ایک مضبوط عہد و اقرار ہے۔ اور خدائی احکام و قوانین کی تفصیل پورے قرآن و سنت میں بتائی گئی ہے۔ اس صورت میں ایمان کے دعویٰ کا مطلب یہ ہوا کہ بندہ تمام خدائی احکام میں خواہ انکا تعلق براہ راست خدا سے ہو یا بندوں سے، جسمانی تربیت سے ہو یا روحانی اصلاح سے، دنیوی مفاد سے ہو یا اخروی فلاح سے، شخصی زندگی سے ہو یا حیات اجتماعی سے، صلح سے ہو یا جنگ سے، اسکا عہد کرتا ہے کہ ہر طریقے سے اپنے مالک کا وفادار رہے گا اور چونکہ ایمان کے ضمن میں بندہ کو حق تعالیٰ کے جلال و جبروت کی صحیح معرفت اور اس کے انصاف و انتقام کی شان اور وعدوں کی سچائی

کا پورا پورا یقین بھی حاصل ہو چکا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بدعہدی اور غداری کے ہلاکت خیز نتائج سے ڈر کر اپنے تمام عہدوں کو رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق پورا کرے اور مالک حقیقی کی وفاداری میں کچھ فرق نہ آنے دے۔ لہٰذا اے ایمان والو تم اپنے ایمان کے تقاضے کے مطابق ایمان کے ضمن میں کئے گئے (اپنے) تمام (عہدوں کو پورا کرو) اور تمام احکام شرعیہ کو بجا لاؤ۔

ربط: کلی عنوان کے بعد اب احکامات کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

پہلا حکم: چوپایوں کی حلت و حرمت

أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ﴿۱﴾

ترجمہ: حلال کئے گئے تمہارے لئے چوپائے جو مشابہ مویشیوں کے ہوں سوائے ان کے جو (یعنی جن کے حکم) آگے پڑھے جائیں گے تم پر اس حال میں کہ تم حلال نہ سمجھنے والے ہو شکار کو جب کہ تم احرام میں ہو۔ بے شک اللہ حکم کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

تفسیر: (تمہارے لئے تمام چوپائے جو) ان (انعام) یعنی اونٹ، بکری، گائے (کے مشابہ ہوں) جن کی حلت اس سے پہلے سورہ انعام میں جو کہ مکی سورت ہے معلوم ہو چکی ہے۔ لہٰذا ان کے مشابہ جتنے چوپائے ہیں سب (حلال کئے گئے ہیں) جیسے ہرن، نیل گائے وغیرہ کہ یہ درندے اور شکاری نہ ہونے میں اونٹ، بکری، گائے کے مشابہ ہیں سب چوپائے پالتو ہوں یا جنگلی ہوں حلال ہیں (مگر جن کا ذکر آگے) آیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ الخ میں (آتا ہے) یا جن کی حرمت دوسری شرعی دلیل جیسے حدیث سے ثابت ہو چکی ہے مثلاً گدھا خچر وغیرہ کہ وہ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ میں داخل ہونے کے باوجود بھی حرام ہیں اور باقی تمہارے لئے حلال ہیں (لیکن) ان حلال میں سے بھی جو (شکار) ہیں ان (کو حلال مت سمجھنا جب کہ تم احرام میں ہو) مثلاً حج و عمرہ کا احرام باندھے ہو اگرچہ حرم سے باہر ہو، یا حرم کے اندر ہو اگرچہ احرام کے بغیر ہو کہ ان حالتوں میں خشکی کا شکار کرنا منع ہے (بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہیں حکم دیں) اور اسی میں مصلحت ہوتی ہے۔ پس جس جانور کو جس حالت میں چاہا حلال کر دیا اور جس حالت میں چاہا حرام کر دیا تم پر ہر حالت میں حکم پورا کرنا واجب ہے۔

فائدہ: ۱۔ محرم کو صرف خشکی کے جانور کا شکار جائز نہیں، دریائی اور سمندری شکار کی اجازت ہے خواہ حرم ہی کے اندر ہو۔

2- محرم کو بھی اور حرم کے اندر موجود لوگوں کو بھی گائے، بھیڑ، بکری، اونٹ، مرغی وغیرہ کو ذبح کرنا جائز ہے۔

دوسرا حکم: شعائر اللہ کی بے تعظیمی کی حرمت

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تُحِلُّواْ شَعَٰٓئِرَ ٱللَّهِ وَلَا ٱلشَّهۡرَ ٱلۡحَرَامَ وَلَا ٱلۡهَدۡيَ وَلَا ٱلۡقَلَٰٓئِدَ وَلَآ ءَآمِّينَ ٱلۡبَيۡتَ ٱلۡحَرَامَ يَبۡتَغُونَ فَضۡلٗا مِّن رَّبِّهِمۡ وَرِضۡوَٰنٗاۚ وَإِذَا حَلَلۡتُمۡ فَٱصۡطَادُواْۚ وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَـَٔانُ قَوۡمٍ أَن صَدُّوكُمۡ عَنِ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِ أَن تَعۡتَدُواْۘ وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡبِرِّ وَٱلتَّقۡوَىٰۖ وَلَا تَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡإِثۡمِ وَٱلۡعُدۡوَٰنِۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعِقَابِ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو نہ حلال سمجھو اللہ کی نشانیوں کو اور نہ حرمت والے مہینہ کو اور نہ ہدی کو (یعنی اس جانور کو جو کعبہ کی طرف بھیجا گیا ہو) اور نہ جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوں اور نہ قصد کر (کے جا) نے والوں کو حرمت والے گھر کی طرف جو ڈھونڈتے ہیں اپنے رب سے فضل اور رضا مندی کو۔ اور جب (احرام سے) تم حلال ہو جاؤ تو شکار کر لو۔ اور نہ ابھارے تم کو اس قوم کی دشمنی کہ روکا جس نے تم کو مسجد حرام سے کہ تم زیادتی کرنے لگو۔ اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے۔

تفسیر: (اے ایمان والو بے حرمتی نہ کرو خدا تعالیٰ) کے دین (کی نشانیوں کی) یعنی جن چیزوں کے ادب کی حفاظت کے واسطے خدا تعالیٰ نے کچھ احکام مقرر کئے ہیں، ان احکام کے خلاف کر کے ان کی بے ادبی نہ کرو، مثلاً حرم اور احرام کا یہ ادب مقرر کیا ہے کہ اس میں شکار (نہ کرو تو شکار کرنا بے ادبی اور حرام ہوگا (اور نہ حرمت والے مہینے کی) بے ادبی کرو کہ اس میں کافروں سے لڑنے لگو (اور نہ حرم میں قربانی ہونے والے جانور کی) بے ادبی کرو کہ اس سے تعرض کرنے لگو (اور نہ ان جانوروں کی) بے ادبی کرو (جن کے گلے میں) اس نشانی کے لئے (پٹے پڑے ہوں) کہ یہ اللہ کی

نیاز ہیں حرم میں ذبح ہوں گے (اور نہ ان لوگوں کی) بے حرمتی کرو (جو کہ بیت الحرام) یعنی بیت اللہ (کے قصد سے جانے والے ہوں) اور (اپنے رب کے فضل اور رضامندی کے طالب ہوں) یعنی ان چیزوں کے ادب کی وجہ سے کافروں کے ساتھ بھی تعرض مت کرو (اور) اوپر کی آیت میں جو احرام کے ادب کی وجہ سے شکار کو حرام فرمایا گیا ہے وہ احرام ہی تک ہے ورنہ (جس وقت تم احرام سے باہر آ جاؤ تو) اجازت ہے کہ (شکار کیا کرو) بشرطیکہ وہ شکار حرم میں نہ ہو (اور) جن چیزوں کے تعرض سے منع کیا گیا ہے اس میں (ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم سے جو اس سبب سے بغض رکھتے ہو کہ انہوں نے تم کو) حدیبیہ کے سال میں (مسجد حرام) میں جانے (سے روک دیا تھا) مراد کفار قریش ہیں (وہ) بغض (تمہارے لئے اس کا باعث ہو جائے کہ تم) شرع کی (حد سے نکل جاؤ) یعنی مذکورہ احکام کے خلاف کر بیٹھو، ایسا نہ کرنا (اور نیکی اور تقویٰ) کی باتوں (میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو) مثلاً یہی احکام ہیں کہ ان میں دوسروں کو بھی عمل کرنے کی ترغیب دو (اور گناہ اور زیادتی) کی باتوں (میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو) مثلاً یہی احکام ہیں اگر کوئی ان کے خلاف کرنے لگے تو تم اس کی اعانت مت کرو (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو) کہ اس سے سب احکام کی پابندی سہل ہو جاتی ہے (بلاشبہ اللہ تعالیٰ) احکام کی مخالفت کرنے والے کو (سخت سزا دینے والے ہیں)۔

فائدہ: وَلَا الْهَدْيَ سے آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ تک یہ احکام اس وقت تھے جب کفار کو حج و عمرہ کے لئے جانے کی اجازت تھی۔ بعد میں یہ اجازت منسوخ ہو گئی۔

ربط: اوپر چوپایوں کی حلت کے ذکر میں بعض کا استثناء اجمالاً کیا تھا۔ آگے اس اجمال کی تفصیل ہے۔

تیسرا حکم: جانوروں کی حرمت کے اسباب

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ

ترجمہ: حرام کیا گیا ہے تم پر مردار اور لہو اور گوشت سور کا اور وہ کہ نام پکارا گیا ہو غیر اللہ کا اس پر اور وہ جانور (جو مر گیا ہو اس وجہ سے) کہ اس کا گلا گھٹ گیا ہو اور جس کو

چوٹ لگائی گئی ہو اور جو اونچے سے نیچے گر گیا ہو اور جس کو سینگ مارا گیا ہو اور جس کو کھایا ہو درندہ نے مگر جس کو تم نے ذبح کر لیا اور (حرام کیا گیا ہے) جو ذبح کیا گیا ہو کسی تھان پر اور یہ کہ تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے یہ گناہ کا کام ہے۔

تفسیر: (تم پر) یہ چیزیں اور جانور (حرام کئے گئے ہیں مردار) جانور جو شرعی ذبح کے بغیر اپنی قدرتی موت سے مر جائے (اور خون) جو بہتا ہو (اور خنزیر کا گوشت) اسی طرح اس کے باقی سب اجزاء بھی کیونکہ سورہ انعام کی آیت میں مطلق خنزیر کو رجس یعنی ناپاک کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خنزیر سارا کا سارا ہی ناپاک اور نجس ہے اور اسی پر امت کا اجماع بھی ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں لکھتے ہیں لاخلاف ان جملة الخنزیر محرمة خنزیر کے تمام اجزاء کے حرام ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ اور (جو جانور کہ) بقصد قربت (غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مر جائے اور جو کسی ضرب سے مر جائے اور جو اونچے سے گر کر مر جائے) مثلاً پہاڑ سے یا کنوئیں میں (اور جو کسی کی ٹکر سے مر جائے اور جس کو کوئی درندہ) پکڑ کر (کھانے لگے) اور اس کے صدمہ سے مر جائے (لیکن) اَلْمُنْخَنِقَةُ سے مَآ اَكَلَ السَّبُعُ تک جن کا ذکر ہے ان میں سے (جس کو تم) اس کا دم نکلنے سے پہلے شرعی قاعدہ کے مطابق (ذبح کر ڈالو) وہ اس حرمت سے مستثنیٰ ہے (اور) نیز (جو جانور) غیر اللہ کی (پرستش گاہوں پر ذبح کیا جائے) حرام ہے گو زبان سے غیر اللہ کے نامزد نہ کرے۔ کیونکہ حرمت کا مدار خبیث نیت پر ہے جس کا ظہور کبھی قول سے ہوتا ہے کہ نامزد کرے کبھی فعل سے ہوتا ہے کہ ایسے مقامات پر ذبح کرے (اور یہ) بھی حرام ہے (کہ) گوشت وغیرہ (قرعہ کے تیروں کے ذریعہ تقسیم کرو یہ سب گناہ) اور حرام (ہیں)۔

فائدہ: 1- زمانہ جاہلیت میں ایک رسم یہ تھی کہ چند آدمی پیسے ملا کر شرکت میں ایک اونٹ خریدتے اور اس کو ذبح کرتے لیکن اس کے گوشت کو جس میں ہر شریک کی اس کی رقم کی نسبت سے ملکیت ہوتی تھی اس تناسب سے تقسیم کرنے کے بجائے جوئے کے تیروں کے ذریعہ تقسیم کرتے تھے۔ اس غرض کے لئے دس تیر ہوتے تھے۔ ان میں سے سات پر کچھ لکیریں لگی ہوتی تھیں اور تین سادے ہوتے تھے اور یہ طے شدہ تھا کہ کس تیر کا کتنا حصہ ہوگا اور کس تیر پر کچھ نہ ملے گا۔ پھر ہر شریک کے نام پر تھیلے میں سے تیر نکالتے تھے اور تیروں کے طے شدہ حصوں کے مطابق شریکوں کو گوشت دیتے تھے یا محروم کرتے تھے۔ یہ چونکہ جوئے اور سود کی صورت تھی اس لئے اس سے منع فرما دیا۔

2- قرعہ جو شریعت میں ثابت ہے وہ اس صورت میں ہے جہاں قرعہ کے بغیر بھی اس پر باہم اتفاق جائز ہو جیسے دو آدمیوں میں برابر کا مشترک مکان نصف نصف تقسیم کر کے یہ جائز ہے کہ آپس کی

رضامندی سے ایک شریک ایک طرف کا لے لے اور دوسرا دوسری طرف کا لے لے تو اس میں قرعہ بھی جائز ہے۔ اور یہ صورت کہ دو آدمی گوشت خریدنے کے لئے برابر برابر روپیہ دیں پھر آپس میں اتفاق کرلیں کہ ایک کو ایک تہائی گوشت دے دیا جائے اور دوسرے کو دو تہائی تو یہ حرام ہے اور سود ہے۔ لہٰذا یہ عمل اس صورت میں قرعہ سے بھی حرام ہوگا۔

ربط: احکام کے بیان کے درمیان میں انکی بجاآوری پر رغبت دلانے اور پختہ کرنے کے لئے اپنی عظیم الشان نعمت کو ذکر کیا کہ کافروں کو مغلوب کر دیا اور تمہاری دنیا و آخرت کی بھلائی کے واسطے دین کو مکمل کر دیا۔

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۭ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ

ترجمہ: آج ناامید ہو گئے کافر تمہارے دین سے سو مت ڈرو تم ان سے اور ڈرو مجھ سے۔ آج پورا کر چکا ہوں میں تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا میں نے تم پر احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین کے طور پر۔

تفسیر: (آج کے دن) یعنی اب (ناامید ہو گئے کافر لوگ تمہارے دین) کے مغلوب ہو جانے (سے) کیونکہ ماشاء اللہ اسلام کا خوب پھیلاؤ ہو گیا (سو ان) کفار (سے مت ڈرنا) کہ تمہارے دین کو مٹا سکیں (اور مجھ سے ڈرتے رہنا) یعنی میرے احکام کی مخالفت مت کرنا (آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے) ہر طرح (کامل کر دیا) قوت میں بھی جس سے کفار کو مایوسی ہوئی اور احکام و قواعد میں بھی (اور) اس تکمیل سے (میں نے تم پر اپنا انعام پورا کر دیا) دینی انعام بھی کہ احکام کی تکمیل ہوئی اور دنیوی انعام بھی کہ قوت حاصل ہوئی اور تکمیل دین میں دونوں آ گئے (اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے) ہمیشہ کو (پسند کر لیا) یعنی قیامت تک تمہارا یہی دین رہے گا۔ اس کو منسوخ کر کے دوسرا دین تجویز نہ کیا جائے گا۔ پس تم کو چاہئے کہ میری نعمت کا شکر کر کے اس دین پر پورے پورے قائم رہو)۔

چوتھا حکم: لاچاری میں حرام کھانے کی اجازت

فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

ترجمہ: پھر جو کوئی لاچار ہو جائے بھوک میں اس حال میں کہ مائل نہ ہو گناہ کی طرف تو بلاشبہ اللہ بخشنے والا رحمت والا ہے۔

تفسیر: (پھر) مذکورہ بالا اشیاء کی حرمت معلوم ہونے کے بعد یہ بھی جان لو کہ (جو شخص شدت کی بھوک میں بیتاب ہو جائے) اور اس وجہ سے ان اشیاء کو کھالے (بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو) یعنی نہ قدر ضرورت سے زیادہ کھائے اور نہ لذت مقصود ہو جس کو سورہ بقرہ میں غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ سے تعبیر فرمایا (تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں) اگر قدر ضرورت کا اندازہ نہ ہوا اور ایک آدھ لقمہ زیادہ کھالیا اور (رحمت والے ہیں) کہ ایسی حالت میں اجازت دے دی۔

پانچواں حکم: بعض جانوروں کی حلت کے اسباب

اس کی وجہ یہ ہوئی کہ بعض صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے شکاری کتے کے اور باز کے شکار کا حکم پوچھا تھا۔ اس کے جواب میں فرمایا:

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

ترجمہ: یہ پوچھتے ہیں تجھ سے کہ کیا چیز حلال کی گئی ہے ان کے لئے۔ کہہ دے حلال کئے گئے تمہارے لئے حلال جانور اور جو سدھاؤ تم شکاری جانور شکار پر دوڑانے کو کہ تم سکھاتے ہو ان کو اس میں سے جو سکھایا ہے تم کو اللہ نے۔ سو کھاؤ اس میں سے جو پکڑ رکھیں تمہارے واسطے اور لو نام اللہ کا اس پر۔ اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ بے شک اللہ جلد لینے والا ہے حساب۔

تفسیر: (لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ) کتے اور باز کے شکار کئے ہوئے جانوروں میں سے (کیا کیا جانور ان کے لئے حلال کئے گئے ہیں) یعنی جتنے حلال شکار ذبح سے حلال ہو جاتے ہیں کیا کتے اور باز کے شکار کرنے سے وہ سب حلال رہتے ہیں، اور اگر حلال رہتے ہیں تو کیا اس کے

لئے کچھ شرط بھی ہے (آپ) سوال کے پہلے جزء کے جواب میں (فرما دیجئے کہ تمہارے لئے کل حلال جانور) جو شکار کی قسم میں سے پہلے سے حلال ہیں وہ سب کتے اور باز کے ذریعہ شکار کرنے سے بھی (حلال رکھے گئے ہیں) اور سوال کے دوسرے جزء کا جواب یہ ہے کہ کتے اور باز کے شکار کے حلال ہونے کے لئے کچھ شرائط ہیں وہ یہ کہ (جن شکاری جانوروں کو) مثلاً کتے، باز وغیرہ کو (تم تعلیم دو) یہ پہلی شرط ہے۔ (اور تم ان کو) شکار پر (چھوڑو بھی) یہ دوسری شرط ہے کیونکہ تمہارے چھوڑے بغیر اگر وہ کسی جانور پر جھپٹ پڑے تو وہ جانور حلال نہیں (اور ان کو) تعلیم دینا جو پہلی شرط کے طور پر ذکر کیا گیا ہے تو (اس طریقہ سے تعلیم دو جو تم کو اللہ نے) شریعت میں (سکھایا ہے) وہ طریقہ یہ ہے کہ کتے کو تو یہ تعلیم دی جائے کہ شکار پکڑ کر کھائے نہیں اور باز کو یہ تعلیم دی جائے کہ جب اس کو بلاؤ اگرچہ وہ شکار کے پیچھے جارہا ہو فوراً واپس آجائے (تو ایسے تربیت یافتہ شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لئے پکڑیں اس کو کھالو) یہ تیسری شرط ہے جس کی علامت طریقہ تعلیم میں بیان ہو چکی ہے، سو اگر کتا اس شکار کو کھانے لگے یا باز بلانے سے واپس نہ آئے تو سمجھا جائے گا کہ جب یہ جانور اس کے کہنے میں نہیں تو انہوں نے شکار بھی اس کے لئے نہیں پکڑا بلکہ خود اپنے لئے پکڑا ہے (اور) جب شکار پر اس شکاری جانور کو چھوڑنے لگو تو (اس) جانور (پر) یعنی اس کے چھوڑنے کے وقت (اللہ کا نام بھی لیا کرو) یعنی بسم اللہ پڑھ کر چھوڑو۔ یہ چوتھی شرط ہے۔ (اور) تمام امور میں (اللہ سے ڈرتے رہا کرو) مثلاً شکار میں ایسے منہمک مت ہو کہ نماز وغیرہ سے غفلت ہو جائے یا اتنی حرص مت کرو کہ حلت کی شرائط کے بغیر بھی اس جانور کو کھا جاؤ (بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والے ہیں)۔

فائدہ: پانچویں شرط جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک معتبر ہے وہ یہ کہ شکاری جانور شکار کو زخمی بھی کردے کہ خون بہنے لگے۔ اس کا پتہ لفظ جوارح سے ملتا ہے جس کا مادہ جرح ہے جس کا مطلب زخمی کرنا ہے۔

چھٹا حکم: کتابی کے ذبیحہ کی حلت

ساتواں حکم: کتابی عورت کی حلت

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ

قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

ترجمہ: آج حلال کی گئیں تمہارے لئے سب پاکیزہ چیزیں۔ اور کھانا (یعنی ذبیحہ) اہل کتاب کا حلال ہے تمہارے لئے اور تمہارا کھانا حلال ہے ان کے لئے اور (حلال کی گئیں تمہارے لئے) پاک دامن عورتیں مسلمان عورتوں میں سے اور پاک دامن عورتیں ان میں سے جو دیئے گئے کتاب تم سے پہلے جب تم دے دو ان کو مہر ان کے اس طرح سے کہ تم قید نکاح میں لانے والے ہو نہ کہ مستی نکالنے والے ہو اور نہ بنانے والے ہو چھپے آشنا۔ اور جو انکار کرے ایمان کا تو ضائع ہوئی محنت اس کی اور وہ آخرت میں خسارے والوں میں سے ہے۔

تفسیر: (آج) تم پر جیسے ابدی دینی انعام ہوا کہ تکمیل دین سے نوازے گئے اسی طرح ایک معتد بہ دنیوی انعام بھی ہوا کہ (تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں) کہ اس سے پہلے حلال کر دی گئیں تھیں ہمیشہ کے لئے (حلال رکھی گئیں) کہ کبھی منسوخ نہ ہوں گی (اور جو لوگ) تم سے پہلے آسمانی (کتاب دیئے گئے ہیں) یعنی یہود و نصاریٰ (ان کا ذبیحہ) بھی (تم کو حلال ہے اور) اس کا حلال ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسا (تمہارا ذبیحہ ان کو حلال ہے اور پارسا عورتیں بھی جو مسلمان ہوں) تم کو حلال ہیں (اور) جیسا مسلمان عورتوں کا حلال ہونا یقینی ہے اسی طرح (پارسا عورتیں ان لوگوں میں سے بھی جو تم سے پہلے کتاب) آسمانی (دیئے گئے ہیں) تم کو حلال ہیں (جب تم ان کو ان کا مہر دے دو) مہر دینا نکاح کے لئے گو شرط نہیں مگر واجب ہے اور مذکورہ عورتیں جو حلال کی گئی ہیں تو (اس طرح سے کہ تم) ان کو شریعت کے مطابق (بیوی بناؤ) یعنی نکاح میں لاؤ (نہ تو اعلانیہ بدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائی کرو) یہ سب شرعی احکام ہیں جن پر ایمان لانا فرض ہے (اور جو شخص ایمان) لانے کی چیزوں (کے ساتھ کفر کرے گا) مثلاً حلال قطعی کی حلت کا یا حرام قطعی کی حرمت کا انکار کرے گا (تو) چونکہ یہ کفر ہے اس لئے (اس شخص کا) ہر نیک (عمل غارت) اور اکارت (جائے گا اور وہ شخص آخرت میں بالکل خسارہ والا ہوگا) پس حلال کو حلال سمجھو اور حرام کو حرام سمجھو۔

فائدہ: 1- کتابی کے ذبیحہ کے حلال ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اصل سے کتابی ہو مسلمان سے مرتد ہو کر عیسائی وغیرہ نہ بنا ہو۔ دوسرے یہ کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام بھی لے اور اس

کے سوا کسی اور کا نام نہ لے۔

2- ذبح اس کو کہتے ہیں کہ گلے کو آگے سے کاٹے اور خون کی دو شہ رگوں اور کھانے و سانس کی دو نالیوں میں سے کم از کم تین ضرور کٹی ہوں۔

3- جو عیسائی مرد و عورت عقیدے کے اعتبار سے دہریے اور لادین ہوں اور محض برائے نام عیسائی ہوں انکا ذبیحہ حلال نہیں۔

4- آیت میں عورت کی پارسائی نکاح کے لئے شرط کے طور پر نہیں ہے اس لئے عورت اگر پارسا نہ ہو تب بھی نکاح حلال ہے لیکن مناسب نہیں۔

5- اس بات کا لحاظ رہے کہ کسی چیز کے حلال ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس میں اپنی ذات کے اعتبار سے حرمت کی کوئی وجہ نہیں لیکن اگر خارجی اثرات اور حالات ایسے ہوں کہ اس حلال سے انتفاع میں بہت سی خرابیاں بلکہ بہت سے حرام کاموں کا ارتکاب کرنا پڑے گا تو ایسے حلال سے انتفاع کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ موجودہ زمانے میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ مل کر کھانا پینا، بلا ضرورت اختلاط رکھنا، ان کی عورتوں کے جال میں پھنسنا یہ چیزیں جو خطرناک نتائج پیدا کرتی ہیں وہ مخفی نہیں اور چونکہ مردوں میں دینداری کا فقدان ہے اس لئے ایک بڑا اندیشہ یہ ہوتا ہے کہ پیدا ہونے والے بچے ماں کے مذہب کو اختیار کر کے مرتد بن جائیں۔ یہ اندیشہ بہت سے مواقع میں امر واقع بن چکا ہے۔

آٹھواں حکم: وضو کی فرضیت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا

اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى

الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم اٹھو نماز کو تو دھولو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں کا اور (دھولو) اپنے پاؤں ٹخنوں تک۔

تفسیر: (اے ایمان والو جب تم نماز کو اٹھنے لگو) یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو اور تم اس وقت وضو سے نہ ہو (تو) وضو کر لو یعنی (اپنے چہروں کو دھو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت) دھو (اور اپنے سروں پر) گیلا (ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت) دھو۔

فائدہ: قرآن پاک کا اسلوب یہ ہے کہ جہاں کہیں مسح کا لفظ استعمال کیا وہ "ب" کے حرف کے ساتھ کیا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے اور اگلی تیمم والی آیت میں ہے اور سورت ص میں ہے

فطفق مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ (تو لگا جھاڑنے یعنی پونچھنے ان کی پنڈلیاں اور گردنیں) اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:۔

1۔ اَرْجُلَكُمْ پر ب کا حرف موجود نہیں ہے اور چونکہ اَرْجُلَكُمْ کے لام پر نصب یعنی زبر ہے اس لئے اس کو رُءُوْسِكُمْ پر عطف کر کے ب کے تحت بھی نہیں مان سکتے جیسا کہ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ میں اور اگلی آیت فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ میں مانا گیا ہے لہذا اَرْجُلَكُمْ کا لفظ اِمْسَحُوْا کا مفعول نہیں ہو سکتا بلکہ اِغْسِلُوْا کا مفعول ہوگا اور اس کا صرف یہی مطلب بن سکتا ہے کہ اپنے پیروں کو دھولو یہ نہیں کہ اپنے پیروں کا مسح کرلو جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں۔

2۔ اس مقام پر یہ ذکر نہیں کہ سر پر سوکھا ہاتھ پھیرنا ہے یا گیلا کر کے پھیرنا ہے کیونکہ تیمم کی آیت میں تصریح ہے کہ مسح کرتے ہوئے مٹی کو ہاتھ لگانا ہے تر ہاتھ نہیں پھیرنا اور سورت ص کی آیت مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ میں تر ہاتھ سے جھاڑنا مراد نہیں ہے۔ اسی طرح یہ معلوم نہیں کہ مسح کی فرض مقدار کتنی ہے؟ اس لئے رسول اللہ ﷺ کی سنت کو دیکھا جائے گا تاکہ آپ کا عمل اس اجمال کا بیان بن سکے۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے کبھی چوتھائی سر کی مقدار سے کم سر کا مسح نہیں کیا لہذا اتنی مقدار کا مسح کرنا فرض ہے اور مسح بھی گیلے ہاتھوں سے کرنا ہے۔

نواں حکم: غسل کی فرضیت

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا

ترجمہ: اور اگر تم ہو جنبی تو خوب اچھی طرح پاک ہو جاؤ۔

تفسیر: (اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو) نماز سے پہلے منہ بھر کر کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے سمیت (سارا بدن پاک کرلو)۔

فائدہ: ترجمہ میں کہا کہ خوب اچھی طرح پاک ہو جاؤ جس کا مطلب یہ ہوا کہ بدن کے جس حصہ تک کسی ضرر کے بغیر پانی پہنچایا جا سکتا ہے وہاں تک پہنچانا ضروری ہے۔ اسی لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ضروری ہے۔

دسواں حکم: تیمم کی مشروعیت

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا

طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ

ترجمہ: اور اگر تم ہو بیمار یا (ہو) سفر میں یا آیا کوئی تم میں سے جائے ضرورت سے یا قربت کی ہو تم نے عورتوں سے پھر نہ پاؤ تم پانی تو قصد کرو پاک مٹی کا اور مل لو اپنے چہروں پر اور ہاتھوں پر اس سے۔

تفسیر: (اور اگر تم بیمار ہو) اور پانی کا استعمال مضر ہو (یا حالت سفر میں ہو) اور پانی نہیں ملتا جیسا آگے آتا ہے۔ یہ تو عذر کی حالت ہوئی (یا) اگر مرض وسفر کا عذر بھی نہ ہو بلکہ ویسے ہی وضو یا غسل ٹوٹ جائے اس طرح سے کہ مثلاً (تم میں سے کوئی شخص) پیشاب (یا) پاخانہ کے (استنجے سے) فارغ ہو کر (آیا ہو) جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (یا تم نے بیویوں سے قربت کی ہو) جس سے غسل ٹوٹ جاتا ہے اور (پھر) ان ساری صورتوں میں (تم کو پانی) کے استعمال کا موقع (نہ ملے) خواہ ضرر کے سبب سے یا پانی نہ ملنے کے سبب سے (تو) ان سب حالتوں میں (تم پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو اس مٹی) کی جنس مثلاً پتھر، اینٹ، مٹی کے ٹکڑے (پر سے) ہاتھ مار کر۔

فائدہ: تیمم کا مضمون سورہ نساء میں بھی گزر چکا ہے۔ یہاں دوبارہ شاید اس لئے ذکر ہے کہ طہارت کی تمام اقسام یعنی وضو، غسل اور تیمم سب ایک جگہ جمع ہو جائیں اور یہ بھی ایک قسم کا احسان ہو جائے تاکہ آئندہ جو احسان شمار کرائیں وہ دلوں میں خوب اچھی طرح بیٹھ جائیں۔

ربط: اوپر ذکر کئے گئے احکام میں بندوں کی سہولت ملحوظ ہے۔ آگے اس رعایت پر احسان جتاتے ہیں اور شکر کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

ترجمہ: نہیں چاہتا اللہ کہ کرے تم پر کوئی تنگی اور لیکن چاہتا ہے کہ پاک کرے تم کو اور پورا کرے اپنا احسان تم پر تاکہ تم شکر کرو۔

تفسیر: (اللہ تعالیٰ کو) ان احکام کے مقرر فرمانے سے (یہ منظور نہیں کہ تم پر کوئی تنگی ڈالیں) بلکہ یہ منظور ہے کہ تم پر کوئی تنگی نہ رہے، چنانچہ مذکورہ احکام میں خصوصاً اور تمام شرعی احکام میں عموماً سہولت ومصلحت کی رعایت کرنا ظاہر ہے (لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم کو پاک صاف رکھے)

اس لئے طہارت کے قواعد اور طریقے مقرر کئے اور کسی ایک طریقے پر بس نہیں کیا گیا کہ اگر وہ نہ ہو تو طہارت ممکن ہی نہ ہو مثلاً اگر یہ رکھا جاتا کہ طہارت صرف پانی ہی سے حاصل ہو سکتی ہے تو پانی نہ ہونے کے وقت طہارت حاصل نہ ہو سکتی۔ پھر یہ تو بدنی طہارت ہے جو طہارت کے خاص احکام سے حاصل ہوتی ہے اور ایک طہارت دلوں کی طہارت ہے جو تمام طاعات پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ یہاں آیت میں تطہیر دونوں کو شامل ہے۔ اور اگر یہ احکام نہ ہوتے تو کوئی طہارت حاصل نہ ہوتی۔ (اور یہ) منظور ہے (کہ تم پر اپنا انعام پورا فرمادے) اس لئے احکام کی تکمیل فرمائی تاکہ ہر حال میں بدنی وقلبی طہارت جس کا ثمرہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت یعنی اس کی رضا و قرب ہے اس کو حاصل کرسکو (تاکہ تم) اس عنایت کا (شکر ادا کرو) اور اللہ کے حکموں کو پورا کرو۔

ربط: اوپر متعدد احکام کا مشروع ہونا اور ان کا نعمت ہونا بیان فرمایا تھا آگے چند طریقوں سے ان کی بجا آوری کی تاکید فرماتے ہیں۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

ترجمہ: اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر اور عہد اس کا وہ جو معاہدہ کیا تھا اس نے تم سے اس کا جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور ہم نے مانا اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے دلوں کی بات کو۔

تفسیر: اور تم لوگ (اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو تم پر ہوا ہے یاد کرو) جس میں بڑا انعام یہ ہے کہ تمہاری فلاح کے طریقے تمہارے لئے مقرر کئے (اور اس کے اس عہد کو بھی) یاد کرو (جس کا اس نے تم سے معاہدہ کیا ہے جب کہ تم نے) اس کا التزام بھی کرلیا تھا کہ عہد لینے کے وقت تم نے (کہا تھا کہ ہم نے) ان احکام کو (سنا اور مان لیا) کیونکہ اسلام لانے کے وقت ہر شخص اسی مضمون کا عہد کرتا ہے (اور اللہ تعالیٰ) کی مخالفت (سے ڈرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کی پوری خبر رکھتے ہیں) اس لئے جو کام کرو اس میں اخلاص و اعتقاد بھی ہونا چاہئے صرف منافقانہ امتثال کافی نہیں۔ مطلب یہ کہ ان احکام میں اول تو تمہارا ہی نفع ہے پھر تم نے اپنے اوپر ان کو لازم بھی کیا ہے۔ پھر مخالفت میں ضرر بھی ہے۔ ان وجوہ سے امتثال ہی ضروری ہوا اور وہ بھی دل سے ہونا چاہئے ورنہ تو عدم امتثال کے

برابر ہی ہوگا۔

گیارہواں حکم: عدل اور اظہار حق واجب ہے

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو رہو پابندی کرنے والے اللہ کے واسطے، گواہی دینے والے انصاف کی، اور ہرگز نہ ابھارے تم کو کسی قوم کی دشمنی اس پر کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو۔ یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقویٰ کے اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ بے شک اللہ خوب باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو۔

تفسیر: (اے ایمان والو اللہ تعالیٰ) کی خوشنودی (کے لئے) احکام کی (پوری پابندی کرنے والے) اور شہادت کی نوبت آئے تو (انصاف کی شہادت ادا کرنے والے رہو، اور کسی خاص گروہ کی عداوت تم کو اس پر نہ ابھارے کہ تم) اس کے معاملات میں (عدل نہ کرو) بلکہ ہر معاملہ میں ضرور (عدل کیا کرو) کیونکہ (وہ) یعنی عدل کرنا (تقویٰ کے زیادہ قریب ہے) یعنی عدل سے آدمی تقویٰ کے ساتھ موصوف کہلاتا ہے (اور) تقویٰ کرنا تم پر فرض ہے، چنانچہ حکم ہوتا ہے کہ (اللہ تعالیٰ) کی مخالفت (سے ڈرو) یہی ڈرنا تقویٰ کی حقیقت ہے۔ اور چونکہ فرض تقویٰ عدل کرنے سے حاصل ہوتا ہے لہٰذا عدل بھی فرض ہوگا (بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری اطلاع ہے) لہٰذا احکام کی مخالفت کرنے والوں کو سزا ہو جائے تو بعید نہیں۔

فائدہ: ایسی آیت پانچویں پارے کے ختم کے قریب بھی آچکی ہے اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ بے انصافی کی وجہ دو چیزیں ہوتی ہیں یا تو ایک فریق کی رعایت یا ایک فریق کی عداوت۔ وہاں پہلا سبب مذکور تھا یہاں دوسرے سبب کا ذکر ہے چنانچہ وہاں یہ الفاظ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَوِالْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ تم انصاف پر خوب قائم رہنے والے رہو اگرچہ اپنی ہی ذات کے خلاف ہو یا کہ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے خلاف ہو۔ اور یہاں عداوت کی وجہ ہونے پر لفظ شَنَاٰنُ صاف دلیل ہے۔

ربط: احکام ذکر کرنے کے بعد اب بجا آوری کرنے والوں کو وعدہ اور خلاف کرنے والوں کو

وعید سناتے ہیں۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

ترجمہ: وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک کہ ان کے واسطے ہے بخشش اور ثواب بڑا۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو وہ ہیں دوزخ والے۔

تفسیر: (اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وعدہ کیا ہے کہ ان کے لئے مغفرت اور ثواب عظیم ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہمارے احکام کو جھوٹا بتایا ایسے لوگ دوزخ) میں رہنے (والے ہیں)۔

فائدہ: اس آیت میں تو پوری مخالفت کرنے والوں یعنی کافروں کا حال ہے اور جو تھوڑا خلاف کرنے والے ہیں یعنی جو فاسق مومن ہیں تو ان کا حال دوسری آیتوں میں مذکور ہے۔

ربط: تین چار آیتیں اوپر شرعی احکام کا نعمت ہونا بیان کرکے بجا آوری کی تاکید کی تھی۔ وہ ایک دینی نعمت تھی اب ایک دنیوی نعمت یاد دلا کر اطاعت کی دوبارہ تاکید کرتے ہیں کیونکہ نعمت کا خیال منعم کی اطاعت کا محرک ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو یاد رکھو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب قصد کیا کچھ لوگوں نے کہ دراز کریں تمہاری طرف اپنے ہاتھ تو روک دیے (اللہ نے) ان کے ہاتھ تم سے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور اللہ ہی پر چاہئے کہ بھروسہ کریں ایمان والے۔

تفسیر: (اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر ہوا ہے، جب ایک قوم والے) یعنی کفار قریش ابتدائے اسلام میں جب کہ مسلمان ضعیف تھے (اس فکر میں تھے کہ تم پر) اس طرح (دست درازی کریں) کہ تمہارا خاتمہ ہی کر دیں (سو اللہ تعالیٰ نے ان کا قابو تم پر) اس قدر (نہ چلنے دیا) اور آخر میں تم کو غالب کر دیا۔ پس اس نعمت کو یاد کرو (اور) احکام کے امتثال میں (اللہ تعالیٰ

سے ڈرو) کہ اس نعمت کا یہ شکریہ ہے (اور) آئندہ بھی (اہل ایمان کو حق تعالیٰ ہی پر اعتماد رکھنا چاہئے) جس نے پہلے تمہارے سب کام بنائے ہیں اور آئندہ بھی آخرت تک امید رکھو اتقوا اللہ میں خوف دلایا اور توکل کے حکم میں امید، اور یہی دونوں باتیں امتثال میں مددگار ہوتی ہیں۔

فائدہ: 1- اور "قابو" میں "اس قدر" کی قید لگانے کی وجہ یہ ہے کہ کچھ کچھ مضرتیں تو کفار سے پہنچ ہی جاتی ہیں۔

2- شروع سورت سے یہاں تک اکثر آیتوں میں حق تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم فرمایا ایک جگہ لفظ خشیت سے اور باقی جگہ لفظ اتقوا سے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گرفت کے ڈر و خوف کو امتثال احکام میں بہت دخل ہے۔

ربط: اوپر چند احکام ذکر ہوئے۔ آگے امتثال کے زیادہ اہتمام کے لئے بنی اسرائیل سے معاہدہ لینے کی اور عہد شکنی سے جو وبال اور ضرر ان کو پہنچا اس کو بیان کرتے ہیں تاکہ اطاعت کی ترغیب ہو اور معصیت سے ڈر ہو۔

بنی اسرائیل سے لیا گیا عہد

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ⑫

ترجمہ: اور لے چکا ہے اللہ عہد بنی اسرائیل کا اور مقرر کئے ہم نے ان میں بارہ سردار اور کہا اللہ نے بلاشبہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر قائم رکھو گے تم نماز اور دیتے رہو گے تم زکوٰۃ اور یقین لاؤ گے تم میرے رسولوں پر اور مدد کرو گے تم ان کی اور قرض دو گے تم اللہ کو قرض اچھی طرح کا تو میں ضرور دور کردوں گا تم سے گناہ تمہارے اور میں ضرور داخل کردوں گا تم کو باغوں میں کہ بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں۔ پھر جو کوئی کافر ہوا اس کے بعد تم میں سے تو وہ بیشک گمراہ ہوا سیدھے راستے سے۔

تفسیر: (اور اللہ تعالیٰ نے) حضرت موسیٰؑ کے واسطے سے (بنی اسرائیل سے) بھی (عہد لیا تھا) جس کا بیان عنقریب آتا ہے (اور) ان عہدوں کی تاکید کے لئے (ہم نے ان میں سے) ان کے قبیلوں کے عدد کے موافق (بارہ سردار مقرر کئے) کہ ہر ہر قبیلہ پر ایک ایک سردار رہے جو اپنے ماتحتوں پر ہمیشہ ایفائے عہد کی تاکید رکھے (اور) عہد کی مزید تاکید کے لئے ان سے (اللہ تعالیٰ نے یوں) بھی (فرما دیا کہ میں تمہارے پاس ہوں) تمہارے برے بھلے کی سب مجھ کو خبر رہے گی، مطلب یہ ہے کہ عہد لیا پھر اس کی تاکید در تاکید فرمائی۔ اور اس عہد کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ (اگر تم نماز کی پابندی رکھو گے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے اور میرے سب رسولوں پر) جو آئندہ بھی نئے نئے آتے رہیں گے (ایمان لاتے رہو گے اور) دشمنوں کے مقابلہ میں (ان کی مدد کرتے رہو گے اور) زکوٰۃ کے علاوہ دیگر مصارف خیر میں بھی صرف کر کے (اللہ تعالیٰ کو اچھے طور پر) یعنی اخلاص کے ساتھ (قرض دیتے رہو گے تو میں ضرور تمہارے گناہ تم سے دور کر دوں گا اور ضرور تم کو) بہشت کے (ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے) محلات کے (نیچے کو نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص اس) عہد و پیمان لینے (کے بعد بھی کفر کرے گا تو وہ بے شک راہ راست سے دور جا پڑا۔)

فائدہ: مصارف خیر میں صرف کرنے کو مجازاً اس لئے قرض کہا کہ جس طرح قرض کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ ضرور دیں گے۔ اور یہاں اس شخص کا حال بیان نہیں فرمایا جو کفر تو نہ کرے لیکن اعمال کی پوری پابندی بھی نہ کرے اور اکثر جگہ قرآن میں بھی عادت ہے کہ اطاعت میں جو کامل ہو اور مخالفت میں جو کامل ہو زیادہ ذکر ان ہی کا ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ طرفین کے حال سے درمیان والوں کا حال عقلمند قیاس سے معلوم کر لیتے ہیں کہ نہ ان کی ایسی جزا ہوگی نہ ایسی سزا ہوگی۔ پھر حدیثوں میں پوری تفصیل معلوم ہو گئی۔ اور چونکہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت انبیاء آنے والے تھے اس لئے ''آمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ'' کو عہد میں خاص طور پر ذکر فرمایا:

بنی اسرائیل کی عہد شکنی اور اس پر سزا

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ
قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا
ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا
مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

ترجمہ: سو بسبب ان کے توڑنے کے اپنے عہد کو لعنت کی ہم نے ان پر اور کر دیا

ہم نے ان کے دلوں کو سخت۔ وہ پھیرتے ہیں کلام کو اس کے مواقع سے اور انہوں نے بھلا دیا
ایک بڑے حصے کو اس میں سے نصیحت کئے گئے تھے وہ جس کی۔ اور تو ہمیشہ مطلع ہوتا رہتا ہے
ان کی کسی خیانت پر مگر تھوڑے لوگ ان میں سے سو معاف کر ان کو اور درگزر کر (ان سے)
بلاشبہ اللہ محبت کرتا ہے احسان کرنے والوں کو۔

تفسیر: لیکن بنی اسرائیل نے مذکورہ عہد کو توڑ ڈالا اور توڑنے کے بعد طرح طرح کی سزاؤں جیسے مسخ اور ذلت وغیرہ میں گرفتار ہوئے۔ بس یہ جو ان کو اللہ تعالیٰ کی عنایت اور مہربانیوں سے دوری ہوئی (تو صرف ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت) کے آثار (سے دور کر دیا) اور یہی حقیقت ہے لعنت کی (اور) اسی لعنت کا اثر یہ ہے کہ (ہم نے ان کے قلوب کو سخت کر دیا) کہ حق بات کا ان پر اثر ہی نہیں ہوتا۔ اور اس سخت دلی کی وجہ سے (وہ لوگ) یعنی ان کے علماء کلام الٰہی یعنی توریت (کو اس کے) الفاظ یا مطلب کے (مواقع سے بدلتے ہیں) اور تحریف لفظی یا تحریف معنوی کرتے ہیں (اور) اس تحریف کا نقصان یہ ہوا کہ (وہ لوگ جو کچھ ان کو) توریت میں (نصیحت کی گئی تھی اس میں سے) اپنے نفع کا (ایک بڑا حصہ) جو کہ ان کو عمل کرنے سے نصیب ہوتا (فوت کر بیٹھے) کیونکہ ان کی تحریف زیادہ تر رسالت محمدیہ ﷺ سے متعلق مضامین میں ہوتی تھی جو کہ ایمانیات سے ہے اور ظاہر ہے کہ ایمان سے زیادہ بڑا حصہ کیا ہوگا۔ غرض عہد شکنی پر لعنت مرتب ہوئی اور لعنت پر قساوت قلبی وغیرہ اور قساوت پر تحریف اور تحریف پر توریت کے ایک بڑے حصے سے محرومی۔ (اور) پھر یہ بھی تو نہیں کہ جتنا کر چکے اس پر بس کریں بلکہ حالت یہ ہے کہ (آپ کو آئے دن) یعنی ہمیشہ دین کے باب میں (کسی نہ کسی) نئی (خیانت کی اطلاع ہوتی رہتی ہے جو ان سے صادر ہوتی رہتی ہے سوائے ان کے گنتی کے چند شخصوں کے) جو کہ مسلمان ہو گئے تھے (سو آپ ان کو معاف کیجئے اور ان سے درگزر کیجئے) یعنی جب تک شرعی ضرورت نہ ہو ان کی خیانتوں کا اظہار اور ان کو فضیحت نہ کیجئے۔ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوش معاملہ لوگوں سے محبت کرتا ہے) اور بلا ضرورت فضیحت نہ کرنا خوش معاملگی ہے۔

فائدہ: نئی خیانت یہ کہ ایک بار مثلاً تورات میں موجود رجم کے حکم کو چھپا لیا۔ ایک بار حضور ﷺ کے دریافت فرمانے پر تورات کا ایک مضمون غلط بیان کر دیا۔

ربط: اوپر یہود کا حال ذکر تھا آگے نصاریٰ کا کچھ حال بیان فرماتے ہیں۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا

مِمَّا ذُكِّرُوا بِهٖ ۚ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝

ترجمہ: اور ان لوگوں سے جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں لیا ہم نے عہد ان کا پھر بھلا دیا انہوں نے ایک بڑا حصہ اس سے نصیحت کئے گئے تھے وہ جس کی۔ پھر ڈال دی ہم نے ان کے درمیان دشمنی اور بغض قیامت کے دن تک اور عنقریب خبر دے گا ان کو اللہ جو کچھ وہ کرتے تھے۔

تفسیر: نصاریٰ کا لفظی ترجمہ چونکہ مددگار کا ہے اور نصاریٰ دین حق کے مددگار ہونے کے دعویدار تھے تو فرمایا: (اور جو لوگ) دین کے مددگار ہونے کے دعوے سے (کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے بھی ان کا عہد) یہود کے عہد کی طرح (لیا تھا، تو وہ بھی جو کچھ ان کو) انجیل وغیرہ میں (نصیحت کی گئی تھی اس میں سے اپنا ایک بڑا حصہ) نفع کا جو کہ ان کو عمل کرنے سے نصیب ہوتا (فوت کر بیٹھے) کیونکہ وہ بات جس کو وہ فوت کر بیٹھے توحید ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ایمان ہے جس کا حکم ان کو بھی ہوا تھا اور اس کا بڑا حصہ ہونا ظاہر ہے۔ جب وہ توحید کو اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان کو چھوڑ بیٹھے (تو ہم نے ان میں باہم قیامت تک کے لئے بغض وعداوت ڈال دیا)۔ یہ تو دنیوی عقوبت ہوئی۔ (اور عنقریب) آخرت میں کہ وہ بھی قریب ہی ہے، (ان کو اللہ تعالیٰ ان کا کیا ہوا جتلا دیں گے) پھر سزا دیں گے۔

فائدہ: جب نصاریٰ میں وحی الٰہی کی اصل روشنی نہ رہی تو وہ اوہام واہواء کی تاریکیوں میں ایک دوسرے سے الجھنے کے باعث بیسیوں فرقوں میں بٹ گئے لیکن ان میں اصل اور بنیادی تین فرقے ہوئے۔ ایک نسطوریہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے، دوسرا یعقوبیہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد مانتے تھے، تیسرا ملکائیہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو تین خداؤں میں کا ایک جزء مانتے تھے۔ یہ فرقہ بندی ترک توحید کی وجہ سے ہوئی تھی اور ظاہر ہے کہ عقائد میں اتنے بڑے اختلاف کے ساتھ سخت باہمی عداوت ضروری ہے۔ بلاشبہ آج کے مسلمانوں میں بھی بے حد مذہبی اختلاف اور تصادم موجود ہے لیکن چونکہ ہمارے پاس وحی الٰہی اور قانون سماوی بلا کم وکاست محفوظ ہے اس لئے اختلافات کی موجودگی میں بھی مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت ہمیشہ حق وصداقت پر قائم رہی ہے اور رہے گی۔ نصاریٰ کا معاملہ اس سے مختلف ہے کہ ان کا کوئی بھی فرقہ اور جماعت نہ حق پر ہے اور نہ بھی ہو سکے گی۔

رہے وہ عیسائی جو اپنے عقائد ہی کے پابند نہ ہوں اور ان کو اہمیت نہ دیتے ہوں وہ بحث سے ہی خارج ہیں اور قرآن میں ان کا ذکر ہی نہیں ہے۔ لہٰذا اگر ایسے لوگوں میں اتفاق و اتحاد ہو جائے تو اس کو اعتراض کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔ پس آج کل کے عیسائی جو واقع میں عیسائی ہی نہیں بلکہ اپنے دین سے عموماً لاتعلق ہیں ان کے اتفاق و اتحاد پر شبہ نہیں کیا جا سکتا البتہ مذہبی لوگوں میں مذہبی عداوت اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اور نصاریٰ کی دنیوی سلطنتوں میں بھی اکثر تو اختلاف و نزاع ہی چلتا رہتا ہے، پچھلی دو عالمگیر جنگوں میں بھی اصل فریق دونوں ہی عیسائی تھے۔

ربط: یہود و نصاریٰ کے الگ الگ ذکر کے بعد اب دونوں کو جمع کر کے ان کو نصیحت کرتے ہیں۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

ترجمہ: اے اہل کتاب تحقیق آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا، ظاہر کرتا ہے تم پر بہت سی چیزیں ان میں سے جن کو تم چھپاتے تھے کتاب میں سے اور درگزر کرتا ہے بہت سی چیزوں سے۔ بیشک آئی ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب ظاہر کرنے والی۔ بتاتا ہے جس سے اللہ اس کو جو تابع ہوا اس کی رضا کا سلامتی کی راہیں اور نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف اپنے حکم سے اور چلاتا ہے ان کو سیدھی راہ پر۔

تفسیر: (اے اہل کتاب) یعنی یہود و نصاریٰ (تمہارے پاس ہمارے یہ رسول) محمد ﷺ (آئے ہیں) جن کے علمی کمال کا تو یہ حال ہے کہ تمہاری (کتاب) الٰہی کے مضامین (میں سے جن چیزوں کو تم چھپا لیتے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کو) جن کے اظہار میں کوئی شرعی مصلحت ہو علوم کی ظاہری تحصیل نہ کرنے کے باوجود محض وحی کے ذریعہ سے واقف ہو کر (تمہارے سامنے صاف صاف کھول دیتے ہیں، اور) جن کی خوش اخلاقی کا یہ عالم ہے کہ جن چیزوں کو تم نے چھپا لیا تھا ان میں سے (بہت سے امور کو) جاننے اور باخبر ہونے کے باوجود اخلاقاً ان کے اظہار سے (درگزر فرماتے

ہیں) جب کہ ان کے اظہار میں کوئی شرعی مصلحت تو نہ ہو صرف تمہاری رسوائی ہی ہوتی ہو۔ اور علمی کمال دلیل نبوت ہے اور اخلاقی کمال اس کی تائید کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے دوسرے معجزات کے علاوہ خود تمہارے ساتھ آپ کا یہ برتاؤ آپ کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ اور اسی رسول کے ذریعہ (تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور) وہ (ایک کتاب واضح) یعنی قرآن مجید ہے کہ نبی ﷺ کی نبوت کی دلیل ہونے کے علاوہ اس کے ذاتی اوصاف یہ ہیں (کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو رضائے حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہیں) یعنی جنت میں جانے کے طریقے جو خاص عقائد و اعمال ہیں (بتاتے ہیں) کیونکہ درحقیقت مکمل سلامتی تو جنت ہی میں ہو سکتی ہے کہ نہ اس میں کوئی کمی ہوتی ہے اور نہ زوال کا خطرہ (اور ان کو اپنی توفیق سے کفر و معصیت کی (تاریکیوں سے نکال کر) ایمان و طاعت کے (نور کی طرف لے آتے ہیں۔ اور ان کو) ہمیشہ (راہ راست پر قائم رکھتے ہیں)۔

فائدہ: قرآن پاک کے ذریعہ سلامتی کی راہیں بتانا تو سب کے لئے عام ہے۔ لیکن یہاں رضائے حق کے طالبوں کی تخصیص اس وجہ سے کی گئی کہ اس سے نفع تو وہی لوگ اٹھاتے ہیں۔

ربط: یہود و نصاریٰ کی عہد شکنی کے اجمالی ذکر کے بعد آگے اس کی تفصیل کے طور پر ان کی کچھ قباحتیں ذکر کرتے ہیں۔

نصاریٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں الوہیت کا دعویٰ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔـا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

ترجمہ: بیشک کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی مسیح ابن مریم ہے تو کہہ دے پھر کون طاقت رکھتا ہے اللہ کے مقابلہ میں کچھ بھی اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح ابن مریم کو اور اس کی ماں کو اور جتنے لوگ ہیں زمین میں سب کو۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور

اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر: (بلاشبہ وہ لوگ کافر ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عین عیسیٰ مسیح بن مریم ہے) یعنی دونوں میں اتحاد کے قائل ہیں۔ چونکہ اس میں توحید کا انکار ہے اس لئے اس کا کفر ہونا بالکل واضح ہے (آپ) اس قول کے بطلان کو ثابت کرنے کے لئے ان سے یوں پوچھئے اگر ایسا ہے تو بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم) جن کو تم اللہ کا عین سمجھتے ہو (اور ان کی والدہ) حضرت مریم (کو اور جتنے زمین میں آباد ہیں، ان سب کو) موت سے (ہلاک کرنا چاہیں) تو کیا (کوئی شخص ایسا ہے کہ جو خدا تعالیٰ سے ذرا بھی ان کو بچا سکے) یعنی اتنی بات کو تو تم بھی مانتے ہو کہ ان کو ہلاک کرنا اللہ کی قدرت میں ہے، تو جس ذات کا ہلاک کرنا دوسرے کے قبضہ میں ہو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے۔ اس سے الوہیت مسیح کا عقیدہ باطل ہو گیا۔ (اور) جو حقیقت میں خدا اور سب کا معبود ہے یعنی (اللہ تعالیٰ) اس کی یہ شان ہے کہ اس (ہی کے لئے خاص ہے حکومت آسمانوں پر اور زمین پر اور جتنی چیزیں ان دونوں کے درمیان) موجود (ہیں ان پر اور وہ جس چیز کو) جس طرح (چاہیں پیدا کر دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے)۔ اور یہ صفات کمال الوہیت کے خواص میں سے ہیں لہٰذا حق تعالیٰ کی الوہیت ثابت ہے اور مسیح علیہ السلام کی الوہیت منتفی ہے۔ اس مجموعہ سے توحید ثابت ہوئی۔

فائدہ: 1- یہاں اگرچہ نصاریٰ کے دعوے کی تردید ہے لیکن جو دلیل قائم کی گئی ہے وہ ہر منکر توحید کے مقابلہ میں چل سکتی ہے۔ اس لئے یہ جواب تمام منکرین توحید کو ہے۔

2- حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر غالباً اس وجہ سے کیا گیا کہ بعض نصاریٰ انکو بھی الوہیت کے اجزاء ثلاثہ میں سے ایک جزو مانتے تھے۔ لہٰذا ان کے ذکر سے ان نصاریٰ کے دعوے کا رد بھی ہو گیا۔

3- حضرت مریم علیہا السلام کی تو وفات ہو چکی تھی پھر بھی اس کو فرض کرنا اس غرض سے ہے کہ دیکھو اس مضمون کا ایک نمونہ ہم تم کو دکھاتے ہیں کہ ہم حضرت مریم پر موت کو مسلط کر چکے ہیں اس طرح باقی لوگوں پر بھی مسلط کر سکتے ہیں۔

کفر و معصیت کے باوجود یہود و نصاریٰ کا اپنے آپ کو محبوب خدا کہنا

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ

اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ

بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: اور کہتے ہیں یہود اور نصاریٰ ہم ہیں بیٹے اللہ کے اور اس کے پیارے ہیں۔ تو کہہ پھر کیوں عذاب دے گا تم کو بسبب تمہارے گناہوں کے۔ (کوئی نہیں) بلکہ تم بھی آدمی ہو ان میں سے جن کو (اللہ نے) پیدا کیا بخشے گا جس کو چاہے گا اور عذاب دے گا جس کو چاہے گا اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ دونوں کے بیچ میں ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

تفسیر: (اور یہود و نصاریٰ) دونوں فریق (دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں) یعنی اولاد اور محبوبوں کی طرح مقبول ہیں۔ ان کا اس بات سے یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ ہم کو اس وجہ سے کہ ہم انبیاء کی اولاد ہیں دوسرے لوگوں کی بنسبت اگرچہ وہ ہمارے ہم مذہب ہی کیوں نہ ہوں اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ زیادہ خصوصیت ہے کہ وہ ہم سے ہماری نافرمانی کے باوجود اور دوں کے برابر ناراض نہیں ہوتے جیسے باپ کے ساتھ اولاد کو خصوصیت ہوتی ہے کہ اگر وہ نافرمانی بھی کرے تب بھی اس کے قلب پر وہ اثر نہیں ہوتا جیسا کوئی غیر آدمی اسی باپ کی نافرمانی کرے اس کا اثر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا رد فرماتے ہیں کہ (آپ) ان سے (یہ پوچھئے کہ اچھا تو پھر تم کو تمہارے گناہوں کے عوض) آخرت میں (عذاب کیوں دیں گے) جس کے تم بھی قائل ہو جیسا کہ یہود کا قول تھا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً یعنی اگر ہمیں جہنم کا عذاب ہوا بھی تو چند روز ہی ہوگا۔ اور خود حضرت مسیح علیہ السلام کا قول قرآن میں مذکور ہے اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ. یعنی جس شخص نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیتے ہیں اور نصاریٰ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرامین کو اپنے لئے لازم مانتے ہیں لہٰذا یہ گویا خود ان کا اپنا ہی اقرار ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آخرت کے عذاب کا جب تمہیں خود بھی اقرار ہے تو یہ بتاؤ کہ کیا کوئی باپ اپنے بیٹے یا محبوب کو عذاب بھی دیا کرتا ہے؟ اس لئے اپنے آپ کو خدا کی اولاد کہنا باطل ہے۔ یہاں یہ شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ بعض اوقات باپ بھی اپنی اولاد کی اصلاح و تربیت کے لئے تادیباً سزا دیتا ہے تو سزا ہونا بیٹا ہونے کے منافی نہیں۔ کیونکہ باپ کی سزا تادیب کے لئے ہوتی ہے تاکہ وہ آئندہ ایسا کام نہ کرے جب کہ آخرت میں تادیب کا کوئی مقام نہیں کیونکہ وہ دار العمل نہیں دار الجزاء ہے۔ وہاں آگے کوئی کام کرنے یا کسی کام سے روکنے کا کوئی احتمال نہیں جس کو تادیب کہا جائے، اس لئے وہاں جو سزا ہوگی وہ خالص سزا اور عذاب ہی ہو سکتی ہے جو اولاد یا محبوب ہونے کے قطعاً منافی ہے، اس لئے معلوم ہوا کہ تمہاری کوئی خصوصیت اللہ کے یہاں نہیں (بلکہ تم بھی منجملہ دوسری مخلوق کے ایک معمولی آدمی ہو۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے بخشیں گے جس کو چاہیں گے سزا دیں گے اور اللہ ہی کی

ہے سب حکومت آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان میں بھی اور اللہ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے) اس کے سوا کوئی پناہ نہیں۔

فائدہ: آج کل کے جاہل پیرزادوں کا بھی یہی حال ہے کہ خواہ اپنے عمل کیسے ہی ہوں لیکن محض اولاد ہونے کی نسبت کی وجہ سے یہ گھمنڈ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک قسم کی ذاتی خصوصیت حاصل ہوگئی ہے جو گناہوں سے بھی ختم نہیں ہوتی اور ہم خواہ کیسے ہی ہوں اس نسبت کی وجہ سے سیدھے جنت میں جائیں گے۔

ربط: یہود و نصاریٰ کی غلطی کو ثابت کر کے آگے دونوں کو مخاطب بنا کر اتمام حجت اور قطع عذر کی خاطر رسالت محمدیہ کا اظہار فرماتے ہیں۔

يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمۡ عَلَىٰ فَتۡرَةٖ مِّنَ ٱلرُّسُلِ أَن تَقُولُواْ مَا جَآءَنَا مِنۢ بَشِيرٖ وَلَا نَذِيرٖۖ فَقَدۡ جَآءَكُم بَشِيرٞ وَنَذِيرٞۗ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ

ترجمہ: اے اہل کتاب آچکا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا، صاف صاف بیان کرتا ہے تم پر رسولوں کے انقطاع کے بعد کبھی تم کہنے لگو کہ نہیں آیا ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور نہ ہی ڈرانے والا سو آچکا تمہارے پاس خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر: (اے اہل کتاب تمہارے پاس یہ ہمارے رسول) محمد ﷺ (آپہنچے جو کہ تم کو) شریعت کی باتیں (صاف صاف بتاتے ہیں ایسے وقت میں کہ رسولوں) کے آنے (کا سلسلہ) مدت سے (موقوف تھا) اور سابق شریعتیں مفقود اور گم ہو چکی تھیں اور انبیاء کا سلسلہ عرصہ دراز تک بند رہنے سے ان گم شدہ شریعتوں کے دوبارہ دریافت ہونے کا امکان بھی نہ رہا تھا۔ اس لئے اب کسی رسول کے آنے کی شدید ضرورت تھی تو ایسے وقت آپ کے تشریف لانے کو بڑی نعمت اور غنیمت سمجھنا چاہئے (تاکہ تم) قیامت میں (یوں نہ کہنے لگو کہ) دین کے معاملہ میں غلطی اور کوتاہی میں ہم اس لئے معذور ہیں کہ (ہمارے پاس) کوئی رسول جو کہ (بشیر اور نذیر) ہو جس سے ہم کو دین کا صحیح علم ہوتا اور عمل پر ابھار پیدا ہوتا (نہیں آیا تو لو) اب اس عذر کی گنجائش نہیں رہی کیونکہ (تمہارے پاس بشیر و نذیر) یعنی محمد ﷺ (آچکے ہیں) اب نہ مانو تو اپنے انجام کو خود سمجھ لو (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں) کہ جب چاہیں رحمت سے اپنے انبیاء بھیج دیں جب چاہیں حکمت سے ان کو روک لیں اس لئے

کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ یہ فیصلہ دے کہ جب مدت دراز سے انبیاء کا سلسلہ بند ہے تو اب کوئی رسول نہیں آسکتا کیونکہ یہ سلسلہ ایک مدت تک موقوف رکھنا حق تعالیٰ کی حکمت سے تھا، اس نے سلسلہ نبوت بند اور ختم کر دینے کا کوئی اعلان اس وقت تک نہیں کیا تھا۔ بلکہ پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ یہ خبریں بھی دی تھیں کہ آخر زمانے میں ایک خاص رسول خاص شان اور خاص صفات کے ساتھ آنے والے ہیں جن پر نبوت کا اختتام ہوگا۔ اس اعلان کے مطابق خاتم الانبیاء ﷺ تشریف لائے۔

فائدہ: 1- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور حضور ﷺ کے درمیان جو زمانہ ہے وہ فترت کا زمانہ کہلاتا ہے۔ امام بخاری نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ زمانہ چھ سو سال کا ہے اور اس درمیان میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے۔

2- سوال: اہل کتاب کے پاس زمانہ فترت میں بھی توریت و انجیل موجود تھی اور وہی ان کی شریعت تھی پھر ان کے اس کہنے کا کیا محل احتمال ہو سکتا ہے کہ ما جاءنا من بشیر و لا نذیر (ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔

جواب: یہ بات ثابت ہے کہ اصلی توریت و انجیل رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل گم ہو چکی تھیں اور اس وقت جس کا نام توریت و انجیل تھا وہ جھوٹی سچی روایتوں کا مجموعہ تھا۔ دنیا میں تو ان کے عالم نہیں مانتے لیکن آخرت میں تو کھل جاتا کہ اب ان کتابوں میں اصل شریعت نہیں رہی تھی۔ تو اگر رسول اللہ ﷺ کی بعثت نہ ہوتی تو ہو سکتا تھا کہ وہ قیامت کے دن اپنی محرومی دیکھ کر یہ کہہ سکتے کہ ہمیں تو تحریف شدہ شریعت اور کتابیں ملیں اور کسی بشیر اور نذیر یعنی کسی نبی نے آکر ہمیں حقیقت حال سے باخبر ہی نہیں کیا۔

3- یہود کا فرض جہاد سے انکار

یہ قصہ اس طرح ہوا کہ فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل اس کی سلطنت اور املاک پر قابض ہو گئے تو اب اللہ کی طرف سے ان کو حکم ہوا کہ اپنا آبائی وطن ملک شام جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اول ہجرت فرما کر سکونت اختیار کی تھی اور وہاں عمالقہ کی حکومت تھی عمالقہ سے جہاد کر کے اس کو فتح کریں۔ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ جہاد کے ارادہ سے ملک شام کی طرف چلے۔ جب قریب پہنچے تو بارہ سرداروں کو جن کا کچھ پہلے ذکر ہو چکا ہے تحقیق حال کے لئے جاسوسی کے طور پر بھیجا۔ عمالقہ نہایت تنومند اور زور آور دکھائی دیے۔ سب سرداروں نے باہم معاہدہ کیا کہ عمالقہ کی اس بات کو لشکر میں بیان نہ کریں گے مگر سوائے دو کے یعنی یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا

کے باقی سرداروں نے واپس آ کر لوگوں کو ڈرا دیا جس سے لشکر نے ہمت ہار دی اور مصر کو واپسی کا ارادہ کر لیا۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا اور جو کچھ انہوں نے جواب دیا وہ پورا قصہ ذکر کیا۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ
مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ
الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ
فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ
وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا
فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ
عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ
غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا
يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ
وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ
اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾
قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي
الْاَرْضِ ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمہ: اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اے میری قوم تم یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب بنائے تم میں بہت سے نبی اور بنایا تم کو بادشاہ اور دیا تم کو جو نہیں دیا تھا کسی کو جہان والوں میں سے۔ اے میری قوم تم داخل ہو جاؤ مقدس زمین میں جو مقرر کر دی ہے اللہ نے تمہارے واسطے اور نہ لوٹ جاؤ اپنی پیٹھ کی طرف کہ پڑو گے نقصان اٹھاتے ہوئے۔ وہ بولے

اے موسیٰ بے شک اس میں ہے ایک قوم زبردست اور ہم ہرگز نہ داخل ہوں گے اس میں یہاں تک کہ وہ (دشمن) نکل جائیں اس میں سے۔ پھر اگر وہ نکل جائیں اس میں سے تو ہم ضرور داخل ہوں گے۔ کہا دو مردوں نے (جو) ان لوگوں میں سے (تھے) جو ڈرتے تھے کہ نوازش کی تھی اللہ نے ان دو پر کہ تم گھس جاؤ ان پر حملہ کر کے دروازہ میں۔ پھر جب گھس جاؤ گے تم اس (دروازہ) میں تو تم ہی غالب ہو گے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم یقین رکھتے ہو۔ وہ بولے اے موسیٰ ہم ہرگز نہ داخل ہوں گے اس میں کبھی بھی جب تک وہ رہیں گے اس میں سو جا تو اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ کہا (موسیٰ نے) اے رب میرے بے شک میں اختیار نہیں رکھتا مگر اپنی جان کا اور اپنے بھائی کا، سو تو جدائی کر دے ہمارے درمیان اور اس نافرمان قوم کے درمیان۔ (اللہ نے) فرمایا تو وہ زمین حرام (کر دی گئی) ہے ان پر چالیس برس تک سر مارتے پھریں گے زمین میں سو تو افسوس نہ کر نافرمان لوگوں پر۔

تفسیر: (اور وہ وقت بھی ذکر کے قابل ہے جب موسیٰ) علیہ السلام (نے اپنی قوم) یعنی بنی اسرائیل (کو) جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے تمہید کے طور پر (فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو کہ تم پر ہوا ہے، یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں بہت سے پیغمبر بنائے) جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام اور خود حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام اور کسی قوم میں پیغمبروں کا ہونا ان کا دنیوی اور دینی شرف ہے۔ یہ تو معنوی نعمت دی (اور) حسی نعمت یہ دی کہ (تم کو ملک والا بنایا) چنانچہ فرعون کے ملک پر تم قابض ہو چکے ہو (اور تم کو) بعض بعض (وہ چیزیں دی ہیں جو دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیں) جیسا تم کو دریا میں راستہ دیا اور تمہارے دشمن کو عجیب طریقے سے غرق کیا جس کے بعد تم کو ایک دم سے انتہائی ذلت و زحمت سے نکال کر انتہائی رفعت اور راحت میں پہنچا دیا۔ اس تمہید کے بعد پھر اصلی مقصود کے ساتھ ان کو خطاب فرمایا کہ (اے میری قوم) ان نعمتوں اور احسانوں کا تقاضا یہ ہے کہ تم کو جو اس جہاد کے متعلق حکم خداوندی ہوا ہے اس پر آمادہ ہو اور (اس مقدس ملک) یعنی شام کے دار الحکومت (میں) جہاں یہ عمالقہ حکمران ہیں جہاد کے ارادہ سے (داخل ہو کہ اللہ تعالیٰ نے) بشرط جہاد (تمہارے حصہ میں لکھ دیا ہے) اس لئے قصد کرتے ہی فتح ہو گی (اور پیچھے) وطن کی طرف (واپس مت چلو کہ پھر بالکل خسارہ میں پڑ جاؤ گے) دنیا میں بھی کہ سلطنت کی توسیع سے محروم رہو گے اور آخرت میں بھی کہ فریضہ جہاد کے ترک سے گنہگار رہو گے۔ (کہنے لگے اے موسیٰ وہاں تو بڑے بڑے زبردست آدمی) رہتے (ہیں۔ اور ہم تو وہاں ہرگز قدم نہ رکھیں گے جب تک کہ وہ) کسی طرح (وہاں سے نہ نکل جائیں ہاں اگر وہ وہاں سے

کہیں اور چلے جائیں تو ہم بے شک جانے کو تیار ہیں)۔ موسیٰ علیہ السلام کی بات کی تائید کے لئے (ان دو شخصوں نے) بھی (جو کہ) اللہ سے (ڈرنے والوں) یعنی متقیوں (میں سے تھے) اور (جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا تھا) کہ اپنے عہد پر ثابت رہے تھے۔ ان کم ہمتوں کو سمجھانے کے طور پر (کہا کہ تم ان پر) چڑھائی کر کے اس شہر کے (دروازہ تک تو چلو سو جس وقت تم دروازہ میں قدم رکھو گے اسی وقت غالب آجاؤ گے) مطلب یہ ہے کہ جلدی فتح ہو جائے گا، خواہ دشمن رعب سے بھاگ جائیں یا تھوڑا سی مقابلہ کرنا پڑے (اور اللہ پر نظر رکھو اگر تم ایمان رکھتے ہو) یعنی تم ان کی تنومندی پر نظر مت کرو۔ مگر ان لوگوں پر اس فہمائش کا کچھ بھی اثر نہیں ہوا بلکہ ان دو بزرگوں کو تو انہوں نے قابل خطاب بھی نہ سمجھا اور موسیٰ علیہ السلام سے بھی نہایت لاابالی پن اور گستاخی کے ساتھ (کہنے لگے کہ اے موسیٰ ہم تو) ایک بات کہہ چکے ہیں کہ ہم (ہرگز کبھی بھی وہاں قدم نہ رکھیں گے جب تک کہ وہ لوگ وہاں موجود ہیں۔ اور اگر ایسا ہی لڑنا ضروری ہے (تو آپ اور آپ کے اللہ میاں چلے جایئے اور دونوں) جا کر (لڑ بھڑ لیجئے ہم تو یہاں سے سرکتے نہیں۔ موسیٰ) علیہ السلام نہایت رنج اور پریشان ہوئے اور تنگ آکر (دعا کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار میں) کیا کروں ان پر کچھ بس نہیں چلتا (صرف اپنی جان پر اور اپنے بھائی پر) البتہ پورا (اختیار رکھتا ہوں تو آپ ہم دونوں) بھائیوں (کے اور اس نافرمان قوم کے درمیان) مناسب (فیصلہ فرما دیجئے) یعنی جس کی حالت کا جو تقاضا ہو وہ ہر ایک کے لئے تجویز فرما دیجئے (ارشاد ہوا) بہتر (تو) ہم یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ (یہ ملک چالیس برس تک ان کے ہاتھ نہ لگے گا) اور گھر بار بھی نصیب نہ ہوگا راستہ ہی نہ ملے گا (یوں ہی) چالیس برس تک (زمین میں سرمارتے پھریں گے) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ فیصلہ سنا جس کا وہم و گمان نہ تھا کیونکہ خیال یہ تھا کہ کوئی معمولی تنبیہ ہو جائے گی تو طبعی طور پر غمگین ہوئے۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ جب ان سرکشوں کے لئے ہم نے یہ تجویز کیا تو یہی مناسب ہے (سو آپ اس نافرمان قوم) کی اس حالت زار (پر) ذرا (غم نہ کیجئے)۔

فائدہ: بنی اسرائیل چالیس برس تک زمین کے ایک محدود حصہ میں حیران پریشان پھرتے رہے حتیٰ کہ قوم کے سب بڑے اسی میدان تیہ میں ہی وفات پا گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان سے پہلے حضرت ہارون علیہ السلام نے بھی اسی میدان میں وفات پائی۔ اس مدت میں لوگوں کی جو اولاد پیدا ہوئی اس نے نئے مقرر ہونے والے نبی حضرت یوشع بن نون کی سرکردگی میں جہاد کیا اور فتح نصیب ہوئی۔

سوال نمبر 1۔ جب اس میدان تیہ میں رہنا سزا کے طور پر تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور

حضرت ہارون علیہ السلام اس میں کیوں رکھے گئے خصوصاً جب کہ انہوں نے اللہ سے دعا بھی کی تھی کہ ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان تفریق کر دیجئے۔

جواب: اصل سزا تو دل کی تنگی اور پریشانی کی ہوتی ہے اور یہ بنی اسرائیل کے ساتھ خاص تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام اس سے محفوظ تھے۔ ان حضرات کا وہاں رہنا قوم کی ہدایت و اصلاح کے لئے تھا جو کہ انکا منصبی کام بھی تھا اور اسی میں ان کی راحت کا سامان بھی تھا۔ جیسے دوزخ کے اندر دوزخیوں کا ہونا سزا کے طور پر ہوتا ہے اور عذاب کے فرشتوں کا ہونا منصب اور کام کی وجہ سے ہوتا ہے انکا دل وہاں تنگ نہیں ہوتا۔

سوال نمبر 2: یہ بات عقل سے بعید ہے کہ دن میں سورج اور رات کو ستارے یہ آسمانی علامتیں ہوں اور خود زمین پر درخت اور پہاڑ وغیرہ زمینی علامتیں موجود ہوں اور پھر بھی بنی اسرائیل نکلنے کی راہ نہ پاسکیں۔ اگر کسی ستارہ ہی کی سیدھ باندھ کر چلتے بھی تو کبھی نکل ہی جاتے۔

جواب: علامتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے بھی دماغی صلاحیت چاہئے اور ان کی وہی صلاحیت قہر خداوندی سے ماؤف ہو گئی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی تائید اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے اس بارے میں ان کو حاصل نہ رہی تھی۔

سوال نمبر 3: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا میں صرف اپنے اور اپنے بھائی کا استثناء کیا حالانکہ دو سردار یعنی یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا بھی ان کے تابع فرمان تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان پر بھی اختیار حاصل تھا۔

جواب: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا تنگدلی میں کی تھی اور تنگدلی کے وقت الفاظ بھی تنگ اور مختصر نکلتے ہیں لیکن چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کا ذکر انہوں نے تابع فرمان ہونے کے اعتبار سے کیا تھا اس لئے از روئے دلالت تابع فرمان ہونے کی وجہ سے وہ دونوں حضرات بھی دعا میں شامل تھے۔

سوال نمبر 4: کتب اللہ لکم کے جو لوگ مخاطب تھے ان کو تو وہ ملک نہیں ملا اس سے خیال ہوتا ہے کہ وعدہ پورا نہ ہوا۔

جواب: اگر لکم میں مخاطب خاص اشخاص تھے یعنی جو اس وقت موجود تھے تب تو کتب اللہ لکم مشروط تھا جہاد کے ساتھ۔ جب جہاد کی شرط پوری نہ کی تو علاقہ بھی نہ ملا۔ اور اگر لکم سے مراد قوم ہے تو ان کی اولاد بھی قوم میں شامل ہے۔ ان کی اولاد کو وہ ملک مل گیا لہٰذا وعدہ پورا نہ ہونے کا خیال کسی صورت میں درست نہیں۔

چھپاؤں تا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو پتہ نہ چلے۔ اس وقت ایک کوے کے ذریعے اس کو دفن کا طریقہ بتایا گیا۔

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ

نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا
وَلَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ
اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ۝ لَىِٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ
اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ
الْعٰلَمِیْنَ ۝ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ
اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۝ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ
قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ فَبَعَثَ اللّٰهُ
غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ ؕ
قَالَ یٰوَیْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ
سَوْءَةَ اَخِیْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ۝

ترجمہ: اور تو پڑھ ان پر خبر آدم کے دو بیٹوں کی واقعیت کے ساتھ۔ جب نیاز دی دونوں نے کچھ نیاز تو قبول کی گئی ان میں سے ایک سے اور نہ قبول کی گئی دوسرے سے۔ کہا (دوسرے نے) میں ضرور قتل کروں گا تجھ کو۔ (پہلا) بولا البتہ قبول کرتا ہے اللہ پرہیزگاروں سے۔ اگر تو دراز کرے گا میری طرف اپنا ہاتھ تا کہ تو قتل کرے مجھ کو میں نہیں دراز کرنے والا اپنا ہاتھ تیری طرف تا کہ میں قتل کروں تجھ کو۔ بے شبہ میں ڈرتا ہوں اللہ سے (جو) پروردگار (ہے) سب جہان کا۔ میں چاہتا ہوں کہ تو لے میرے گناہ کے ساتھ اور اپنے گناہ کے ساتھ پھر ہو جائے تو دوزخ والوں میں سے اور یہی ہے سزا ظالموں کی۔ پھر راضی کیا اس (دوسرے) کو اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر پھر قتل کر ڈالا اس کو سو ہو گیا نقصان اٹھانے والوں میں سے۔ پھر بھیجا اللہ نے ایک کوا جو کریدتا تھا زمین کو تا کہ اس کو دکھلائے کس

طرح چھپائے لاش اپنے بھائی کی۔ بولا اے افسوس کیا میں عاجز ہوا (اس سے) کہ ہوں برابر اس کوے کے کہ میں چھپاؤں لاش اپنے بھائی کی پھر ہو گیا پچھتانے والوں میں سے۔

تفسیر: اور اے محمد ﷺ (آپ ان اہل کتاب کو) حضرت (آدم) علیہ السلام (کے دو بیٹوں کا) یعنی ہابیل و قابیل کا (قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنایئے) تا کہ ان کو اپنے اعمال کی قباحت محسوس ہو اور وہ قصہ اس وقت ہوا تھا (جب کہ دونوں نے) اللہ تعالیٰ کے نام کی (ایک ایک نیاز پیش کی اور ان میں سے ایک کی) یعنی ہابیل کی (تو مقبول ہو گئی اور دوسرے کی) یعنی قابیل کی (مقبول نہ ہوئی) کیونکہ جس معاملہ کے فیصلے کے لئے یہ نیاز چڑھائی گئی تھی اس میں ہابیل حق پر تھا اس لئے اس کی نیاز قبول ہو گئی، اور قابیل حق پر نہ تھا اس کی قبول نہ ہوئی اور اس طرح سے ہابیل کے حق پر ہونے کا فیصلہ ہوا جب (وہ دوسرا) یعنی قابیل اس میں بھی ہار اتو جھلا کر (کہنے لگا کہ میں تجھ کو ضرور قتل کروں گا، اس نے) یعنی ہابیل نے (جواب دیا) کہ تیرا ہارنا تو تیری ہی ناحق پرستی کی وجہ سے ہے میری کیا خطا، کیونکہ (خدا تعالیٰ متقیوں کا ہی عمل قبول کرتے ہیں) میں نے تو تقویٰ اختیار کیا اور خدا کے حکم پر رہا، خدا تعالیٰ نے میری نیاز قبول کی، تو نے تقویٰ چھوڑ دیا اور خدا کے حکم سے منہ موڑا تیری نیاز قبول نہیں کی، سو اس میں تیری خطا ہے یا میری؟ انصاف تو کر، لیکن اگر پھر بھی تیرا یہی ارادہ ہے تو تو جان، میں نے تو پختہ قصد کر لیا ہے کہ (اگر تو مجھ پر میرے قتل کرنے کے لئے دست درازی کرے گا تب بھی میں تجھ پر تیرے قتل کرنے کے لئے ہرگز دست درازی کرنے والا نہیں) کیونکہ (میں تو خدائے پروردگار عالم سے ڈرتا ہوں) کہ باوجودیکہ تجھے قتل کرنے کے جواز کا بظاہر ایک سبب موجود ہے، یعنی یہ کہ تو مجھ کو قتل کرنا چاہتا ہے، مگر اس وجہ سے کہ یہ جواز اب تک کسی صریح حکم الٰہی سے مجھے ثابت نہیں ہوا اس لئے اس کے ارتکاب کو احتیاط کے خلاف سمجھتا ہوں اور اس شبہ کی وجہ سے خدا سے ڈرتا ہوں اور یہ تیری ہی ہمت ہے کہ اس کے باوجود کہ مجھے قتل کرنے کا تیرے پاس کوئی جواز نہیں بلکہ مانع موجود ہے لیکن پھر بھی تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ (میں یوں چاہتا ہوں کہ) مجھ سے کوئی گناہ کا کام نہ ہو گو تو مجھ پر کتنا ہی ظلم کیوں نہ کرے جس سے کہ (تو میرے گناہ اور اپنے گناہ سب اپنے سر رکھ لے، پھر تو دوزخیوں میں شامل ہو جائے اور یہی سزا ہوتی ہے ظلم کرنے والوں کی۔ سو) ویسے تو قابیل پہلے ہی سے قتل کا ارادہ کر چکا تھا یہ جو سنا کہ ہابیل مدافعت بھی نہ کرے گا، تو بجائے اس کے کہ نرم ہو جاتا مزید بے فکر ہو کر اور بھی (اس کے جی نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا) پھر (آخر اس کو قتل ہی کر ڈالا جس سے) کمبخت (بڑے نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو گیا) دنیا میں تو یہ نقصان کہ اپنا

بھائی جو اپنا قوت بازو اور راحت روح تھا اس کو گم کر بیٹھا، اور آخرت میں یہ نقصان کہ سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔ جب قتل سے فارغ ہوا تو اب حیران ہے کہ لاش کو کیا کروں جس سے یہ راز پوشیدہ رہے اور اب تک کسی کی وفات نہ ہوئی تھی کہ دفن کا طریقہ معلوم ہوتا۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا تو (پھر) آخر (اللہ تعالیٰ نے ایک کوا) وہاں (بھیجا کہ وہ) چونچ اور پنجوں سے (زمین کو کھودتا تھا) اور کھود کر ایک دوسرے کوے کو کہ وہ مرا ہوا تھا اس گڑھے میں دھکیل کر اس پر مٹی ڈالتا تھا (تا کہ وہ) کوا (اس) قابیل (کو تعلیم کر دے کہ اپنے بھائی) ہابیل (کی لاش کو کس طریقے سے چھپائے)۔ قابیل یہ واقعہ دیکھ کر اپنے جی میں بڑا ذلیل ہوا کہ مجھ کو کوے کے برابر بھی فہم نہیں اور انتہائی حسرت سے (کہنے لگا کہ افسوس میری حالت پر کیا میں اس سے بھی گیا گذرا کہ اس کوے ہی کے برابر ہوتا اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا سو) اس بد حالی پر (بڑا شرمندہ ہوا)۔

فائدہ: منقول ہے کہ اس کے بعد قابیل کی عقل مسخ ہوگئی اور وہ مخبوط الحواس ہوگیا اور اسی پریشانی و بدحواسی میں مرگیا۔ یہ حالت بھی خسران دنیا کی ہے اور خسران آخرت کی ایک اور صورت حدیث میں مذکور ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت تک جتنے بھی ناحق قتل ہوتے ہیں قاتل کے برابر اس کا گناہ اس (قابیل) کے نامہ اعمال میں بھی اس کے بانی قتل ہونے کی وجہ سے لکھا جاتا ہے (بخاری و مسلم)

2: ہابیل کے قول کہ "میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں" اس میں جو بات بتائی گئی ہے اس کے متعلق اسلامی شریعت میں یہ حکم ہے کہ اگر کوئی شخص مثلاً خالد زید کو قتل کرنا چاہے اور زید قوی قرائن سے سمجھے کہ میں خود خالد کو قتل کئے بغیر بچ نہیں سکتا تو زید کے لئے خالد کو قتل کرنا جائز ہے اور اگر مدافعت میں زید مارا جائے تو وہ شہید ہوگا اور اگر زید بالکل مدافعت نہ کرے اور مارا جائے تو یہ بھی جائز ہے بلکہ ابوداؤد اور ترمذی میں موجود حدیث کی رو سے اس کا افضل ہونا ثابت ہے۔ البتہ جہاں انتقام و مدافعت میں اسلامی مصلحت وضرورت ہو وہاں مدافعت وانتقام واجب ہے جیسے کافروں اور باغیوں سے لڑائی کرنا اور حدود وقصاص جاری کرنا۔

3۔ ہابیل نے جو یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کا عمل قبول کرتے ہیں اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ ہابیل نے اپنے آپ کو متقیوں میں شمار کیا ہے حالانکہ اپنے آپ کو اچھا کہنے کی ممانعت آئی ہے فلا تزکّوا انفسکم اپنے آپ کو پاکیزہ نہ کہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہابیل کا یہ کہنا فخر کے طور پر نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کے بیان کے

طور پر تھا اور وہ بھی اس ضرورت سے کہ نیاز کی قبولیت کا سبب بتانا مقصود تھا۔

4- ہابیل کا یہ کہنا کہ میرا گناہ بھی تیرے ہی اوپر رہے تو اس کی وجہ حدیث میں وارد یہ مضمون ہے کہ قیامت کے دن مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈالے جائیں گے کہ ظالم کا عذاب سخت اور مظلوم کا ہلکا ہو جائے۔

5- آخر میں جو قابیل کی ندامت مذکور ہے یہ ندامت قتل پر نہیں تاکہ توبہ کا شبہ ہو بلکہ قتل کے بعد جو اپنے نقصانات دیکھے مثلاً نعش کے دفن ہونے میں حیران ہونا اور کوے کی تعلیم کا محتاج ہونا اور بدحواس ہونا اور آدم علیہ السلام کا ناراض ہونا ان پر نادم ہوا۔ اور اگر قتل ہی پر ندامت ہو تب بھی توبہ کا شبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ندامت توبہ نہیں ہوتی بلکہ وہ ندامت جس کے بعد معذرت اور تدارک کی فکر ہو اور آئندہ نہ کرنے کا عزم ہو وہ توبہ ہوتی ہے جب کہ قابیل کی ندامت میں ایسی کوئی بات نہ ہوئی اس کی ندامت محض طبعی تھی جو عقلی تقاضے سے تھی دین و شریعت کا اس میں کچھ دخل نہ تھا۔

بارہواں حکم قتل ناحق کی حرمت

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ

كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝

ترجمہ: اسی سبب سے لکھا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بغیر عوض جان کے یا بغیر فساد کرنے کے زمین میں تو گویا قتل کر ڈالا اس نے سب لوگوں کو اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو تو گویا زندہ کر دیا سب لوگوں کو اور لا چکے ہیں ان کے پاس ہمارے رسول کھلے ہوئے حکم۔ پھر بہت لوگ ان میں سے اس پر بھی زمین میں دست درازی کرتے ہیں۔

تفسیر: (اسی) واقعہ کی (وجہ سے) جس سے قتل ناحق کے مفاسد ثابت ہوتے ہیں (ہم نے) تمام انسانوں پر عموماً اور (بنی اسرائیل پر) خصوصاً (یہ) حکم (لکھ دیا) یعنی مقرر کر دیا (کہ) قتل ناحق اتنا بڑا گناہ ہے کہ (جو کوئی کسی شخص کو) ناحق مقتول ہونے والے شخص کی (جان کے عوض کے بغیر

یا کسی) شرو (فساد کے بغیر جو زمین میں اس سے پھیلا ہو) خواہ مخواہ (قتل کر ڈالے تو) اس کو ایسا گناہ ہو گا کہ (گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا) کیونکہ ایک کے ناحق قتل کرنے سے دوسرے بھی اس جرم پر دلیر ہوتے ہیں۔ تو اس حیثیت سے جو شخص ایک کو قتل کر کے بدامنی کی جڑ قائم کرتا ہے گویا وہ سب انسانوں کے قتل اور بدامنی کا دروازہ کھولتا ہے۔ اور یہ دو قیدیں کہ قتل بلا عوض جان ہو اور بلا کسی شرو فساد پھیلانے کے ہو اس لئے لگائیں کہ قصاص میں قتل کرنا جائز ہے، اسی طرح جو اور قتل کے دوسرے اسباب سے بھی جیسے راہزنی جو آگے مذکور ہے اور کفر حربی جس کا ذکر احکام جہاد میں آچکا ہے قتل کرنا جائز بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے (اور) یہ بھی لکھ دیا تھا کہ جیسے ناحق قتل کرنا گناہ عظیم ہے، اسی طرح کسی کو ناحق قتل سے بچا لینا اس میں ثواب بھی ایسا ہی عظیم ہے کہ (جو شخص کسی شخص کو بچا لے تو) اس کو ایسا ثواب ملے گا کہ (گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچا لیا) کیونکہ وہ اپنے عمل سے سارے انسانوں کے بچانے اور مامون کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔ یہاں ناحق کی قید اس لئے لگائی کہ جس شخص کا قتل شرعاً واجب ہو اس کی امداد یا سفارش حرام ہے (اور بنی اسرائیل کے پاس) اس مضمون کے لکھ دینے کے بعد (ہمارے بہت سے پیغمبر بھی) نبوت کے (واضح دلائل لے کر آئے) اور وقتاً فوقتاً اس مضمون کی تاکید کرتے رہے (مگر پھر اس) تاکید و اہتمام (کے بعد بھی بہت سے ان میں سے دنیا میں زیادتی کرنے والے ہی رہے) اور ان پر کچھ اثر نہ ہوا حتیٰ کہ بعض نے خود ان انبیاء ہی کو قتل کر دیا۔ بہت سے اس لئے فرمایا کہ بعض مطیع و فرمانبردار بھی تھے۔

تیرھواں حکم: راہزنی کی حد

إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓا۟ أَوْ يُصَلَّبُوٓا۟ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِى ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٣٣﴾ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُوا۟ مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا۟ عَلَيْهِمْ ۖ فَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٤﴾

ترجمہ: محض سزا ہے ان کی جو لڑتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور کوشش کرتے ہیں زمین میں فساد کرنے کی کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی چڑھائے جائیں یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے یا نکال دیئے جائیں زمین سے۔ یہ ان کے

لئے رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ مگر جن لوگوں نے توبہ کی اس سے پہلے کہ تم قابو پاؤ ان پر تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر: (جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ (سے لڑتے ہیں اور) اس کی صورت یہ ہے کہ (ملک میں فساد) یعنی بدامنی (پھیلاتے پھرتے ہیں) یہاں ملک میں فساد اور بدامنی سے مراد ایسے شخص پر ڈکیتی اور رہزنی ہے جس کو اللہ نے بذریعہ رسول اللہ ﷺ اپنے شرعی قانون سے امن دیا ہو یعنی مسلمان بھی اور ذمی بھی۔ اس کو اللہ اور رسول ﷺ سے لڑنا اس لئے کہا گیا ہے، کہ اس نے اللہ کے دیئے ہوئے امن کو توڑا، اور چونکہ رسول ﷺ کے ذریعہ سے اس کا ظہور ہوا اس لئے رسول کا تعلق بھی بڑھا دیا۔ غرض جو لوگ ایسی حرکت کرتے ہیں (ان کی یہی سزا ہے کہ) ایک حالت میں تو (قتل کئے جائیں) وہ حالت یہ ہے کہ ان رہزنوں نے کسی کو صرف قتل کیا ہو اور مال لینے کی نوبت نہ آئی ہو (یا) اگر دوسری حالت ہوئی ہو تو (سولی دیئے جائیں) یہ وہ حالت ہے کہ انہوں نے مال بھی لیا ہو اور قتل بھی کیا ہو (یا) اگر تیسری حالت ہوئی ہو تو (ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے) یعنی داہنا ہاتھ بایاں پاؤں (کاٹ دیئے جائیں) یہ وہ حالت ہے کہ صرف مال لیا قتل نہ کیا ہو (یا) اگر چوتھی حالت ہوئی ہو تو (زمین) پر آزادانہ آباد رہنے (سے نکال) کر جیل میں بھیج (دیئے جائیں) یہ وہ حالت ہے کہ نہ مال لیا ہو نہ قتل کیا ہو کچھ کرنے سے پہلے ہی گرفتار ہو گئے ہوں۔ (یہ) مذکورہ سزا تو (ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی) اور ذلت (ہے، اور ان کو آخرت میں) جو (عذاب عظیم ہوگا) سو وہ الگ ہے (ہاں مگر جو لوگ قبل اس کے کہ تم ان کو گرفتار کرو توبہ کر لیں تو) اس حالت میں (جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ) اپنے حقوق (بخش دیں گے) اور توبہ قبول کرنے میں (مہربانی فرمائیں گے)۔ مطلب یہ کہ اوپر جو سزا مذکور ہوئی ہے وہ حد اور حق اللہ کے طور پر ہے جو کہ بندہ کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتی قصاص اور حق العبد کے طور پر نہیں جو کہ بندہ کے معاف کرنے سے معاف ہو جاتا ہے، پس جب گرفتاری سے پہلے ان لوگوں کا تائب ہونا ثابت ہو جائے تو حد ساقط ہو جائے گی جو کہ حق اللہ تھا، البتہ حق العبد باقی رہے گا، پس اگر مال لیا ہوگا اس کا تاوان دینا ہوگا اور اگر قتل کیا ہوگا تو اس کا قصاص لیا جائے گا، لیکن اس تاوان و قصاص کے معاف کرنے کا حق صاحب مال کو اور مقتول کے ولی کو حاصل ہوگا۔

چودھواں حکم: طاعات و جہاد کا حکم اور معاصی سے نہی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ اور جہاد کرو اس کی راہ میں شاید کہ تم کامیاب ہو جاؤ

تفسیر: (اے ایمان والوں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو) لیکن یہ ڈر ایسا نہیں جیسے آدمی سانپ بچھو یا شیر سے ڈر کر بھاگتا ہے بلکہ اس بات سے ڈرو کہ کہیں اس کی نافرمانیاں کر کے اس کی خوشنودی اور رحمت سے دور نہ جا پڑو لہٰذا معاصی و نافرمانیوں سے بچتے رہو (اور) اس کی ناخوشی اور دوری سے ڈر کر (خدا تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو)۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے وسیلہ کا مطلب قرب بتایا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی چیز سے قریب اس وقت ہو سکتے ہو جب اس تک پہنچانے والا درمیانی راستہ طے کرلو اور قرب خداوندی تک کا درمیانی راستہ طاعات کرنے کا ہے۔ تو ضروری طاعات کے پابند رہو (اور) طاعات میں سے بالخصوص (اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا کرو امید ہے کہ) اس طریق سے (تم) پورے (کامیاب ہو جاؤ گے) اور اصل کامیابی تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا حاصل ہونا اور دوزخ سے نجات ہے۔

ربط: اوپر طاعات کا امر اور معاصی سے نہی تھی۔ طاعات میں سے سب سے بڑا عمل ایمان ہے اور معاصی میں سے سب سے بدتر عمل کفر ہے۔ اگرچہ مذکورہ بالا عام عنوان میں ایمان کا امر اور کفر سے نہی بھی شامل ہے لیکن اہتمام شان کے لئے تخصیص کے ساتھ کفر کا ضرر بتاتے ہیں جس سے ایمان کا نفع بھی خود معلوم ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں اب یہ ثابت کرنا بھی مقصود ہے کہ اصل وسیلہ طاعات ہیں۔ طاعات کے بغیر دنیا بھر کے خزانے بھی وسیلہ نہیں بن سکتے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٣٦﴾ يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٧﴾

ترجمہ: بلاشبہ جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس ہو جو کچھ زمین میں ہے سارا اور اس کی مثل اس کے ساتھ اور ہو تاکہ بدلہ میں دیں اس کو قیامت کے دن کے عذاب سے تو نہیں قبول کیا جائے گا ان سے اور ان کے واسطے عذاب دردناک ہے۔ چاہیں گے کہ نکل جائیں آگ سے اور نہیں وہ نکلنے والے اس سے اور ان کے لئے عذاب دائمی ہے۔

ترجمہ: پھر جس نے توبہ کی بعد اپنے ظلم کے اور اصلاح کی تو بلاشبہ اللہ توجہ کرتا ہے اس پر۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

تفسیر: (پھر جو شخص) اگرچہ چوری میں اس کا ہاتھ کاٹا جاچکا ہو شرعی قاعدہ کے موافق (توبہ کرلے اپنی اس زیادتی) یعنی چوری (کرنے کے بعد) جس میں یہ بھی شامل ہے کہ جس کا مال ناحق لیا ہے وہ اس کے مالک کو واپس کرے یا اس سے معاف کرائے (اور) آئندہ کے لئے (اعمال کی درستی رکھے) یعنی چوری وغیرہ نہ کرے اور اپنی توبہ پر قائم رہے (تو بے شک اللہ تعالیٰ اس) کے حال (پر) رحمت کے ساتھ (توجہ فرمائیں گے) کہ توبہ سے پچھلا گناہ معاف فرمادیں گے اور توبہ پر استقامت سے مزید عنایت فرمائیں گے (بے شک خدا تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں) کہ اس کا گناہ معاف کردیتے ہیں (بڑی رحمت والے ہیں) کہ آئندہ بھی مزید عنایت فرماتے ہیں۔

ربط: اللہ تعالیٰ حکمت والے ہیں اور اوپر مذکور سزاؤں کو حکمت ہی سے تجویز فرمایا ہے لوگوں کو انصاف سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت میں غور کرنے سے پہلے یہ سزائیں بہت ہی سخت اور نوعِ انسانی کی شرافت سے بعید معلوم ہوسکتی تھیں اس لئے آگے اللہ تعالیٰ اپنا مالک حقیقی اور قادر حقیقی ہونا بیان فرماتے ہیں اور عذاب کے ساتھ مغفرت کا ذکر کرکے بتاتے ہیں کہ ہم صرف عذاب ہی نہیں دیتے بلکہ معاف بھی کرتے ہیں مگر جو جس کے لائق ہو۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

ترجمہ: کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے واسطے ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی عذاب کرے جس کو چاہے اور بخشے جس کو چاہے اور اللہ سب چیز پر قادر ہے۔

تفسیر: اے مخاطب (کیا تم نہیں جانتے) یعنی سب ہی جانتے ہیں (کہ اللہ ہی کے لئے ثابت ہے حکومت سب آسمانوں کی اور زمین کی) تو اتنے بڑے اور عظمت وجلال والے بادشاہ کے حکم کی نافرمانی کوئی چھوٹی بات ہے اور کیا وہ نوعِ انسانی کی شرافت سے بعید نہیں اس پر وہ جو بھی سزا دے بجا ہے۔ پھر سزا دینے میں بھی وہ پوری طرح بااختیار ہے چاہے تو دے چاہے نہ دے لہٰذا (وہ جس کو چاہیں سزا دیں اور جس کو چاہیں معاف کردیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے)۔

ربط: اس سے پہلے بھی یہود ونصاریٰ کی کچھ قباحتیں ذکر ہوئیں۔ اب تو راہزنی اور چوری کی حدود ذکر ہوئیں تو ان کی مناسبت سے یہود کی یہ قباحت کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود یعنی سزاؤں

میں تحریف کرتے تھے اس کو ذکر فرمایا۔ قصہ یہ ہوا کہ یہود مدینہ کے کچھ لوگوں کے ہاتھوں یہود کے دوسرے لوگوں کا ایک شخص مارا گیا۔ سابقہ زمانہ کے رواج کے مطابق قاتل نے خون بہا کم دینا چاہا لیکن مقتول کے لوگوں نے یہ خیال کر کے کہ اب اسلامی حکومت ہے اور سابقہ زمانہ کی مجبوریاں نہیں رہیں لہٰذا پورا خون بہا لینا چاہا اور رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کرانے کا مطالبہ کیا۔ چونکہ قاتل کے لوگ سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ حق فیصلہ کریں گے اس لئے مطالبہ منظور کرنے سے پہلے چند منافقوں کو نبی ﷺ کی خدمت میں اس مسئلہ کے تجسس میں بھیجا کہ پہلے کسی طور پر تذکرہ کر کے آپ کی رائے معلوم کرنی چاہئے۔ اگر ہمارے موافق ہو تو مقتول کے لوگوں کا رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کرانے کا مطالبہ منظور کریں ورنہ منظور نہ کریں۔ غرض وہ منافق اس مقصد سے حاضر ہوئے۔ دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ فدک کے یہود میں سے ایک مرد وعورت نے زنا کیا۔ شریعت موسوی میں اگر دونوں کنوارے نہ ہوں تو رجم کا حکم تھا مگر یہود نے اس حد یعنی رجم کو چھوڑ کر اس کی جگہ اپنی طرف سے ہلکی سزا مقرر کر لی تھی۔ ان لوگوں نے مجرم کو مدینہ کی طرف بھیجا اور مدینہ کے یہود کو لکھا کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھو۔ اگر وہ رجم کا حکم دیں تو عمل نہ کرنا اور اگر ہمارے طریقے کے موافق ہلکی سزا بتائیں تو اس پر عمل کر لینا۔

نبی ﷺ کے پاس بھیجنے میں ان کا مقصد یہ بھی تھا کہ اسلامی شریعت میں بہت سے احکام آسان دیئے گئے ہیں اور ان باتوں میں بھی ہو سکتا ہے کوئی آسان حکم آ گئے ہوں تو اپنا کام بھی بن جائے اور نبی ﷺ کی نبوت کے قائلین کے سامنے یہ کہیں کہ یہ بھی تو آخر ایک نبی کا فیصلہ ہے اور جو قائل نہیں ان کے سامنے کہیں گے کہ یہ حاکم کا فیصلہ ہے کیونکہ آپ ﷺ کو حکومت بھی حاصل تھی۔ چونکہ یہود کی یہ ساری حرکتیں موجب رنج تھیں اس لئے شروع ہی میں تسلی بھی فرما دی۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ

لَا يَحْزُنكَ ٱلَّذِينَ يُسَٰرِعُونَ فِى ٱلْكُفْرِ مِنَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓا۟ ءَامَنَّا بِأَفْوَٰهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوبُهُمْ ۛ وَمِنَ ٱلَّذِينَ هَادُوا۟ ۛ سَمَّٰعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّٰعُونَ لِقَوْمٍ ءَاخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ ۖ يُحَرِّفُونَ ٱلْكَلِمَ مِنۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهِۦ ۖ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَٱحْذَرُوا۟ ۚ وَمَن يُرِدِ ٱللَّهُ فِتْنَتَهُۥ فَلَن

تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۚۖ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: اے رسول نہ غمگین کریں تجھ کو وہ لوگ جو دوڑ کر گرتے ہیں کفر میں ان لوگوں میں سے جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اپنے منہ سے حالانکہ یقین نہیں کیا ان کے دلوں نے اور ان لوگوں میں سے جو یہودی ہیں۔ سننے کے عادی ہیں غلط بات کے، کان دھرنے والے ہیں دوسری جماعت کے لئے جو نہیں آئی تیرے پاس، بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کے (اصل) مواقع سے۔ کہتے ہیں اگر دیئے جاؤ تم یہ حکم تو قبول کر لینا اس کو اور اگر تم نہ دیئے جاؤ یہ حکم تو بچنا۔ اور وہ شخص کہ ارادہ کرے اللہ جس کی گمراہی کا تو ہرگز تو قدرت نہیں رکھتا اس کے لئے اللہ کے مقابلہ میں کچھ بھی۔ یہ وہی لوگ ہیں نہ چاہا اللہ نے کہ پاک کرے ان کے دلوں کو، ان کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

تفسیر: (اے رسول) ﷺ (جو لوگ کفر) کی باتوں (میں دوڑ دوڑ کر گرتے ہیں) یعنی بے تکلف رغبت سے ان باتوں کو کرتے ہیں (آپ کو وہ مغموم نہ کریں) یعنی آپ ان کے کفریات سے غم میں مبتلا نہ ہوں (خواہ وہ) یہود کے (ان لوگوں میں سے ہوں جو اپنے منہ سے تو) جھوٹ موٹ (کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل یقین) یعنی ایمان (نہیں لائے) مراد منافقین ہیں جو کہ پہلے واقعہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ (اور خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو کہ) کھلے (یہودی ہیں) جیسا کہ دوسرے واقعہ میں یہ لوگ حاضر ہوئے تھے۔ (یہ) دونوں قسم کے (لوگ) پہلے سے دین کے بارے میں اپنے علماء سے جو توریت میں تحریف کرتے ہیں (غلط باتیں سننے کے عادی ہیں) اور انہی غلط باتوں کی تائید کی جستجو میں یہاں آکر (آپ ﷺ کی باتیں دوسری جماعت کی خاطر سے خوب کان لگا لگا کر سنتے ہیں، اس دوسری جماعت کے لوگوں کے یہ حالات ہیں کہ) ایک تو (وہ آپ کے پاس) فرط تکبر و عداوت سے خود (نہیں آئے) بلکہ دوسروں کو بھیجا، اور دوسروں کو بھیجا بھی تو طلب حق کے لئے نہیں بلکہ اس غرض سے کہ شاید اپنے تحریف کئے ہوئے احکام کے موافق کوئی بات مل جائے کیونکہ (وہ کلام) الٰہی (کو بعد اس کے کہ وہ) کلام (اپنے) صحیح (موقع پر) قائم (ہوتا ہے) یعنی بالکل حق کے مطابق ہوتا ہے لفظ اور معنی دونوں طرح سے (بدلتے رہتے ہیں) چنانچہ اسی عادت کے موافق خوں بہا اور رجم کے حکم کو بھی اپنے اختراعی طریقے سے بدل دیا، پھر اس خیال سے کہ شاید شریعت محمدیہ ﷺ سے اس طریقہ کو سہارا مل جائے یہاں اپنے جاسوسوں کو

بھیجا، تیسرے صرف یہی نہیں کہ اپنے تحریف شدہ طریقہ کے موافق بات کی تلاش ہی تک رہتے بلکہ
مزید یہ ہے کہ جانے والوں سے (کہتے ہیں کہ اگر تم کو) وہاں جا کر (یہ) تحریف شدہ (حکم ملے تب تو
اس کو قبول کرلینا) یعنی اس کے موافق عملدرآمد کرنے کا اقرار کرلینا (اور اگر تم کو یہ (تحریف شدہ)
حکم نہ ملے تو) اس کے قبول کرنے سے (احتیاط رکھنا)۔ پس اس بھیجنے والی جماعت میں جن کی جاسوسی
کرنے یہ لوگ آتے ہیں چند خرابیاں ہوئیں، اول تکبر و عداوت جو سبب ہے خود حاضر نہ ہونے کا،
دوسرے طلب حق نہ ہونا بلکہ حق کی تحریف کرکے اس کی تائید کی فکر ہونا، تیسرے اوروں کو بھی قبول حق
سے روکنا۔ یہاں تک آنے والوں اور بھیجنے والوں کی الگ الگ مذمت تھی، آگے ان سب کی مذمت
ہے (اور) اصل یہ ہے کہ (جس کا خراب) اور گمراہ (ہونا خدا ہی کو منظور ہو) اگرچہ گمراہی کی تخلیق اس
کے گمراہ ہونے کے عزم گمراہی کے بعد ہوتی ہے (تو اس کے لئے اللہ سے) اے عام مخاطب (تیرا کچھ زور
نہیں چل سکتا) کہ اس گمراہی کو نہ پیدا ہونے دے، یہ تو ایک عام قاعدہ ہوا اب یہ سمجھو کہ (یہ لوگ
ایسے) ہی (ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ان کے دلوں کا) کفریات سے (پاک کرنا منظور نہیں ہوا) کیونکہ یہ عزم
ہی نہیں کرتے، اس لئے اللہ تعالیٰ کفریات سے ان کے دلوں کو پاک نہیں فرماتے بلکہ ان کے گمراہی
کے عزم کی وجہ سے اللہ کی تخلیق میں بھی ان کا خراب ہی ہونا منظور ہے، پس مذکورہ قاعدہ کے موافق
کوئی شخص ان کو ہدایت نہیں کرسکتا، مطلب یہ ہے کہ جب یہ خود خراب رہنے کا عزم رکھتے ہیں اور عزم
کے بعد گمراہ ہونے کے فعل کی تخلیق عادت الٰہیہ ہے، اور تخلیق الٰہی کو کوئی روک نہیں سکتا پھر ان کے
ہدایت پر آنے کی کیا توقع کی جائے، اس مضمون سے بھی رسول اللہ ﷺ کو زیادہ تسلی ہو سکتی تھی کیونکہ
پریشانی اس بات سے ہوتی ہے کہ کہیں ہم سے بات کو سمجھانے میں کمی نہ ہو رہی ہو۔ جب یہ معلوم ہو
جائے کہ یہ لوگ ہی بد باطن ہیں تو پھر آدمی ان کی باتوں سے زیادہ اثر نہیں لیتا۔ پس کلام کا آغاز و
انجام تسلی کے مضمون سے ہوا، آگے ان کے اعمال کا ثمرہ بتاتے ہیں کہ (ان) سب لوگوں (کے لئے
دنیا میں رسوائی ہے، اور آخرت میں ان) سب (کے لئے سزائے عظیم ہے) یعنی دوزخ، چنانچہ
منافقین کی یہ رسوائی ہوئی کہ مسلمانوں کو ان کا نفاق معلوم ہو گیا، اور سب ذلت سے دیکھتے تھے اور یہود
کے قتل و قید و جلاوطنی کا ذکر روایات میں مشہور ہے اور آخرت میں عذاب ہونا تو ظاہر ہی ہے۔

ربط اوپر یہود کے جو اوصاف ذمیمہ ذکر ہوئے ان کا حاصل دو بنیادی وصف تھے۔ ایک نبی
ﷺ کی خدمت میں آنے والوں کا وصف یعنی سمّٰعون للکذب (غلط باتوں کے سننے کے عادی)۔
یہ وصف یہود کے عوام پر غالب تھا یعنی وہ غلط مسئلے خوشی سے سن لیتے تھے۔ دوسرا نبی ﷺ کی خدمت
میں نہ آنے والوں کا وصف یعنی یحرفون الکلم (کلام الٰہی میں تحریف کرنا) یہ وصف یہود کے علماء

میں پایا جاتا تھا یعنی وہ غلط مسئلے بتاتے تھے۔ باقی اوصاف ان ہی دو وصفوں کے تابع تھے۔

عوام کا وصف کہ غلط مسئلے خوشی سے سنتے ہیں چونکہ ان سے مستبعد نہیں ہے اس لئے کسی کو ان کے وصف کی علت اور وجہ جاننے کی جستجو نہیں ہوتی البتہ علماء کا وصف کہ وہ غلط مسئلے بتاتے ہیں ان سے مستبعد ہے کیونکہ ان کے بارے میں ذہنوں میں تصور ہوتا ہے کہ وہ خدا کے حکموں پر خوب عمل کرنے والے ہوتے ہیں اس لئے کہ اصل علم تو عمل سے ہوتا ہے۔ پھر جب کسی عالم کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ جانتے بوجھتے غلط مسئلے بتاتا ہے تو جستجو ہوتی ہے کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے۔ اس لئے آگے عوام کے وصف کی تو مختصراً تکرار ہی کی ہے البتہ علماء کے وصف کی علت کی تحقیق فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ان میں دنیوی نفع کی حرص ہے گو حرام طریقے ہی سے ہو۔ اور غلط مسئلے بتانے سے کمائی خوب ہوتی ہے اس لئے ان کو غلط مسئلے بتانے اور کلام الٰہی میں تحریف کرنے کی عادت پڑ گئی ہے۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۭ فَاِنْ جَاۗءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (۴۲)

ترجمہ: سننے کے عادی ہیں غلط بات کے، بڑے کھانے والے ہیں حرام کے۔ سو اگر آئیں وہ تیرے پاس تو تو فیصلہ کر دے ان کے مابین یا منہ پھیر لے ان سے۔ اور اگر تو منہ پھیر لے گا ان سے تو وہ ہرگز ضرر نہ پہنچا سکیں گے تجھ کو کچھ بھی اور اگر تو فیصلہ کرے تو فیصلہ کر ان میں انصاف سے بے شک اللہ محبوب رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو۔

تفسیر: (یہ لوگ) دین کے بارے میں (غلط باتوں کے سننے کے عادی) ہیں جیسا پہلے آ چکا (بڑے حرام) مال (کے کھانے والے ہیں) اسی حرص نے ان کو احکام میں غلط بیانی کا جس کے عوض کچھ نذرانہ وغیرہ ملتا ہے عادی بنا دیا، جب ان لوگوں کی یہ حالت ہے (تو اگر یہ لوگ) اپنا کوئی مقدمہ لے کر (آپ کے پاس) فیصلہ کرانے (آئیں تو) آپ مختار ہیں (خواہ آپ ﷺ (ان) کے معاملہ (میں فیصلہ کر دیجئے یا ان کو ٹال دیجئے۔ اور اگر آپ ﷺ) کی یہی رائے قرار پائے کہ آپ ﷺ (ان کو ٹال ہی دیں تو) یہ اندیشہ نہ کیجئے کہ شاید ناراض ہو کر عداوت نکالیں کیونکہ (ان کی مجال نہیں کہ آپ کو ذرا بھی ضرر پہنچا سکیں) کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے نگہبان ہیں (اور اگر) فیصلہ

کرنے پر راضی قرار پائے اور (آپ فیصلہ کریں تو ان میں عدل) یعنی قانون اسلام (کے موافق فیصلہ کیجئے) کیونکہ قانون اسلام سراسر عدل پر مبنی ہے جب کہ کوئی اور قانون عدل میں اسلامی قانون کا مقابلہ نہیں کر سکتا (بیشک حق تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں) پس وہی لوگ محبوب ہوں گے جو قانون اسلام کے موافق فیصلہ کریں۔

ربط: اوپر ذکر ہوا تھا کہ آپ ﷺ کے پاس یہود کا کوئی مسئلہ یا فیصلہ لے کر آنا حق معلوم کرنے کی غرض سے نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد اپنی مرضی کے موافق کوئی آسان بات حاصل کرنا ہے۔ آگے اس کی دلیل لاتے ہیں کہ کسی شخص کا اپنی ایسی کتاب کو جس پر وہ ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتا ہو چھوڑ کر ایسے شخص کے پاس جس کے دعوائے نبوت سے وہ منکر ہو کوئی فیصلہ یا مسئلہ لانا نہایت عجیب ہے کیونکہ کوئی شخص بے مطلب سچے دل سے ایسا نہیں کر سکتا۔ غرض اپنا مطلب نکالنے کو آتے ہیں جس کی کھلی دلیل یہ ہے کہ اگر اپنے مطلب کی بات نہ ملی تو اس پر عمل بھی نہیں کیا۔

وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ: اور کس طرح وہ منصف بناتے ہیں تجھ کو حالانکہ ان کے پاس تو توریت جس میں حکم ہے اللہ کا پھر پھرے جاتے ہیں اس کے بعد، اور وہ (ہرگز) ماننے والے نہیں ہیں۔

تفسیر: (اور) تعجب کی بات ہے کہ (وہ) دین کے معاملہ میں (آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس توراۃ) موجود (ہے، جس میں اللہ کا حکم) لکھا (ہے) جس کے ماننے کا ان کو دعویٰ ہے، اول تو یہی بات بعید ہے (پھر) یہ تعجب اس سے اور پختہ ہو گیا کہ (اس) مقدمہ لانے (کے بعد) جب آپ ﷺ کا فیصلہ سنتے ہیں تو اس فیصلے سے بھی (ہٹ جاتے ہیں) یعنی اول تو اس حالت میں آپ کے پاس معاملہ لانے ہی سے تعجب ہوتا تھا، لیکن خیال ہو سکتا تھا کہ شاید آپ کا حق پر ہونا ان پر واضح ہو گیا ہو اس لئے آگئے ہوں، لیکن جب اس فیصلہ کو نہ مانا تو وہ تعجب پھر تازہ ہو گیا کہ اب تو وہ احتمال بھی نہ رہا، پھر کیا بات ہوگی جس کے واسطے یہ معاملہ لاتے ہیں (اور) اسی سے ہر عقلمند کو اندازہ ہو گیا کہ (یہ لوگ ہرگز اعتقاد والے نہیں) یہاں اعتقاد سے نہیں آئے اپنا مطلب نکالنے کے واسطے آئے تھے۔ اور جب فیصلہ کو نہ ماننا عدم اعتقاد کی دلیل ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جیسے

حضرت محمد ﷺ کے ساتھ ان کو اعتقاد نہیں اسی طرح اپنی کتاب کے ساتھ بھی پورا اعتقاد نہیں ورنہ اس کو چھوڑ کر کیوں آتے۔ غرض نہ تو ان کا نبی ﷺ پر اعتقاد ہے اور نہ ہی تورات پر انکا اعتقاد ہے۔

ربط: ابھی ذکر ہوا تھا کہ یہود کے طرز عمل سے معلوم ہوا کہ ان کا تورات پر بھی اعتقاد نہیں۔ آگے اول تو یہ ذکر کرتے ہیں کہ ان کا یہ طرز عمل ان کی اپنی نالائقی ہے ورنہ تورات تو بڑی عمدہ کتاب تھی جس میں بڑے علوم ہدایت تھے اور ایک وقت تک یہود کے علماء نے اپنی ذمہ داری کا احساس کیا اور اس پر عمل کیا اور اس کی حفاظت کی لیکن پھر ان میں دنیا پرستی آ گئی تو وہ تورات میں تحریف کرنے لگے۔ اس کے بعد اس وقت موجود یہود کے علماء کو خطاب کر کے نصیحت کرتے ہیں کہ تم بھی پہلے کے علماء کی طرح ہو اور جان و مال کی محبت میں نہ لگو اور نہ کسی سے ڈرو بلکہ جیسے اللہ نے نازل کیا ہے اسی پر عمل کرو۔ (اس کا یہ فائدہ بھی ہوگا کہ چونکہ تورات میں نبی ﷺ پر ایمان لانے کا حکم ہے اس لئے تم کو آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق بھی نصیب ہوگی)۔

إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: بے شک ہم نے نازل کی توریت، اس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ حکم کرتے تھے اس کے موافق پیغمبر جو فرمانبردار تھے (اللہ کے) یہود کو اور (حکم کرتے تھے) درویش اور عالم اس وجہ سے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے اللہ کی کتاب پر اور وہ تھے اس پر پابندی کرنے کرانے والے۔ سو تم نہ ڈرو لوگوں سے اور ڈرو مجھ سے اور مت خریدو میری آیتوں کے عوض قیمت تھوڑی۔ اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو اتارا اللہ نے سو وہی لوگ ہیں کافر۔

تفسیر: (ہم نے) موسیٰ علیہ السلام پر (توریت نازل فرمائی تھی جس میں) صحیح عقائد کی بھی (ہدایت تھی اور) عملی احکام کی بھی (وضاحت تھی) بنی اسرائیل کے (انبیاء جو کہ) اس کے باوجود کہ انھوں آدمی خود ان کے پیروکار تھے (اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے اس) تورات (کے موافق یہود کو حکم دیا

کرتے تھے اور) اسی طرح ان کے (اہل اللہ اور علماء بھی) اسی کے موافق کہ وہی اس وقت کی شریعت تھی حکم دیتے تھے (اس وجہ سے کہ ان) اہل اللہ وعلماء (کو اس کتاب اللہ) پر عمل کرنے اور کرانے (کی نگہداشت کا حکم) حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے (دیا گیا اور وہ اس) پر عمل کرنے کرانے (کے پابند ہو گئے تھے) مطلب یہ ہے کہ چونکہ ان کو اس کا حکم ہوا تھا اور انہوں نے اس حکم کو قبول کر لیا تھا اس لئے ہمیشہ اس کے پابند رہے۔ (تو) اے اس زمانہ کے یہود کے علماء جب ہمیشہ سے تمہارے سب اہل اللہ اور علماء توراۃ کو مانتے آئے ہیں تو (تم بھی) رسالت محمدیہ ﷺ کی تصدیق کے بارے میں جس کا حکم توریت میں ہے (لوگوں سے) یہ (اندیشہ مت کرو) کہ ہم تصدیق کرلیں گے تو عام لوگوں کی نظر میں ہمارے مرتبے میں فرق آجائے گا (اور) صرف (مجھ سے ڈرو) کہ تصدیق نہ کرنے پر سزا دوں گا (اور میرے احکام کے بدلہ میں) دنیا کی (متاع قلیل) جو کہ تم کو اپنے عوام سے وصول ہوتی ہے (مت لو) کہ یہی حب جاہ وحب مال تم کو تصدیق نہ کرنے پر ابھارتی ہیں۔ (اور) یاد رکھو کہ (جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے) بلکہ نازل شدہ حکم کا یا تو انکار کرے یا ایسے حکم کو جو شرعی نہیں ہے شرعی بتلا کر اس کے موافق حکم کرے (سو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں) جیسا کہ اے علمائے یہود تم کر رہے ہو کہ عقائد میں بھی مثلاً عقیدہ رسالت محمدیہ میں اور اعمال میں بھی جیسے حکم رجم وغیرہ میں اپنی گھڑی ہوئی باتوں کو حکم الٰہی بتلا کر خود بھی گمراہ ہو رہے ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہو۔

فائدہ: جو لوگ شرعی حکم کو عقیدہ میں ثابت مانتے ہیں لیکن پھر فیصلہ اس کے خلاف کرتے ہیں ان کا کفر عملی ہے اور ان کی عملی حالت کافروں جیسی ہے وہ حقیقی کافر نہیں ہیں۔

ربط: یہود پر ایک حکم قصاص کا مقرر ہوا تھا اور قاعدہ ہے کہ سابقہ شریعت کا جب کوئی حکم قرآن یا حدیث میں مذکور ہو اور اس کے مخالف کوئی حکم نہ دیا گیا ہو تو وہی حکم ہماری شریعت کا بھی قرار پائے گا لہٰذا یہ اس امت کے لئے ایک اور حکم ہوا۔

سولہواں حکم: قصاص

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۴۵

ترجمہ: اور لکھ دیا ہم نے ان پر اس کتاب میں کہ جان بدلے جان کے، اور آنکھ بدلے آنکھ کے، اور ناک بدلے ناک کے، اور کان بدلے کان کے، اور دانت بدلے دانت کے اور زخموں کا برابر کا بدلہ ہے۔ جس نے معاف کر دیا تو وہ کفارہ ہو گا (گناہوں سے) اس کے لئے۔ اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اتارا اللہ نے سو وہی لوگ ہیں ظالم۔

تفسیر: (اور ہم نے ان) یہود (پر اس) تورات (میں یہ بات فرض کی تھی کہ) اگر کوئی کسی کو ناحق عمداً قتل یا زخمی کرے اور صاحب حق دعویٰ کرے تو (جان بدلے جان کے) لی جائے گی (اور آنکھ بدلے آنکھ کے) پھوڑی جائے گی (اور ناک بدلے ناک کے) کاٹی جائے گی (اور کان بدلے کان کے) کاٹا جائے گا (اور دانت بدلے دانت کے) توڑا جائے گا (اور) اسی طرح دوسرے (خاص زخموں کا بھی برابر کا بدلہ ہے) جو زخمی کے مطالبہ پر لیا جائے گا (پھر جو شخص) اس قصاص یعنی برابر کا بدلہ لینے کا مستحق ہو کر بھی (اس) قصاص (کو معاف کر دے تو وہ) معافی (اس) معاف کرنے والے (کے لئے) اس کے گناہوں کا (کفارہ) یعنی گناہوں کے دور ہونے کا سبب (ہو جائے گی) مطلب یہ ہے کہ معاف کرنا موجب ثواب ہے۔ (اور) چونکہ یہود نے ان احکام کو چھوڑ رکھا تھا اس لئے مکرر وعید سناتے ہیں کہ (جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے) جس کے معنی اوپر گذرے (سو ایسے لوگ بالکل ستم ڈھا رہے ہیں) یعنی بہت برا کام کر رہے ہیں۔

ربط: اوپر یہود کو جو نصیحت کی آگے اسی طرح کی نصیحت نصاریٰ کو فرماتے ہیں۔

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

ترجمہ: اور پیچھے بھیجا ہم نے انہی کے قدموں پر عیسیٰ بن مریم کو تصدیق کرنے والا اپنے سے پہلی (کتاب) توریت کی اور دی ہم نے اس کو انجیل اس میں ہدایت اور روشنی تھی اور تصدیق کرنے والی تھی اپنے سے پہلی (کتاب) توریت کی اور ہدایت اور نصیحت تھی ڈرنے والوں کے لئے۔ اور چاہئے کہ حکم کریں انجیل والے موافق اس کے جو اتارا اللہ نے

اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے سو وہی لوگ ہیں نافرمان۔

تفسیر: (اور ہم نے ان) نبیوں (کے پیچھے) جن کا ذکر یحکم بها النَّبِيُّوْنَ میں آیا ہے (عیسیٰ بن مریم) علیہ السلام (کو اس حالت میں) پیغمبر بنا کر (بھیجا کہ وہ اپنے سے پہلے کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق فرماتے تھے) کیونکہ رسول کے لئے لازم ہے کہ تمام کتب الہیہ کی تصدیق کرے (اور ہم نے ان کو انجیل دی جس میں) توریت ہی کی طرح صحیح عقائد کی بھی (ہدایت تھی اور) عملی احکام کی بھی (وضاحت تھی اور وہ) انجیل (اپنے سے قبل کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق) بھی (کرتی تھی) کیونکہ یہ بھی کتاب الٰہی کے لوازم میں سے ہے کہ وہ سابقہ کتاب الٰہی کی تصدیق کرے (اور وہ سراسر ہدایت اور نصیحت تھی خدا سے ڈرنے والوں کے لئے اور) انجیل دے کر حکم کیا تھا کہ (انجیل والوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس میں نازل فرمایا ہے اس کے موافق حکم کیا کریں۔ اور) اب اس زمانہ کے نصاریٰ سن رکھو کہ (جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے) کہ یا تو نازل شدہ حکم کا انکار ہی کر دے یا اس کی جگہ اپنی رائے اور خواہش سے کوئی دوسرا حکم بنالے (تو ایسے لوگ بالکل بے حکمی کرنے والے ہیں) اور انجیل جب رسالت محمدیہ ﷺ کی خبر دے رہی ہے تو تم اس کے خلاف کیوں چل رہے ہو۔

ربط: اوپر یہود و نصاریٰ کو نصیحت کی گئی کہ وہ اپنی آسمانی کتاب میں درج احکام الٰہی پر پورا پورا عمل کریں اور مال و جان کی محبت میں پھنس کر کتاب کو ضائع نہ کریں تو اصولی طور پر چونکہ مسلمان بھی اس نصیحت کے محتاج ہیں اس لئے آگے ان کو بھی یہی نصیحت کی جاتی ہے۔ پھر اس نصیحت کا سبب بھی بن گیا تھا۔ وہ یہ کہ یہود کے چند علماء نبی ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہمارا اپنی قوم سے کچھ جھگڑا ہے۔ اگر آپ ہمارے حق میں فیصلہ فرما دیں تو ہم آپ کی اتباع اختیار کر کے اسلام قبول کر لیں گے جس سے باقی یہود بھی مسلمان ہو جائیں گے لیکن آپ ﷺ نے ناحق فیصلہ دینے سے صاف انکار کر دیا۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا
لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ
لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ

أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ
إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٤٨﴾
وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَ
احْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنْ
تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ
وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ﴿٤٩﴾ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ
وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٥٠﴾

ترجمہ: اور اتاری ہم نے تیری طرف کتاب حق کے ساتھ اس حال میں کہ وہ تصدیق کرنے والی ہے سابقہ کتابوں کی اور نگہبان ہے اس (کے مضامین) پر۔ سو تو حکم کر ان کے درمیان موافق اس کے جو اتارا اللہ نے اور مت پیروی کر ان کی خواہشات کی اس کو چھوڑ کر جو تیرے پاس آیا حق۔ ہر ایک کے لئے بنائی ہم نے تم میں سے خاص شریعت اور خاص طریقہ۔ اور اگر چاہتا اللہ تو بنا دیتا تم کو ایک امت لیکن (اس نے ایسا نہ کیا) تاکہ آزمائے تم کو ان حکموں میں جو اس نے دیئے تم کو سو تم دوڑ کر لو خوبیاں۔ اللہ کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے، پھر وہ بتا دے گا تم کو جس بات میں تم اختلاف کرتے تھے اور (یہ فرمایا) کہ حکم کر ان کے درمیان موافق اس کے جو اتارا اللہ نے اور مت پیروی کر ان کی خواہشات کی اور بچتا رہ ان سے کہ کہیں بہکا نہ دیں تجھ کو کسی ایسے حکم سے جو اتارا اللہ نے تیری طرف۔ پھر اگر وہ اعراض کریں تو جان لے کہ اللہ یہی چاہتا ہے کہ پہنچا دے ان کو (کچھ سزا) بسبب ان کے بعض گناہوں کے اور بے شک بہت سے لوگ ہیں نافرمان۔ اب کیا زمانہ جاہلیت کا حکم وہ چاہتے ہیں اور کون بہتر ہے اللہ سے حکم کرنے میں ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں۔

تفسیر: (اور) تورات و انجیل کے بعد (ہم نے یہ کتاب) جس کا نام قرآن ہے (آپ ﷺ کے پاس بھیجی ہے جو خود بھی صدق) و راستی (کے ساتھ متصف ہے اور اس سے پہلے جو) آسمانی (کتابیں) آ چکی (ہیں) جیسے تورات و انجیل و زبور (ان کی بھی تصدیق کرتی ہے) کہ وہ اللہ کی جانب سے نازل کردہ ہیں (اور) چونکہ قرآن قیامت تک محفوظ اور واجب العمل ہے، اور اس میں ان کتب

سماویہ کی تصدیق موجود ہے اس لئے یہ کتاب (ان کتابوں) کے صادق ہونے کے مضمون (کی) ہمیشہ کے لئے (محافظ ہے) کیونکہ قرآن میں یہ بات ہمیشہ محفوظ رہے گی کہ وہ خدائی کتب ہیں۔ جب قرآن ایسی کتاب ہے (تو ان) اہل کتاب (کے باہمی معاملات میں) جب کہ وہ آپ کے اجلاس میں پیش کئے جائیں (اسی بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور یہ جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی) خلاف شرع (خواہشوں) اور فرمائشوں (پر) آئندہ بھی (عملدرآمد نہ کیجئے) جیسا اب تک باوجود ان کی درخواست والتماس کے آپ نے صاف انکار فرمایا، یعنی یہ آپ کی رائے نہایت ہی درست ہے، اسی پر ہمیشہ قائم رہئے۔ اور اے اہل کتاب تم قرآن کو حق جاننے سے اور اس کے فیصلہ کو ماننے سے کیوں انکار کرتے ہو؟ کیا جدید دین کا آنا کچھ تعجب کی بات ہے؟ آخر (تم میں سے ہر ایک) امت (کے لئے) اس سے پہلے (ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی) مثلاً یہود کی شریعت وطریقت تورات تھی، اور نصاریٰ کی شریعت اور طریقت انجیل تھی، پھر اگر امت محمدیہ ﷺ کے لئے شریعت وطریقت قرآن مقرر کیا گیا، جس کا حق ہونا بھی دلائل سے ثابت ہے تو انکار کیوں ہے۔ (اور اگر اللہ تعالیٰ کو) سب کا ایک ہی طریقہ رکھنا (منظور ہوتا تو) وہ اس پر بھی قدرت رکھتے تھے کہ (تم سب) یہود ونصاریٰ واہل اسلام (کو) ایک ہی شریعت دے کر (ایک ہی امت میں کردیتے) اور جدید شریعت نہ آتی جس سے تم کو وحشت ہوتی ہے (لیکن) اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے (ایسا نہیں کیا) بلکہ ہر امت کو جدا جدا طریقہ دیا (تاکہ جو دین تم کو) ہر زمانہ میں نیا نیا (دیا ہے اس میں تم سب کا) تمہاری اطاعت کے اظہار کے لئے (امتحان فرمائیں) کیونکہ یہ ایک طبعی بات ہے کہ نئے طریقہ سے وحشت اور مخالفت کی تحریک ہوتی ہے، اس طرح سے یہ ایک بڑا امتحان بن جاتا ہے لیکن جو شخص عقل وانصاف سے کام لیتا ہے، وہ حق کے ظاہر ہونے پر اپنی طبیعت کو اس کے ساتھ موافقت پر مجبور کردیتا ہے، پس اگر قیامت تک سب کی ایک ہی شریعت ہوتی تو اس شریعت کی ابتداء کے وقت جو لوگ ہوتے ان کا اس طرح کا سا امتحان تو ہو جاتا، لیکن دوسرے جو ان کے بعد ہوتے اور ان کے پیروکار ہوتے وہ اس طریقے سے مانوس ہوتے لہٰذا ان کا اس طرح کا سا امتحان نہ ہوتا جب کہ جدا جدا شریعتوں سے ہر امت کا امتحان ہو گیا۔ اور امتحان کی ایک اور صورت یہ ہوتی ہے کہ انسان کو جس چیز سے روکا جائے خواہ کرنے کی ہو یا نہ کرنے کی ہو اس پر حرص ہوتی ہے، اور یہ امتحان شریعتوں کے متعدد ہونے کی صورت میں قوی تر ہے کیونکہ نئی شریعت میں سابقہ شریعت کے بعض احکام منسوخ کردیئے جاتے ہیں اور ان سے روکا جاتا ہے حالانکہ سابقہ شریعت میں ہونے کی وجہ سے

ان کے حق ہونے کا شبہ ہوتا ہے کہ آخر پہلے بھی تو اس کا کرنا جائز تھا۔ اگر شریعت صرف ایک ہوتی تو اگرچہ اس میں معاصی سے تو روکتے لیکن اس میں ایسے ممنوعات نہ ہوتے جن میں حق ہونے کا شبہ ہوتا، اس لئے امتحان اس درجہ کا نہ ہوتا۔ پس جب جدید شریعت میں یہ حکمت ہے کہ اس میں دونوں قسم کے امتحان ہو جاتے ہیں (تو) تعصب کو چھوڑ کر (مفید باتوں کی طرف) یعنی ان عقائد و اعمال و احکام کی طرف جن پر قرآن مشتمل ہے (دوڑو) یعنی قرآن پر ایمان لا کر اس پر چلو۔ ایک روز (تم سب کو خدا ہی کے پاس جانا ہے پھر وہ تم سب کو بتا دے گا جس میں تم) باوجود حق کے واضح ہونے کے دنیا میں خواہ مخواہ (اختلاف کیا کرتے تھے) اس لئے بے جا اختلاف کو چھوڑ کر حق کو جو کہ اب صرف قرآن میں منحصر ہے قبول کر لو۔ (اور) چونکہ ان اہل کتاب نے ایسی بڑی جسارت کی کہ آپ سے اپنے موافق مقدمہ کا فیصلہ کر دینے کی درخواست کرتے ہیں، حالانکہ آپ کے ہاں تو اس کی گنجائش ہی نہیں، اس لئے ان کے حوصلے پست کرنے کو اور اس کو سنا کر ہمیشہ ہمیشہ ان کے ناامید کر دینے کو (ہم) مکرر (حکم دیتے ہیں کہ آپ ان) اہل کتاب (کے باہمی معاملات میں) جب کہ وہ آپ کے اجلاس میں پیش کئے جائیں تو (اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی) خلاف شرع (خواہشوں) اور فرمائشوں (پر) آئندہ بھی (عملدرآمد نہ کیجئے) جیسا اب تک بھی نہیں کیا (اور ان سے یعنی ان کی اس بات سے) آئندہ بھی حسب سابق (احتیاط رکھئے کہ وہ آپ کو خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کسی بھی حکم سے پھسلا نہ دیں) یعنی اگرچہ اس کا امکان نہیں لیکن آپ اس کو اپنا مقصود بھی بنا لیں تو موجب ثواب بھی ہے (پھر) قرآن کے واضح ہونے اور اس کے فیصلہ کے حق ہونے کے باوجود بھی (اگر یہ لوگ) قرآن سے اور آپ کے فیصلہ سے جو قرآن کے موافق ہی ہوگا (اعراض کریں تو یقین کر لیجئے کہ بس خدا ہی کو منظور ہے کہ ان کے بعضے جرموں پر) دنیا ہی میں (ان کو سزا دیں) اور وہ جرم ان کا آپ کے اسلامی حکومت کے سربراہ ہونے کے باوجود آپ کا فیصلہ نہ ماننا ہے جب کہ قرآن کی حقانیت کے نہ ماننے کی پوری سزا آخرت میں ملے گی، کیونکہ پہلا جرم یعنی فیصلہ نہ ماننا ذمی ہونے کے خلاف ہے اور حربیت کا مظاہرہ ہے۔ اور دوسرا جرم یعنی قرآن کی حقانیت کو نہ ماننا ایمان کے خلاف ہے۔ حربیت کی سزا دنیا میں ہوتی ہے اور کفر کی سزا آخرت میں، چنانچہ یہود کی سرکشی اور عہد شکنی جب حد سے متجاوز ہوئی تو ان کو قتل اور قید اور جلاوطنی کی سزا دی گئی۔ (اور) اے محمد ﷺ ان کے یہ حالات سن کر آپ کو رنج ضرور ہوگا لیکن آپ زیادہ غم نہ کیجئے، کیونکہ (زیادہ آدمی تو) دنیا میں ہمیشہ سے (نافرمان ہی ہوتے) آئے (ہیں۔ یہ لوگ) فیصلہ قرآنی سے جو کہ عین عدل ہے اعراض کر کے (پھر کیا

زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں) جس کو انہوں نے سماوی شریعتوں کے برخلاف اپنے پاس سے خود گھڑ لیا تھا، جس کا ذکر دو واقعوں کے ضمن میں اس رکوع سے پہلے رکوع یاَیُّھَا الرَّسُوْلُ کی تمہید میں گزر چکا ہے، حالانکہ یہ بات عقل اور دلیل کے سراسر خلاف ہے، یعنی اہل علم ہو کر علم سے اعراض کرنا اور جہل کا طالب ہونا عجب در عجب ہے (اور فیصلہ کرنے میں اللہ سے کون اچھا) فیصلہ کرنے والا (ہو گا) بلکہ کوئی مساوی بھی نہیں، پس خدائی فیصلہ کو چھوڑ کر دوسرے کے فیصلہ کا طالب ہونا عین جاہلیت نہیں تو کیا ہے، لیکن یہ بات بھی (یقین) و ایمان (رکھنے والوں) ہی (کے نزدیک) ہے کیونکہ اس بات کو سمجھنا کہ خدائی فیصلہ کو چھوڑ کر دوسرے کے فیصلہ کا طالب ہونا عین جاہلیت ہے موقوف ہے اس پر کہ غور و فکر صحیح ہو جب کہ کفار صحیح غور و فکر ہی سے بے نصیب ہیں۔

فائدہ: کسی کو یہ شبہ ہو کہ ان آیتوں سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ہر امت کا طریقہ دین جدا ہے اور دوسری آیات مثلاً شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا (سورہ شوریٰ) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کی وصیت نوح علیہ السلام کو بھی کی تھی اور ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو بھی کی تھی اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب کا طریقہ دین ایک ہی ہے۔ شبہ کا جواب یہ ہے کہ جدا جدا ہونا فروع و اعمال کے اعتبار سے ہے جب کہ ایک ہونا اصول اور عقائد کے اعتبار سے ہے۔

ربط: اوپر یہود و نصاریٰ کی شدید قباحتیں ذکر ہوئیں۔ ان کے ہوتے ہوئے مجموعی طور پر ان سے اصلاح اور خیر کی توقع نہیں اس لئے مسلمانوں کو حکم دیا کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ رکھیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ منافقین جو ان سے دوستی رکھتے ہیں وہ جلد ہی اس کا انجام دیکھ لیں گے۔ منافقین کی ان کے ساتھ دوستی کا قصہ یہ ہوا کہ جب جنگ احد میں مسلمانوں کو بظاہر شکست ہوئی تو منافقین سخت اندیشہ میں مبتلا ہوئے کہ مسلمانوں کے غالب آنے کی تو کچھ امید نہیں رہی اپنی کوئی پناہ بنا کر رکھنی چاہئے تاکہ وقت پر کام دے تو کسی نے یہودی سے امان لی اور کسی نے نصرانی سے۔ مشہور منافق عبداللہ بن ابی نے بھی یہود سے معاملہ کر لیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ
بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ۭ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰي مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۝ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست۔ ان کے بعض دوست ہیں دوسرے بعض کے (یعنی وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے) اور جو کوئی دوستی کرے ان کے ساتھ تم میں سے تو وہ انہی میں سے ہے۔ بے شک اللہ نہیں ہدایت کرتا ظالم لوگوں کو۔ اب تو دیکھے گا ان کو جن کے دلوں میں بیماری ہے دوڑ کر ملتے ہیں ان میں کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں پہنچ جائے ہم پر گردش (زمانہ کی) سو قریب ہے کہ اللہ لائے فتح یا کوئی حکم اپنے پاس سے تو ہو جائیں گے وہ اس بات پر جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپائی ہے نادم۔ اور کہتے ہیں مسلمان کیا یہ وہی لوگ ہیں جو قسمیں کھاتے تھے اللہ کی تاکید سے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ برباد گئے ان کے عمل پھر ہو گئے وہ نقصان اٹھانے والے۔

تفسیر: (اے ایمان والو تم) منافقوں کی طرح (یہود و نصاریٰ کو) اپنا (دوست مت بناؤ وہ) خود ہی (ایک دوسرے کے دوست ہیں) یعنی یہودی یہودی باہم اور نصرانی نصرانی باہم، مطلب یہ ہے کہ دوستی ہوتی ہے آپس کی مناسبت سے، سو ان میں تو باہم مناسبت ہے، مگر تم میں اور ان میں کیا مناسبت ہے؟ (اور) جب یہ معلوم ہو گیا کہ دوستی آپس میں مناسبت سے ہوتی ہے تو (جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا بیشک وہ) کسی خاص مناسبت کے اعتبار سے (ان ہی میں سے ہو گا) اور اگرچہ یہ بات بالکل واضح ہے لیکن (یقیناً اللہ تعالیٰ) اس بات کی (سمجھ ہی نہیں دیتے ان لوگوں کو جو) کفار سے دوستی کر کے (اپنا نقصان کر رہے ہیں) یعنی دوستی میں منہمک ہونے کی وجہ سے یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی، اور چونکہ ایسے لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے (اس لئے) اے دیکھنے والے (تم ایسے لوگوں کو کہ جن کے دل میں) نفاق کا (مرض ہے دیکھتے ہو کہ وہ دوڑ دوڑ کر ان) کفار (میں گھستے ہیں) اور کوئی ملامت کرے تو حیلہ بازی اور سخن سازی کے لئے یوں (کہتے ہیں کہ) ہمارا ملنا ان کے ساتھ دل سے نہیں، بلکہ دل سے تو تمہارے ساتھ ہیں صرف ایک مصلحت سے ان کے ساتھ ملتے ہیں،

وہ یہ کہ (ہم کو اندیشہ ہے کہ) شاید انقلاب زمانہ سے (ہم پر کوئی حادثہ پڑ جائے) جیسے قحط ہے، تنگی ہے، اور یہ یہودی ہمارے ساہوکار ہیں ان سے قرض ادھار مل جاتا ہے، اگر ظاہری میل جول قطع کر دیں گے تو وقت پر ہم کو تکلیف ہوگی، منافق بظاہر اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ کا یہ مطلب ذکر کرتے تھے، لیکن دل میں اور مطلب لیتے کہ شاید آخر میں مسلمانوں پر کفار کے غالب آ جانے سے پھر ہم کو ان کی احتیاج پڑے اس لئے ان سے دوستی رکھنا چاہئے (سو قریب امید) یعنی وعدہ (ہے کہ اللہ تعالیٰ) مسلمانوں کی کامل (فتح) ان کفار کے مقابلہ میں جن سے یہ دوستی کر رہے ہیں (فرما دے) جس میں ظاہر ہے مسلمانوں کی کوشش کا بھی دخل ہوگا (یا کسی اور بات کا خاص اپنی طرف سے) ظہور فرما دے مثلاً تعین کے ساتھ ان کے نفاق کا عام وحی کے ذریعہ اظہار فرما دیں جس میں مسلمانوں کی تدبیر کا اصلاً دخل نہیں، مطلب یہ کہ مسلمانوں کی فتح اور منافقوں کی پردہ دری دونوں ہی باتیں قریب ہونے والی ہیں (پھر) اس وقت (وہ اپنے) گزشتہ (پوشیدہ دلی خیالات پر نادم ہوں گے) کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ کفار غالب آئیں گے اور یہ کیا برعکس ہو گیا، ایک ندامت تو اپنے خیال کی غلطی پر کہ طبعی چیز ہے، دوسری ندامت اپنے نفاق پر جس کی بدولت آج رسوا ہوئے، مَا اَسَرُّوْا (یعنی اپنے پوشیدہ خیال) میں یہ دونوں داخل ہیں اور یہ تیسری ندامت کہ کفار کے ساتھ دوستی رائگاں ہی گئی اور مسلمانوں سے بھی برے بنے، چونکہ دوستی ان کے پوشیدہ خیالات پر مبنی تھی لہٰذا ان دو ندامتوں کے ذکر سے یہ تیسری ندامت خود بخود سمجھ میں آتی ہے کیونکہ جب انکا پوشیدہ خیال ہی ندامت کا سبب بنا تو اس پر مبنی دوستی بھی موجب ندامت ہوئی تھی۔ (اور) جب اس زمانہ فتح میں ان لوگوں کا نفاق بھی کھل جائے گا تو آپس میں (مسلمان لوگ) تعجب سے (کہیں گے ارے کیا یہ وہی لوگ ہیں کہ بڑے مبالغہ سے) ہمارے سامنے (قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ہم) دل سے (تمہارے ساتھ ہیں) یہ تو کچھ اور ہی ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (ان لوگوں کی ساری کارروائیاں) کہ دونوں فریق سے بنا کر رکھنا چاہتے تھے سب (غارت گئیں جس سے) دونوں طرف سے (ناکام رہے) کیونکہ کفار تو مغلوب ہو گئے، ان کا ساتھ دینا محض بیکار ہوا۔ اور مسلمانوں کے سامنے قلعی کھل گئی، ان کی نظروں میں اب بھلا بننا دشوار ہے۔

فائدہ: یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ ان منافقین کی دوستی مدینہ کے یہود اور مشرکین مکہ سے تھی۔ ایک طرف مکہ فتح ہوا دوسری طرف مدینہ کے یہود ذلیل و خوار ہوئے۔ خود منافقین کا نفاق اگرچہ وقتاً فوقتاً کھلتا رہتا تھا مگر عمومی فتوحات کے بعد تعین اور تصریح کے ساتھ منافقین کو نام بنام کھول دیا گیا۔

یہ جو فرمایا کہ نادم ہوں گے تو یہ ندامت توبہ کی نہیں ہوگی بلکہ پچھتاوے کی ہوگی کیونکہ ایک تو توبہ کے لئے اپنی غلطی کا اعتراف اور تدارک کی کوشش کرنا ضروری ہے جو ان سے ثابت نہیں۔ دوسرے آگے ان کے حبط اعمال اور خسارہ کا ذکر ہے جو اس بات پر واضح دلیل ہے کہ وہ تائب نہیں ہوئے تھے کیونکہ توبہ کرنے کا انجام یہ نہیں ہوتا۔

ربط: منافقین کے ذکر کے بعد کہ وہ خود ہی نقصان اٹھائیں گے آگے متنبہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی منافق سے بڑھ کر مرتد ہو جائے تو وہ بھی دین کا کچھ نقصان نہ کر سکیں گے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: اے ایمان والو جو کوئی پھرے گا تم میں سے اپنے دین سے تو عنقریب لائے گا اللہ ایسی قوم کو کہ (اللہ) محبت رکھتا ہے ان سے اور وہ محبت رکھتے ہیں اس سے، نرم دل ہیں مسلمانوں پر، زبردست ہیں کافروں پر، لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں، اور نہیں ڈرتے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے۔ یہ فضل ہے اللہ کا دے گا وہ (فضل) جس کو چاہے اور اللہ کشائش والا ہے خبردار ہے۔

تفسیر: (اے ایمان والو) یعنی جو لوگ اس آیت کے نزول کے وقت ایمان والے ہو (جو شخص تم میں سے اپنے) اس (دین سے پھر جائے تو) اسلام کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ اسلامی خدمات انجام دینے کے لئے (اللہ تعالیٰ بہت جلد) ان کی جگہ (ایسی قوم کو پیدا کر دے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو) اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی، مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر، تیز ہوں گے کافروں پر) کہ ان سے (جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں اور) دین اور جہاد کے بارے میں (وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے) جیسا منافقین کا حال ہے کہ دبے دبائے جہاد کے لئے جاتے تھے، مگر اندیشہ لگا رہتا تھا کہ کفار جن سے دل میں دوستی ہے ملامت کریں گے یا اتفاق سے جن کے مقابلہ میں جہاد ہے وہی اپنے دوست اور عزیز ہوں تو سب دیکھنے سننے طعن کریں گے کہ اپنے ہی لوگوں کو مارنے گئے تھے۔ (یہ) مذکورہ صفات (اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرما

ہو جاتے ہیں۔ اس شبہ کے جواب میں دو باتیں ہیں۔

1۔ اس حکم کا مدار اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے ساتھ دوستی پر ہے۔ اگر اسی میں کمی ہو مثلاً اللہ اور اس کے رسول کی کوئی نافرمانی ہو یا اپنے حاکم کے جائز حکم کی مخالفت کی ہو وغیرہ تو پھر یہ صورتیں اس حکم سے خارج ہیں۔

2۔ کبھی اللہ تعالیٰ ہی کو مسلمانوں کی کوئی آزمائش مقصود ہوتی ہے اس لئے دنیا میں غلبہ نہیں دیتے لیکن آخرت کا غلبہ تو ضرور حاصل ہوگا۔

ربط: آگے یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی کی ممانعت کی ایک اور وجہ بتائی کہ یہ (اور دیگر مشرکین تمہارے دین پر طعن و استہزاء کرتے ہیں اور شعائر اللہ (اذان وغیرہ) کا مذاق اڑاتے ہیں اور جو ان میں خاموش ہیں وہ بھی ان افعال شنیعہ کو دیکھ کر نفرت کا اظہار نہیں کرتے بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کی ان کمینہ حرکتوں پر مطلع ہو کر کوئی مسلمان شخص جس کے دل میں خوف الٰہی اور غیرت ایمان کا ذرا سا شائبہ ہو وہ ان لوگوں سے دوستی کو کبھی بھی گوارا نہ کرے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۵۷﴾ وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۵۸﴾

ترجمہ: اے ایمان والو مت بناؤ ان لوگوں کو جو بناتے ہیں تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل (وہ لوگ) جو دیے گئے کتاب تم سے پہلے اور (نہ بناؤ) کافروں کو (اپنا) دوست، اور ڈرو اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے۔ اور جب تم پکارتے ہو نماز کے لئے تو وہ بناتے ہیں اس کو ہنسی اور کھیل۔ یہ اس واسطے کہ وہ لوگ عقل نہیں رکھتے۔

تفسیر: (اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب) آسمانی یعنی توریت و انجیل (مل چکی ہے) مراد ہیں یہود و نصاریٰ (جو ایسے ہیں کہ انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنا رکھا ہے) جو علامت ہے تکذیب کی (ان کو اور) اسی طرح (دوسرے کفار) بھی جیسے مشرکین وغیرہ (کو دوست مت بناؤ) کیونکہ ممانعت کی اصل علت کفر و تکذیب تو ان سب میں مشترک ہے (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایمان دار ہو) یعنی ایمان دار تو ہو ہی بس جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اس کو مت کرو۔ (اور) جیسے وہ تمہارے دین کی اصولی باتوں کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں، اسی طرح وہ

تمہارے دین کی فروع کے ساتھ بھی استہزاء کرتے ہیں (جب تم نماز کے لئے) اذان کے ذریعہ سے (اعلان کرتے ہو تو وہ لوگ) تمہاری (اس) عبادت (کے ساتھ) جس میں اذان اور نماز دونوں آ گئیں (ہنسی اور کھیل کرتے ہیں) اور (یہ) حرکت (اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ بالکل عقل نہیں رکھتے) ورنہ حق بات کو سمجھتے اور اس کے ساتھ ہنسی نہ کرتے۔

فائدہ: 1- جب اذان ہوتی اور مسلمان نماز شروع کرتے تو یہود کہتے یہ کھڑے ہوئے ہیں، خدا کرے کبھی کھڑا ہونا نصیب نہ ہو اور جب ان کو رکوع سجدہ کرتے دیکھتے تو ہنستے اور تمسخر کرتے۔

2- مدینہ میں ایک نصرانی تھا جب اذان میں اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ سنتا تو کہتا قد حُرِقَ الْکَاذِبُ یعنی جھوٹا جل جائے ایک شب ایسا اتفاق ہوا کہ وہ اور اس کے اہل وعیال سب سو رہے تھے کوئی خادم گھر میں آگ لے کر گیا ایک چنگاری گر پڑی وہ اور اس کا گھر اور گھر والے سب جل گئے۔

ربط: آگے اہل کتاب اور دیگر کافروں کے طریقے اور مسلمانوں کے اسلامی طریقے کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ اصل میں تکذیب اور استہزاء کے قابل کونسا طریقہ ہے۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ ۝

ترجمہ: تو کہہ اے اہل کتاب کیا عیب پاتے ہو تم ہم سے مگر یہی کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور (اس پر) جو نازل کیا گیا ہماری طرف اور جو نازل کیا جا چکا پہلے اور یہ کہ تم میں اکثر نافرمان ہیں۔ تو کہہ کیا میں بتلاؤں تم کو جو برا ہے اس (اسلامی طریقے) سے از روئے سزا اللہ کے ہاں، وہی (لوگ ہیں) لعنت کی جن پر اللہ نے اور غضب فرمایا ان پر اور بنا دیا ان میں سے بعضوں کو بندر اور بعضوں کو سور اور جنہوں نے بندگی کی۔ شیطان کی وہی لوگ بدتر ہیں مکان کے اعتبار سے اور بہت بہکے ہوئے ہیں سیدھی راہ سے۔

تفسیر: (آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب) تم جو ہم کو عیب لگاتے ہو تو (تم ہم میں کیا

عیب پاتے ہو سوائے اس کے کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس کتاب پر جو ہمارے پاس بھیجی گئی ہے) یعنی قرآن پر (اور اس کتاب پر) بھی (جو) ہم سے (پہلے بھیجی جا چکی ہے) یعنی تورات وانجیل پر (جب کہ حال یہ ہے) کہ خود تمہارے اندر بڑا عیب ہے (کہ تم میں اکثر لوگ ایمان سے خارج ہیں) کہ نہ قرآن پر ان کا ایمان ہے، جس کا خود ان کو بھی اقرار ہے اور نہ تورات وانجیل پر ایمان ہے، کیونکہ ان پر ایمان ہوتا تو ان میں رسول اللہ ﷺ اور قرآن پر ایمان لانے کی ہدایت موجود ہے اس پر بھی ضرور ایمان ہوتا، غرض قرآن کا انکار اس پر گواہ ہے کہ تورات وانجیل پر بھی ان کا ایمان نہیں۔ یہ حال تو تم لوگوں کا ہوا اور ہم اس کے برعکس سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں، تو عیب ہم میں نہیں خود تم میں ہے غور کرو (اور آپ ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ) اگر اس پر بھی تم ہمارے طریقہ کو برا سمجھتے ہو تو آؤ (کیا میں) اچھے برے میں موازنہ کرنے کے لئے (تم کو ایسا طریقہ بتاؤں جو) ہمارے (اس) طریقہ (سے بھی) جس کو تم برا سمجھ رہے ہو (خدا کے یہاں سزا ملنے میں زیادہ برا ہو، وہ ان لوگوں کا طریقہ ہے جن کو) اس طریقہ کی وجہ سے (اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہو اور ان پر غضب فرمایا ہو اور ان کو بندر اور سور بنا دیا ہو اور انہوں نے شیطان کی پرستش کی ہو) اب دیکھ لو کہ ان میں کونسا طریقہ برا ہے، آیا وہ طریقہ جس میں غیر اللہ کی عبادت ہو اور اس پر یہ وبال ہوں، یا وہ طریقہ جو سراسر توحید اور نبوت انبیاء کی تصدیق ہو، یقیناً موازنہ کا نتیجہ یہی ہے کہ (ایسے اشخاص) جن کا طریقہ ابھی ذکر کیا گیا ہے آخرت میں (مکان کے اعتبار سے بھی) جو ان کو سزا کے طور پر ملے گا (بہت برے ہیں) کیونکہ یہ مکان دوزخ ہے (اور) دنیا میں (راہ راست سے بھی بہت دور ہیں) اشارہ یہ ہے کہ تم لوگ ہم پر ہنستے ہو حالانکہ استہزاء کے قابل تمہارا طریقہ ہے کیونکہ یہ سب خصلتیں تم میں پائی جاتی ہیں کہ یہود نے گوسالہ پرستی کی اور نصاریٰ نے حضرت مسیح کو خدا بنا لیا، پھر اپنے علماء ومشائخ کو خدائی اختیارات سپرد کر دیئے، اسی لئے یہودیوں نے جب یوم سبت کے احکام کی خلاف ورزی کی تو اللہ کا عذاب آیا، وہ بندر بنا دیئے گئے۔

ربط: آگے ان ہی استہزاء کرنے والوں میں سے بعض مخصوص افراد کی خاص حالت کا ذکر کرتے ہیں جو کہ نفاق ہے۔

وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ۝

ترجمہ: اور جب (یہ منافق) آتے ہیں تمہارے پاس کہتے ہیں ہم ایمان لائے

پیش آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رزق و معیشت کی تنگی کر دی۔ اس پر بے ہودہ کلمات منہ سے نکالنے لگے اور کہنے لگے کہ اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے یعنی خدا معاذ اللہ تنگ دست ہو گیا ہے اس کے خزانہ میں کچھ نہیں رہا یا وہ تنگ دست تو نہیں البتہ آجکل بخل کرنے لگا ہے۔ غرض اپنی شرارتوں پر نادم ہونے کے بجائے مزید گستاخیاں کرنے لگے۔ اور اگرچہ ایسے کلمات کہنے والے چند لوگ تھے لیکن چونکہ دوسروں نے سننے کے باوجود کچھ نہیں کہا تو گویا برائی میں سب ہی شریک ہوئے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللّٰهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝

ترجمہ: اور کہا یہود نے اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ بندھ ہوئے انہی کے ہاتھ اور وہ لعنت کئے گئے بسبب اپنے قول کے۔ بلکہ اس (اللہ) کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے۔ اور ضرور بڑھاتا ہے بہت سوں کو ان میں سے جو اتارا گیا تیری طرف تیرے رب کی جانب سے شرارت میں اور انکار میں۔ اور ڈال دی ہے ہم نے ان کے درمیان دشمنی اور بغض قیامت کے دن تک۔ جب بھی سلگاتے ہیں آگ لڑائی کے لئے بجھا دیتا ہے اس کو اللہ اور دوڑتے ہیں زمین میں فساد کرتے ہوئے۔ اور اللہ نہیں پسند کرتا فساد کرنے والوں کو۔

تفسیر: (اور یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے) یعنی نعوذ باللہ بخل کرنے لگا ہے۔ درحقیقت (انہی کے ہاتھ بند ہیں) یعنی واقع میں خود بخل کے عیب میں مبتلا ہیں، اور خدا پر عیب دھرتے ہیں (اور اپنے اس کہنے سے یہ رحمت) الٰہی (سے دور کر دیئے گئے) جس کا اثر دنیا میں ذلت اور قید اور قتل وغیرہ ہوا اور آخرت میں عذاب جہنم۔ اور حاشا وکلا کہ خدا تعالیٰ میں بخل کا احتمال بھی ہو (بلکہ ان کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں) یعنی وہ بڑے جواد و کریم ہیں، لیکن چونکہ حکیم بھی ہیں اس

لئے (جس طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں) پس یہود پر جو تنگی ہوئی اس کی وجہ خدا کا بخل نہیں بلکہ یہ حکمت ہے کہ ان کے کفر کا وبال ان کو چکھانا مقصود ہے (اور) یہود کے کفر اور سرکشی کی یہ حالت ہے کہ ان کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ مثلاً اپنے قول کا باطل ہونا دلیل سے سن لیا تو اس سے توبہ کرلیں نہیں بلکہ الٹا (جو مضمون آپ کے پاس آپ کے پروردگار کی طرف سے بھیجا جاتا ہے وہ ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کی ترقی کا سبب بن جاتا ہے) وہ اس طرح سے کہ وہ اس کا بھی انکار کرتے ہیں لہذا کچھ تو پہلی سرکشی اور کفر تھا پھر اور بڑھ گیا۔ (اور) ان کے کفر سے جو ان پر لعنت یعنی رحمت سے دوری واقع کی گئی ہے ان کے دنیوی آثار میں سے ایک یہ ہے کہ (ہم نے ان میں باہم) دین کے بارے میں (قیامت تک عداوت اور بغض ڈال دیا) چنانچہ ان میں مختلف فرقے ہیں اور ہر فرقہ دوسرے کا دشمن، چنانچہ اسی عداوت وبغض کی وجہ سے (جب کبھی) مسلمانوں کے ساتھ (لڑائی کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں) یعنی لڑنے کا ارادہ کرتے ہیں (حق تعالیٰ اس کو فرو کردیتے ہیں) اور بجھا دیتے ہیں اور وہ اس طرح کہ اول تو یہود کے آپس کے اختلاف کی وجہ سے ان میں اتفاق کی نوبت نہیں آتی یا مرعوب ہو جاتے ہیں اور اگر لڑائی کا کچھ سامان کر بھی لیتے ہیں تو جلدی مغلوب ہو جاتے ہیں۔ (اور) جب لڑائی سے رہ جاتے ہیں یا مغلوب ہو جاتے ہیں تو اپنی عداوت دوسری طرح نکالتے ہیں کہ (ملک میں) خفیہ (فساد کرتے پھرتے ہیں) جیسے مسلموں کو بہکانا، لگائی بجھائی کرنا، عوام کو توریت کے تحریف شدہ مضامین سنا کر اسلام سے روکنا (اور اللہ تعالیٰ) چونکہ (فساد کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتے) بلکہ مبغوض رکھتے ہیں اس لئے اس فساد کی ان کو خوب سزا ہوگی خواہ دنیا میں بھی ورنہ آخرت میں تو ضرور ہوگی۔

فائدہ: 1۔ اللہ تعالیٰ کے لئے جہاں ہاتھ، پاؤں، آنکھ وغیرہ ذکر کئے گئے ہیں تو ان سے یہ وہم نہ کرنا چاہئے کہ وہ ہماری طرح کے ہوں گے۔ ان کی حقیقت اور کیفیت سے ہم واقف نہیں ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کی شایان شان صفات مراد ہیں۔

2۔ اس مضمون سے معلوم ہوا کہ اہل اسلام میں جب تک باہمی محبت اور اخوت مستحکم رہے گی اور رشد وصلاح کی راہ پر گامزن رہیں گے اور فتنہ وفساد سے بچنے کا اہتمام رہے گا یعنی ایک حق دین پر رہیں گے اور گمراہی کے راستے ایجاد نہیں کریں گے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں تھا اس وقت تک اہل کتاب کی سب کوششیں ان کے حق میں بےکار رہیں گی۔ اس بات کا مطلب یہ ہے کہ آپس کے انتشار کی وجہ سے مسلمان کمزور ہوں گے (اگرچہ اس انتشار کا سبب مسلمانوں میں سے گمراہ لوگ ہی ہوں) اور کافروں کو موقع ملے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انتشار سے بچنے کیلئے گمراہوں سے

مصالحت کر لی جائے اور ان پر تعبیر کی جائے کیونکہ اس طرح سے تو اصل دین ہی بگڑتا ہے۔ بلکہ یہ مسلمانوں کی حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ گمراہیوں کو ختم کریں اور سب مسلمانوں کو ایک حق دین پر لانے کی مکمل کوشش کریں۔

ربط: اہل کتاب کے مذکورہ بالا شدید جرائم اور خباثتوں کے باوجود آگے ان کے لئے اب بھی دعوت ہے کہ اگر وہ اپنے رویے سے تائب ہو کر نبی ﷺ اور قرآن پر ایمان لے آتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں تو توبہ کا دروازہ ان کے لئے بند نہیں ہوا۔

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۭ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَاۗءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمہ: اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور ڈرتے تو دور کر دیتے ہم ان سے ان کی برائیاں اور داخل کر دیتے ہم ان کو نعمت کے باغوں میں۔ اور اگر وہ قائم رکھتے توریت کو اور انجیل کو اور اس کو جو اتارا گیا ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے تو کھاتے اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے۔ ان میں سے ایک جماعت راہ راست پر چلنے والی ہے اور بہت سے ان میں برے کام کرتے ہیں۔

تفسیر: (اور) یہود و نصاریٰ جن حق باتوں کے منکر ہیں جیسے رسالت محمدیہ ﷺ اور حقانیت قرآن وغیرہ (اگر یہ اہل کتاب) ان سب پر (ایمان لے آتے اور) رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے جن باتوں کا کفر و معصیت ہونا بتلایا گیا ہے ان سب سے (تقویٰ) یعنی پرہیز (اختیار کرتے تو ہم ضرور ان کی تمام) گذشتہ (برائیاں) کفر اور شرک اور معاصی جن میں سب اقوال و احوال آ گئے (معاف کر دیتے اور) معاف کر کے (ضرور ان کو چین) اور آرام (کے باغوں میں) یعنی بہشت میں (داخل کرتے)۔ یہ تو اخروی برکات ہوئیں۔ (اور اگر یہ لوگ) مذکورہ ایمان اور تقویٰ اختیار کرتے جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاتا ہے کہ (توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب ان کے پروردگار کی طرف سے) اب (ان کے پاس) رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے (بھیجی گئی) یعنی قرآن (اس کی

پوری پابندی کرتے) یعنی ان میں جس جس بات پر عمل کرنے کا لکھا ہے سب پر پورا عمل کرتے، اس میں تصدیق رسالت بھی آ گئی، اور اس سے تحریف شدہ اور منسوخ احکام نکل گئے کیونکہ یہ سب کتابیں ان پر عمل کرنے کو نہیں کہتیں بلکہ منع کرتی ہیں (تو یہ لوگ) اس وجہ سے کہ (اوپر سے) یعنی آسمان سے پانی برستا (اور نیچے سے) یعنی زمین سے پیداوار ہوتی (خوب فراغت سے کھاتے) برتتے۔ یہ ایمان کی برکات کا ذکر ہوا۔ لیکن یہ لوگ کفر پر مصر رہے اس لئے تنگی میں مبتلا کئے گئے، جس پر بعض نے حق تعالیٰ کی شان میں بخل کی نسبت کر کے گستاخی کی، مگر پھر بھی سب یہود و نصاریٰ برابر نہیں، چنانچہ (ان) ہی (میں ایک جماعت) رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان قبول کر کے (راہ راست پر چلنے والی) بھی (ہے) جیسے یہود میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور ان کے ساتھی اور نصاریٰ میں حضرت نجاشی اور ان کے ساتھی، لیکن ایسے قلیل ہی ہیں (اور) باقی (زیادہ ان میں ایسے ہی ہیں کہ ان کے کردار بہت برے ہیں) کیونکہ کفر و عناد سے بدتر کیا کردار ہوگا۔

ربط: پچھلی آیتوں میں اہل کتاب کی شرارت، کفر اور نافرمانیوں کا ذکر کر کے تورات، انجیل، قرآن یعنی تمام آسمانی کتابوں کی پابندی کی ترغیب دی گئی تھی۔ آئندہ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ سے اہل کتاب کے مجمع میں اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ اس پابندی کے بغیر تمہاری مذہبی زندگی بالکل صفر ہے۔ اب موجودہ آیت میں اسی دو ٹوک اعلان کے لئے رسول اللہ ﷺ کو تیار کیا گیا ہے یعنی آپ پر جو کچھ خدا کی طرف سے اتارا جائے خصوصاً اس طرح کے فیصلہ کن اعلانات آپ بلا خوف و خطر کہتے رہیے۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ترجمہ: اے رسول پہنچا دے جو اتارا گیا تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اور اگر تو نے (ایسا) نہ کیا تو تو نے (کچھ) نہ پہنچایا اس کا پیغام۔ اور اللہ بچا لے گا تجھ کو لوگوں سے بے شک اللہ نہیں راہ دکھاتا قوم کفار کو۔

تفسیر: (اے رسول) ﷺ (جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ) لوگوں کو (سب پہنچا دیجئے اور اگر) بفرض محال (آپ ایسا نہ کریں گے) اور کچھ حصہ نہ پہنچائیں

کے تو) ایسا سمجھا جائے گا جیسے (آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام) بالکل بھی (نہیں پہنچایا) کیونکہ کل مجموعہ کا پہنچانا فرض ہے، تو جیسا کل مجموعہ کے اخفاء اور چھپا لینے سے یہ فرض فوت ہوتا ہے اسی طرح بعض کے اخفاء سے بھی وہ فرض فوت ہوتا ہے (اور) تبلیغ کے باب میں کفار کا کچھ خوف نہ کیجئے، کیونکہ (اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے) یعنی اس سے کہ وہ آپ کے مقابل ہو کر آپ کو قتل و ہلاک کر ڈالیں (محفوظ رکھے گا) اور (یقیناً اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو) یعنی جنہوں نے کفر و انکار ہی پر کمر باندھی ہے ان کو (راہ ہدایت نہیں دکھاتے) لہٰذا ایسے لوگ اگر راہ راست پر نہ آئیں تو آپ مایوس نہ ہوں۔

فائدہ: 1- تجربہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عام طور سے فریضہ تبلیغ میں کوتاہی چند وجوہ سے ہوتی ہے۔

I- فرض کی اہمیت کا کافی احساس نہ ہو۔

II- لوگوں کی عام مخالفت سے شدید نقصان کا خوف ہو۔

III- لوگوں کی عام سرکشی کی بنا پر نتائج سے مایوسی ہو۔

ان آیات میں پہلی وجہ کا جواب یا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ سے فما بلغت رسالتہ تک میں دیا، دوسری وجہ کے تدارک میں واللہ یعصمک من الناس فرمایا اور تیسری وجہ کے تدارک میں فرمایا اِنَّ اللہ لا یھدی القوم الکافرین۔

2- حفاظت کا وعدہ اسی طرح پورا ہوا۔ اگرچہ بعض غزوات میں آپ زخمی ہوئے اور یہود نے آپ کو زہر بھی دیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچایا۔ جامع ترمذی میں ہے کہ پہلے رسول اللہ ﷺ کا پہرہ دیا جاتا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا اب سب چلے جاؤ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کر لی ہے۔

ربط: اہل کتاب کو اب اطلاعیہ بتایا جاتا ہے کہ اگر تم قرآن وغیرہ کی پابندی نہیں کرو گے تو کسی خوش فہمی میں نہ رہنا کہ آخرت میں کامیاب ہو جاؤ گے کیونکہ اس کے بغیر تمہاری مذہبی زندگی صفر ہے۔ اور اگر اس پر بھی نہ مانیں تو رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی اور ان پر غم نہ کرنے کی تلقین کی۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ترجمہ: کہہ دے اے اہل کتاب تمہیں ہو تم کسی راہ پر یہاں تک کہ قائم کرو توریت کو اور انجیل کو اور اس کو جو اتارا گیا تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے۔ اور ضرور بڑھ جائے گا بہت سوں کو ان میں سے اس کلام سے جو اتارا گیا تجھ پر تیرے رب کی طرف سے شرارت میں اور کفر میں۔ سو تو افسوس نہ کر (اس) قوم کفار پر۔

تفسیر: (آپ) ﷺ ان یہود و نصاریٰ سے (کہیے کہ اے اہل کتاب تم کسی راہ پر بھی نہیں) کیونکہ غیر مقبول راہ پر ہونا حکماً بے راہ ہونے کے ہے (جب تک کہ توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب) اب (تمہارے پاس) بواسطہ رسول اللہ ﷺ کے (تمہارے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے) یعنی قرآن (اس کی بھی پوری پابندی نہ کرو گے) ان کی پابندی کے معنی اور ترغیب اور برکات اوپر ذکر ہوئے ہیں (اور) اے محمد ﷺ چونکہ ان میں اکثر لوگ بے جا تعصب میں مبتلا ہیں اس لئے یہ (ضرور) ہے کہ (جو مضمون آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے بھیجا جاتا ہے وہ ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کی ترقی کا سبب ہو جاتا ہے)۔ اور اس میں ممکن ہے کہ آپ کو رنج و غم ہو، لیکن جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ متعصب ہیں (تو آپ ان کافر لوگوں) کی اس حالت (پر غم نہ کیا کیجیے)۔

ربط: یہ بتانے کے بعد کہ اہل کتاب تو بے راہ ہیں اور دلیل اعتبار سے صفر ہیں آگے ان کو عمومی قانون کے ذریعہ جو اہل کتاب و غیر اہل کتاب سب کو شامل ہے اسلام کی ترغیب دیتے ہیں۔ وہ قانون یہ ہے کہ جو قوم مسلمان کہلاتی ہے یا یہود یا نصاریٰ یا صابی یا کچھ اور کوئی شخص ان ناموں کی بدولت یا نسل، رنگ، پیشہ، وطن وغیرہ کے لحاظ سے حقیقی فلاح اور دائمی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ کامیاب ہونے کا صرف ایک ہی معیار ہے یعنی ایمان و عمل صالح۔ جس کو اپنے کامیاب ہونے کا دعویٰ ہو وہ اپنے کو اس معیار پر پرکھ لے۔ اگر پورا اترے تو بلاخوف و خطر کامیاب ہے ورنہ پھر خدا کے قہر و غضب سے دوچار ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَنْ
آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ
لَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾

ترجمہ: بے شک جو مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور فرقہ صابی اور نصاریٰ جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر اور عمل کرے نیک نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں

گے۔

تفسیر: (یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور صابی فرقہ اور نصاریٰ) ان سب میں (جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ) کی ذات و صفات (پر اور روز قیامت پر اور کارگزاری اچھی کرے) یعنی شریعت کے موافق کرے (ایسوں پر) آخرت میں (نہ کسی طرح کا اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے)۔

ربط: کامیابی اور خدا کے ہاں قبولیت کے معیار یعنی ایمان و عمل صالح کے ذکر کے بعد آگے اس کو ثابت کیا کہ یہود اس معیار پر تو بالکل پورے نہیں اترے۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ۝ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور بھیجے ہم نے ان کی طرف رسول۔ جب کبھی لایا ان کے پاس کوئی رسول وہ حکم جو نہیں پسند کیا ان کے نفسوں نے تو بعض کو انہوں نے جھٹلایا اور بعض کو وہ قتل کر ڈالتے تھے۔ اور انہوں نے خیال کیا کہ نہ ہوگی کچھ خرابی سو اندھے ہوگئے اور بہرے ہو گئے پھر توبہ قبول کی اللہ نے ان پر پھر اندھے ہوئے اور بہرے ہوئے بہت ان میں سے اور اللہ دیکھنے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

تفسیر: (ہم نے بنی اسرائیل سے) یعنی یہود سے اول توریت میں تمام پیغمبروں کی تصدیق واطاعت کا (عہد لیا اور) اس عہد کے یاد دلانے کو (ہم نے ان کے پاس بہت پیغمبر بھیجے) لیکن ان کی یہ حالت تھی کہ (جب کبھی ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا حکم لایا جس کو ان کا جی نہ چاہتا تھا) تب ہی ان کے ساتھ مخالفت سے پیش آئے (سو بعضوں کو) تو (جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو) بے دھڑک (قتل ہی کر ڈالتے تھے اور) باوجود ہر شرارت پر جب چند روزہ مہلت دی گئی انہوں نے (یہی گمان کیا کہ کچھ سزا نہ ہوگی۔ اسی) گمان (سے وہ بھی اندھے اور بہرے) کی طرح (بن گئے) کہ نہ انبیاء کے صدق کے دلائل کو دیکھا نہ ان کے کلام کو سنا (پھر) ایک مدت کے بعد (اللہ تعالیٰ نے ان پر) رحمت کے ساتھ

عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے) اور اس قول میں اپنے رب کے پروردہ اور بندہ ہونے کی تصریح ہے، پھر ان کو الہٰ کہنا وہی بات ہے کہ مدعی سست گواہ چست (بیشک جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ) کسی کو خدائی میں یا خدائی خصوصیات میں (شریک قرار دے گا سو اس پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام کردے گا، اور اس کا ٹھکانا) ہمیشہ کے لئے (دوزخ ہے، اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا) کہ دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچا سکے۔ اور جیسے عقیدہ اتحاد کفر ہے اسی طرح عقیدہ تثلیث بھی کفر ہے پس (بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہیں، جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین) معبودوں (میں کا ایک ہے، حالانکہ سوائے ایک معبود) حق (کے اور کوئی معبود) حق (نہیں) نہ دو اور نہ تین، جب یہ عقیدہ بھی کفر وشرک ہے تو اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ الخ میں جو سزا مذکور ہے وہ اس پر بھی مرتب ہوگی (اور اگر یہ) دونوں عقیدہ کے (لوگ اپنے اقوال) کفریہ (سے باز نہ آئے تو) سمجھ رکھیں کہ (جو لوگ ان میں کافر رہیں گے ان پر) آخرت میں (دردناک عذاب واقع ہوگا۔ کیا) توحید کے اور عذاب کی وعید کے ان مضامین کو سن کر (پھر بھی) اپنے ان عقائد و اقوال سے (خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں چاہتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ) جب کوئی توبہ کرتا ہے تو (بڑی مغفرت کرنے والے) اور (بڑی رحمت کرنے والے ہیں)۔

ربط: اوپر ذکر ہوا کہ نصاریٰ بھی کامیابی کے معیار پر پورے نہیں اترتے کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے قائل ہیں جو کہ بالکل باطل عقیدہ ہے اور اس کے باطل ہونے کی دلیل یہ ہے۔

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

ترجمہ: نہیں ہے مسیح بن مریم مگر رسول۔ گزر چکے اس سے پہلے بہت رسول اور اس کی ماں ولی ہے دونوں کھاتے تھے کھانا۔ دیکھ کیسے ہم بتاتے ہیں ان کو دلیلیں پھر دیکھ کہاں وہ الٹے جا رہے ہیں۔

تفسیر: (مسیح بن مریم) عین خدا یا جزو خدا (کچھ بھی نہیں صرف ایک پیغمبر ہیں جن سے پہلے اور بھی پیغمبر) معجزات والے (گزر چکے ہیں) جن کو عیسائی خدا نہیں مانتے، پس اگر پیغمبری یا

ہیں اس لئے اہل کتاب کو نصیحت کرتے ہیں کہ جو لوگ خود غلطی میں مبتلا تھے اور دوسروں کو غلطی میں مبتلا کرتے تھے ان کے پیچھے مت چلو اگرچہ وہ تمہارے بڑے ہی ہوں۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۟

ترجمہ: آپ کہیے اے اہل کتاب مت غلو کرو اپنے دین میں ناحق کا اور مت پیروی کرو خیالات کی ایسے لوگوں کے جو گمراہ ہو چکے پہلے اور گمراہ کر گئے بہتوں کو اور بہک گئے سیدھی راہ سے۔

تفسیر: (آپ) ان نصاریٰ سے (فرمایئے کہ اے اہل کتاب تم اپنے دین) کے معاملہ (میں ناحق کا غلو) اور افراط (مت کرو اور اس) افراط کے باب (میں ان لوگوں کے خیالات) یعنی بے سند باتوں (پر مت چلو جو) اس وقت سے (پہلے خود بھی غلطی میں پڑ چکے ہیں اور) اپنے ساتھ (اور بہتوں کو) بھی (غلطی میں ڈال چکے ہیں اور) ان کی غلطی اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ حق مفقود ہو گیا ہو اس کا پتہ نہ لگتا ہو بلکہ (وہ لوگ راہ راست) کے ہوتے ہوئے قصداً اس (سے دور) اور علیحدہ (ہو گئے تھے) اور اب جب ان لوگوں کی غلطی دلائل سے ثابت ہو گئی پھر ان کا اتباع کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔

ربط: اہل کتاب کو دعوت و تبلیغ کرنے اور احقاق حق و ابطال باطل کرنے کے بعد آگے بتاتے ہیں کہ ان سے حق کو قبول کرنے کی امید نہیں کیونکہ یہ ان کے اگلے لوگوں کا حال یہ تھا کہ

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۟ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۟

ترجمہ: لعنت کئے گئے کافر بنی اسرائیل میں سے داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزر گئے تھے۔ اور نہ رکتے تھے برے کام سے جو وہ کر رہے تھے۔ کیا ہی برا کام ہے جو وہ کرتے تھے۔

ساتھ عداوت کا (وہ بے شک برا ہے کہ) اس کے سبب (اللہ تعالیٰ ان پر ہمیشہ کے لئے) (ناراض ہوا
اور) اس دائمی ناراضی کا ثمرہ یہ ہوگا کہ (یہ لوگ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے اور اگر یہ) یہودی (لوگ
اللہ پر ایمان رکھتے اور پیغمبر) یعنی موسیٰ علیہ السلام (پر) ایمان رکھتے جس کا ان کو دعویٰ ہے (اور اس
کتاب پر) ایمان رکھتے (جو ان) پیغمبر (کے پاس بھیجی گئی تھی) یعنی توریت پر (تو ان) مشرکین (کو
دوست نہ بناتے۔ لیکن ان میں زیادہ (لوگ) ایسے (ایمان سے خارج ہی ہیں) اس لئے کافروں کے
ساتھ ان کا اتحاد اور ان کی دوستی ہوئی۔

ربط: آگے اس وقت کے نصاریٰ کا حال بتاتے ہیں کہ وہ بھی مسلمانوں کے مخالف تھے اور
اسلام سے جلتے تھے لیکن ان میں قبول حق کی استعداد یہود و مشرکین کے مقابلہ میں زیادہ تھی۔ ان کے
دل اسلام اور مسلمانوں سے محبت کرنے کی طرف نسبۃً جلد مائل ہو جاتے تھے۔ اس کو واضح کرنے کے
لئے یہود و مشرکین سے ان کا تقابل بھی کیا گیا۔ نصاریٰ کے اس حال کا سبب یہ تھا کہ اس وقت تک ان
میں علم دین کا چرچا دوسری قوموں سے زائد تھا۔ اپنے طریقہ کے موافق ترک دنیا اور زاہدانہ زندگی
اختیار کرنے والے ان میں بکثرت پائے جاتے تھے اور نرم دلی اور تواضع ان کی خاص صفت تھی۔ اور
جس قوم میں یہ خصلتیں کثرت سے پائی جائیں ان کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ اس میں قبول حق اور
سلامت روی کا مادہ دوسری اقوام سے زیادہ ہو کیونکہ حق کو قبول کرنے سے عموماً تین چیزیں مانع ہوتی
ہیں جہالت، حب دنیا اور تکبر۔ عیسائیوں میں قسیسوں اور علماء کا وجود جہالت کو، راہبوں اور درویشوں کی
کثرت حب دنیا کو، نرم دلی اور تواضع کی صفت تکبر کو کم کرتی تھی۔ اسی لئے قیصر روم، مقوقس مصر اور
حبشہ کے نجاشی نے نبی ﷺ کے پیغام و دعوت کے ساتھ جو کچھ برتاؤ کیا وہ اس پر گواہ ہے کہ اس
وقت عیسائیوں میں حق کو قبول کرنے کی اور مسلمانوں کے ساتھ مودت رکھنے کی صلاحیت دوسری اقوام
کی بہ نسبت زیادہ تھی۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ
وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ
ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٨٢﴾

ترجمہ: تو پائے گا زیادہ سخت سب لوگوں سے دشمنی میں مسلمانوں کے لئے
یہودیوں کو اور مشرکوں کو اور تو پائے گا زیادہ نزدیک ان سب سے محبت میں مسلمانوں کے ان
لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس وجہ سے کہ نصاریٰ میں عالم ہیں اور درویش ہیں

اور اس واسطے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔

تفسیر: اپنے دور کے غیر مسلموں میں (تمام آدمیوں سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے آپ ان یہود اور ان مشرکین کو پائیں گے اور ان) غیر مسلموں (میں مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھنے کے قریب تر) بہ نسبت دوسروں کے (ان لوگوں کو پائیں گے جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں) قریب تر کا یہ مطلب ہے کہ دوست تو وہ بھی نہیں مگر دوسرے کفار سے غنیمت ہیں (یہ) دوستی سے قریب تر ہونا اور عداوت میں کم ہونا (اس سبب سے ہے کہ ان) نصاریٰ (میں بہت سے علم دوست عالم ہیں، اور بہت سے تارک دنیا درویش ہیں) اور جب کسی قوم میں ایسے لوگ بکثرت ہوتے ہیں تو عوام میں بھی حق کے ساتھ زیادہ عناد نہیں رہتا، اگرچہ خواص وعوام حق کو قبول بھی نہ کریں (اور اس سبب سے ہے کہ) یہ نصاریٰ (لوگ متکبر نہیں ہیں) قسیسوں اور راہبوں سے جلدی متاثر ہو جاتے ہیں اور تیز تواضع کا خاصہ ہے کہ وہ حق بات کے سامنے نرم ہو جاتا ہے اس لئے ان کو زیادہ عداوت نہیں ہے۔ ان کے برخلاف یہود ومشرکین محب دنیا اور متکبر ہیں۔

فائدہ: 1- اس وقت کے نصاریٰ کی مذکورہ بالا حالت ہی کی وجہ سے زیادہ نصرانی عالم وغیر عالم مسلمان ہوئے۔ یہود میں سے بھی اگرچہ بعض عالم مسلمان ہوئے لیکن چونکہ وہ بہت تھوڑے تھے اس لئے عوام میں ان کا زیادہ اثر نہیں ہوا اور ان میں عناد وانکار رہا جو شدید عداوت کا سبب ہے۔ اس لئے یہودی عوام تو بہت ہی کم مسلمان ہوئے۔

2- بعد کے ادوار میں

یہاں تک کہ آج کے دور میں بھی عیسائیوں میں چونکہ صحیح علم اور ترک دنیا وزہد اور تواضع وانکساری کی خصلتیں عام طور سے باقی نہ رہیں تو ان میں مسلمانوں کے ساتھ قرب مودت بھی نہیں ہے۔

ربط: آگے مسلمان ہونے والے ستر نصاریٰ کی مدح کرتے ہیں۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

ترجمہ: اور جب وہ سنتے ہیں اس کو جو اترا گیا رسول کی طرف تو تو دیکھتا ہے ان کی آنکھوں کو کہ بہتی ہیں آنسوؤں سے اس وجہ سے کہ انہوں نے پہچان لیا حق بات کو۔ کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے سو تو لکھ ہم کو ماننے والوں کے ساتھ۔ اور کیا ہے ہم کو کہ نہ ہم ایمان رکھیں اللہ پر اور اس چیز پر جو آئی ہمارے پاس حق سے اور توقع رکھیں اس کی کہ داخل کرے ہم کو رب ہمارا ساتھ نیک بختوں کے۔ سو بدلے میں دیے ان کو اللہ نے ان کے (اس) کہنے پر ایسے باغ کہ بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں ہمیشہ کو رہیں گے ان میں اور یہ ہے بدلہ نیکی کرنے والوں کا، اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلاتے لگے ہماری آیتوں کو وہ ہیں دوزخ والے۔

تفسیر: (اور جب وہ) مثلاً حبشہ سے آئے ہوئے ستر عیسائی جو مسلمان ہو گئے تھے (اس) کلام (کو سنتے ہیں جو کہ رسول ﷺ (کی طرف بھیجا گیا ہے) یعنی قرآن (تو آپ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں، اس سبب سے کہ انہوں نے) دین (حق) یعنی اسلام (کو پہچان لیا)۔ مطلب یہ ہے کہ حق کو سن کر متاثر ہوتے ہیں اور (یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہو گئے تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے) یعنی ان میں شمار کر لیجئے (جو) محمد ﷺ اور قرآن کے حق ہونے کی (تصدیق کرتے ہیں۔ اور ہمارے پاس کونسا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر) حضرت محمد ﷺ کے دین کے مطابق (اور جو) دین (حق ہم کو) اب (پہنچا ہے اس پر

ایمان نہ لائیں اور) پھر (اس بات کی امید) بھی (رکھیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک) مقبول (لوگوں کی معیت میں داخل کر دے گا) کیونکہ ہم جان گئے ہیں کہ نیک لوگوں کی معیت موقوف ہے اسلام قبول کرنے پر اس لئے ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ (سو ان) لوگوں (کو اللہ تعالیٰ ان کے) اس (قول) اور عقیدے (کی جزا میں ایسے باغ) بہشت کے (دیں گے جن کے) محلات کے (نیچے نہریں جاری ہوں گی) اور (یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور نیکوکاروں کی یہی جزا ہے اور) ان کے برخلاف (جو لوگ کافر رہے اور ہماری آیات) و احکام (کو جھوٹا کہتے رہے وہ لوگ دوزخ) میں رہنے (والے ہیں)۔

ربط: آغاز سورت میں ایفائے عہد کی تاکید کے بعد کچھ احکام بیان کئے گئے تھے۔ آگے پھر اسی مضمون کی طرف لوٹتے ہوئے چند اور احکام بیان کرتے ہیں۔

حلال چیزوں کی تحریم سے ممانعت

اس کا پچھلے مضمون سے یہ تعلق ہے کہ اوپر یہود و نصاریٰ کی جو قباحتیں ذکر ہوئیں ان کا خلاصہ دو چیزیں تھیں یعنی یہود کا دنیا کی لذات و شہوات اور حرام خوری میں انہماک تھا جو دین میں تفریط و کوتاہی کا سبب ہوا جب کہ نصاریٰ کا دین میں غلو اور افراط تھا جو رہبانیت تک لے گیا۔ مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم نہ تو دین میں افراط و غلو کرو کہ حلال اور پاکیزہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لو اور نہ ہی دین میں تفریط کرو کہ دنیوی چیزوں کی لذتوں میں منہمک ہو کر حد اعتدال سے گزر جاؤ اور دنیوی حیات ہی کو اپنا مطمح نظر بنا لو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو مت حرام ٹھہراؤ وہ لذیذ چیزیں جو حلال کر دیں اللہ نے تمہارے لئے اور مت بڑھو حد سے بیشک اللہ نہیں پسند کرتا حد سے بڑھنے والوں کو۔ اور کھاؤ اس میں سے جو دیا تم کو اللہ نے حلال پاکیزہ۔ اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

تفسیر: (اے ایمان والو اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں) خواہ وہ

کھانے پینے اور پہننے کی چیزیں ہوں یا نکاح میں عورتیں ہوں (ان میں لذیذ) اور مرغوب (چیزوں) کو (قسم وغیرہ کھا کر) اپنے نفسوں پر (حرام مت کرو اور حدود) شرعیہ (سے) جو کہ اشیاء کی حلت و حرمت کے بارے میں مقرر ہیں (آگے مت نکلو۔ بیشک اللہ تعالیٰ حد) شرعی (سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اور خدا تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ) اور استعمال کرو۔ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو) یعنی حلال کو حرام ٹھہرانا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہے لہٰذا اللہ سے ڈرو اور اس کا ارتکاب مت کرو

فائدہ: حلال کو حرام ٹھہرانا تین طرح سے ہے۔

1- اعتقادی یعنی حلال کو حرام اعتقاد کرنا۔ اگر کسی ایسی شے کو حرام سمجھے جس کا حلال ہونا قطعی دلیل سے ثابت ہے مثلاً گائے کا گوشت تو اس تحریم سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

2- زبانی یعنی زبان سے یوں کہے کہ میں فلاں چیز کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں یا فلاں چیز مجھ پر حرام ہے تو اس طرح کہنے سے قسم ہو جاتی ہے۔ اس قسم کو توڑ کر قسم کا کفارہ دینا چاہئے۔

3- عملی یعنی ثواب کی نیت سے کسی حلال شے کو کبھی بھی استعمال نہ کرنا۔ یہ بدعت اور رہبانیت ہے اس کے خلاف کرنا واجب ہے۔

اگر کسی شے کا دائمی ترک ثواب کی نیت سے نہ ہو بلکہ کسی بیماری میں پرہیز و علاج کے طور پر ہو تو یہ تحریم اور حرام ٹھہرانا نہیں ہے اور جائز ہے۔ بزرگوں سے جو مجاہدات منقول ہیں وہ اسی قبیل سے ہیں۔

ربط: اوپر حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانے کا ذکر تھا۔ ایسا چونکہ قسم کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے اس لئے مناسبت کی بناء پر قسم اور اس کے کفارہ کا حکم بیان کرتے ہیں۔

سترہواں حکم: قسم اور اس کا کفارہ

قسم تین طرح پر ہوتی ہے۔

1- غموس: زمانہ حال یا زمانہ ماضی کے کسی کام پر جانتے بوجھتے جھوٹی قسم کھانا مثلاً نماز نہیں پڑھی لیکن کسی کے پوچھنے پر کہا کہ خدا کی قسم میں نماز پڑھ چکا ہوں۔ اس پر کفارہ نہیں آتا صرف گناہ ہوتا ہے جس کے لئے توبہ کرنی ہوتی ہے۔

2- لغو: زمانہ ماضی یا زمانہ حال کے کسی کام پر غلط فہمی کی بنیاد پر خلاف واقعہ قسم کھا لی۔ مثلاً کسی کو دور سے دیکھ کر سمجھا کہ وہ زید ہے حالانکہ وہ زید نہیں تھا۔ پھر کسی کے پوچھنے پر کہا خدا کی قسم یہ

جیتنے والے پر غیظ ہوتا ہے اور جب کسی کو رنج ہو تو وہ دوسرے پر بھی اس کا اثر پہنچے گا، یہ تو دنیاوی مضرت ہوئی (اور) شیطان یوں چاہتا ہے کہ اسی شراب اور جوئے کے ذریعہ سے (اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے) جو کہ اللہ کی یاد کا سب سے افضل طریقہ ہے (تم کو باز رکھے) چنانچہ یہ بھی ظاہر ہے کیونکہ شراب میں تو اس کے ہوش ہی برقرار نہیں ہوتے اور قمار میں جیتنے والے کو تو سرور ونشاط اس وجہ ہوتا ہے کہ وہ اسی میں غرق رہتا ہے اور ہارنے والے کو ہار کا رنج و اضمحلال اور پھر اگلی مرتبہ جیتنے کی کوشش اس وجہ ہوتی ہے کہ اس سے فرصت نہیں ہوتی، یہ دینی مضرت ہوئی، جب یہ ایسی بری چیزیں ہیں (سو بتلاؤ اب بھی باز آؤ گے؟)۔

فائدہ: اس آیت سے پہلے بھی حرمتِ شراب کے بارے میں بعض آیات نازل ہو چکی تھیں۔ سب سے پہلے سورہ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی: **يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما** (سورہ بقرہ) یعنی یہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور (اگرچہ) لوگوں کے کچھ نفع بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے کہیں بڑھ کر ہے۔ تو اس سے شراب کی حرمت کی طرف واضح اشارہ کیا گیا ہے مگر چونکہ صاف طور پر اس کو چھوڑنے کا حکم نہیں تھا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا کہ اے اللہ ہمیں اس بارے میں شافی بیان عطا فرمائیے۔ اس کے بعد دوسری آیت سورہ نساء میں یہ آئی: **يا ايها الذين امنوا لا تقربوا الصلاة وانتم سكارى** یعنی اے ایمان والو جب تم نشہ میں ہو تو نماز کے قریب مت جاؤ۔ اس میں بھی شراب کی حرمت کی تصریح نہ تھی۔ وجہ یہ تھی کہ عرب میں شراب کا رواج انتہا کو پہنچ چکا تھا اور اس کو دفعۃً چھڑا دینا عام لوگوں کے اعتبار سے آسان نہیں تھا اس لئے حکیمانہ طور پر درجہ بدرجہ پہلے دلوں میں اس کی نفرت بٹھائی گئی اور آہستہ آہستہ اس کی حرمت کے حکم سے مانوس کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوسری آیت کو سن کر پھر یہی کہا کہ اے اللہ ہمیں اس بارے میں شافی ہدایت عطا فرمائیے۔ آخرکار سورہ مائدہ کی یہ آیتیں نازل ہو گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ آیات سنتے ہی پکار اٹھے کہ ہم باز آئے ہم باز آئے۔ لوگوں نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے، شراب خانے برباد کر دیئے اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہتی پھرتی تھی۔

ربط: آگے اس بات پر تنبیہ فرماتے ہیں کہ یہ جو ہم نے علیحدہ علیحدہ حکم بتائے ہیں صرف ان ہی پر عمل کافی نہیں بلکہ تمام ہی احکام پر عمل کرو خواہ وہ قرآن میں ہوں یا قرآن سے باہر رسول

نے بتائے ہوں۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو۔ پھر اگر تم پھر جاؤ گے تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف پہنچا دینا ہے کھول کر۔

تفسیر: (اور تم) تمام احکام میں (اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول) ﷺ (کی اطاعت کرتے رہو اور) مخالفت حکم سے (احتیاط رکھو۔ اور اگر) اطاعت سے (اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف) حکم کا (پہنچا دینا تھا) اور وہ اس کو بخوبی انجام دے چکے اور تم کو احکام پہنچا چکے اب تمہارے پاس کسی عذر کی گنجائش نہیں رہی۔

فائدہ: اس آیت میں بھی اور اطاعت کے مضمون پر مشتمل دیگر بہت سی آیتوں میں رسول کی اطاعت کا حکم دیا۔ رسول کا لفظ استعمال کر کے واضح کر دیا کہ ان کی اطاعت بحیثیت رسول کے ہے اور قیامت تک کے آنے والے مسلمانوں کے لئے ہے۔ بعض لوگ جو حدیث و سنت کے بالفعل انکاری ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کی دو حیثیتیں بتاتے ہیں ایک رسول ہونے کی جس کے تحت آپ نے قرآن لوگوں تک پہنچایا اور دوسری مرکز ملت یا مرکزی حکمران ہونے کی جس کے تحت آپ نے اپنے زمانے کے اعتبار سے قرآن کی تعبیر و تفسیر کی اور اس کا نفاذ کیا۔ یہ بہت بڑی گمراہی ہے اور یہ لوگ ہر نئے آنے والے حکمران کو مرکز ملت بنا کر قرآن کی اپنے زمانہ کے مطابق تعبیر کرنے کا حق دیتے ہیں۔ قرآن نے صاف بتا دیا کہ حضرت محمد ﷺ کی اطاعت بطور رسول کے ہے کسی اور حیثیت سے نہیں۔ لہٰذا قرآن کے علاوہ آپ ﷺ کا دیا ہوا ہر حکم اور بتائی ہوئی ہر ممانعت رسول کی دی ہوئی ہے جس طرح قرآن بھی رسول کا پہنچایا ہوا ہے۔

ربط: مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب شراب اور جوئے کی حرمت والی آیت نازل ہو چکی تو بعض لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول بہت سے آدمی جو شراب پیتے تھے اور جوئے کا مال کھاتے تھے وہ تو تحریم سے پہلے مر گئے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ چیزیں تو حرام تھیں۔ اب ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ اس پر اگلی آیت نازل ہوئی۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا

إِذَا مَا اتَّقَوْا وَّآمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّآمَنُوا ثُمَّ
اتَّقَوْا وَّأَحْسَنُوا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۹۳﴾

ترجمہ: نہیں ہے ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور کئے نیک کام کوئی گناہ اس میں جو کچھ وہ پہلے کھا چکے جب کہ (آئندہ کو) ڈر گئے اور ایمان لائے اور کئے نیک کام پھر ڈرتے رہے اور یقین کیا پھر ڈرتے رہے اور نیکی کی۔ اور اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔

تفسیر: (ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھا پی چکے ہوں) اور اس وقت وہ حلال ہو گو بعد میں حرام ہو جائے۔ اور ان کو گناہ کیسے ہوتا (جب کہ) کوئی بات بھی گناہ کا تقاضا نہ کرتی ہو بلکہ گناہ سے ایک مانع موجود ہو وہ یہ کہ (وہ لوگ) خدا کے خوف سے اس وقت کی ناجائز چیزوں سے (پرہیز رکھتے ہوں اور) دلیل اس خوف کی یہ ہو کہ وہ لوگ (ایمان رکھتے ہوں) جو کہ خدا سے ڈرنے کا سبب ہے (اور نیک کام کرتے ہوں) جو کہ خوف خدا کی علامت ہے، اور اسی حالت پر وہ عمر بھر رہیں، چنانچہ اگر وہ حلال چیز جس کو پہلے کھاتے پیتے تھے آگے چل کر بھی حرام ہو جائے تو (پھر) اس سے بھی اسی خوف خدا کے سبب (پرہیز کرنے لگتے ہوں اور) اس خوف کی بھی دلیل پہلے کی طرح یہی ہو کہ وہ لوگ (ایمان رکھتے ہوں اور) ایمان پر موقوف (نیک عمل خوب کرتے ہوں) یعنی یہاں بھی خوف خدا کا سبب یعنی ایمان اور علامت یعنی عمل صالح جمع ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب بھی حرمت کا حکم آئے ان لوگوں کا یہی طرز عمل ہو تو یہ گناہ سے مانع ہے۔ اور پھر جب ان کا طرز عمل دائمی ہو گناہ سے مانع بھی دائمی ہو گا۔ اس صورت میں ہمارے فضل سے بعید ہے کہ ہم ان کو گناہگاروں میں شمار کریں۔ (اور) ان کی یہ خاص طریقہ کی نیکوکاری صرف یہی نہیں کہ وہ گناہ سے مانع ہے بلکہ وہ ثواب اور محبوبیت خداوندی کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ (اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں سے محبت رکھتے ہیں) تو ان میں مغضوب ہونے کا احتمال تو کب ہو سکتا ہے، یہ تو غیر مغضوب ہونے سے گزر کر محبوب ہونے کا درجہ رکھتے ہیں۔

انیسواں حکم: احرام کی حالت میں شکار کا حکم

يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ

الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! البتہ ضرور آزمائے گا تم کو اللہ قدرے شکار سے کہ پہنچتے ہیں جس تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے تاکہ معلوم کرے اللہ کون ڈرتا ہے اس سے بن دیکھے۔ پھر جس نے زیادتی کی اس کے بعد تو اس کے لئے ہے عذاب دردناک۔ اے ایمان والو نہ مارو شکار جس وقت تم ہو احرام والے۔ اور جو کوئی مارے شکار کو تم میں سے جان کر تو (اس پر) بدلہ ہے مثل اس جانور کے جو قتل کیا مویشی میں سے۔ تجویز کریں جس کو دو معتبر آدمی تم میں سے اس طرح سے کہ وہ (بدلے کا جانور) بطور نیاز پہنچنے والا ہو کعبہ تک یا (اس پر) کفارہ ہے (یعنی) کھانا چند محتاجوں کا یا اس کے برابر روزے تاکہ چکھے سزا اپنے کام کی۔ معاف کیا اللہ نے اس سے جو ہو چکا۔ اور جو کوئی پھر کرے گا تو بدلہ لے گا اللہ اس سے اور اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا۔

تفسیر: (اے ایمان والو اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہارا امتحان کرے گا جس تک) بوجہ تم سے دور نہ بھاگنے کے (تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے) امتحان کی صورت یہ ہوگی کہ حالت احرام میں وحشی جانوروں کے شکار کرنے کو تم پر حرام کر کے جیسا آگے صراحت سے آتا ہے ان وحشی جانوروں کو تمہارے آس پاس پھراتے رہیں گے (تاکہ اللہ تعالیٰ) ظاہری طور پر بھی (معلوم کرلے کہ کون شخص اس) کے عذاب (سے بن دیکھے ڈرتا ہے) اور ارتکاب حرام سے جو کہ موجب عذاب ہے بچتا ہے۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حالت احرام میں شکار کرنا حرام ہے۔ (سو جو شخص اس) حرمت (کے بعد) جس پر امتحان کا لفظ بھی دلالت کر رہا ہے (حد) شرعی

(سے بچے گا) یعنی ممنوع شکار کا مرتکب ہو گا (اس کے واسطے درد ناک سزا) مقرر (ہے) چنانچہ
شکاری جانور اسی طرح آس پاس لگے پھرتے تھے، چونکہ صحابہ میں بہت سے شکار کے عادی تھے اس
میں ان کی اطاعت کا امتحان ہو رہا تھا جس میں وہ پورے اترے، آگے ممانعت کی زیادہ تصریح ہے
کہ (اے ایمان والو وحشی شکار کو) سوائے ان کے جن کی شریعت نے اجازت دی ہے (قتل مت
کرو جب کہ تم حالت احرام میں ہو) اسی طرح جب کہ وہ شکار حرم میں ہو گو شکاری احرام میں نہ ہو
اس کا بھی یہی حکم ہے (اور جو شخص تم میں اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر) اس کے فعل کی
(پاداش واجب ہوگی جو کہ) قیمت کے اعتبار سے (مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل
کیا ہے جس) کے تخمینہ (کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں) کہ دینداری میں بھی قابل اعتبار
ہوں اور تجربہ و بصیرت میں بھی، پھر اس قاتل کو قیمت کے تخمینہ کئے جانے کے بعد اختیار ہے
(خواہ) اس قیمت کا کوئی ایسا جانور خرید کر (جو پالتو) کا جانور (خاص چوپاؤں میں سے ہو)
یعنی اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، نر ہو یا مادہ (بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ) کے پاس (تک)
یعنی حرم کے اندر (پہنچائی جائے اور خواہ) اس قیمت کے برابر (غلہ بطور کفارہ کے مساکین کو دیا
جائے) یعنی ایک مسکین کو بقدر ایک صدقہ فطر کے دیا جائے (اور خواہ اس) غلہ (کے برابر روزے
رکھ لئے جائیں) برابری کی صورت یہ ہے کہ ہر مسکین کے حصہ یعنی فطرہ کے بدلے ایک روزہ اور
یہ پاداش اس لئے مقرر کی ہے (تاکہ اپنے کئے کی شامت کا مزہ چکھے) بخلاف اس شخص کے جس
نے قصداً شکار نہ کیا ہو کیونکہ اگرچہ اس پر بھی جزاء تو یہی واجب ہے مگر وہ فعل کی سزا نہیں۔ بلکہ
واجب الاحترام جانور کا تاوان اور جزاء ہے اور اس جزاء کے ادا کر دینے سے (اللہ تعالیٰ نے گذشتہ کو
معاف فرما دیا۔ اور جو شخص پھر ایسی ہی حرکت کرے گا) تو چونکہ عمداً دوسری بار میں پہلی بار
سے زیادہ جرأت ہوتی ہے (تو) اس وجہ سے مذکورہ جزاء جو کہ شکار کرنے کا یا شکار کئے ہوئے جانور کا
عوض و تاوان ہے اس کے علاوہ آخرت میں (اللہ تعالیٰ اس سے) اس جرأت کا (انتقام لیں گے)
البتہ اگر توبہ کر لے تو اور بات ہے کیونکہ توبہ سے تو انتقام کا سبب ختم ہو جاتا ہے اور یہ مت بھولو کہ
(اور اللہ زبردست انتقام لے سکتے ہیں)۔

فائدہ: جزاء کا حاصل یہ ہے کہ جس وقت اور جس جگہ میں وہ جانور قتل ہوا ہے بہتر تو یہ ہے
کہ دو معتبر شخصوں سے ورنہ ایک ہی معتبر شخص سے اس جانور کی قیمت کا تخمینہ لگوائے۔

۲۔ پھر اگر وہ جانور حرام ہو تب تو ایک بکری کی قیمت سے زیادہ واجب نہ ہوگی۔

ہیں۔ بطخ اور مرغابی چونکہ پانی میں پیدا نہیں ہوتیں اس لئے وہ دریائی جانوروں میں شامل نہیں۔

ربط: اوپر حالت احرام میں خشکی کے شکار کو حرام فرمایا۔ چونکہ تحریم اکثر نفس پر گراں ہوتی ہے اس لئے چند حرام چیزوں کی مصلحتیں اور مصلحتیں جو مشاہدہ میں آرہی ہیں ان کو بیان فرماتے ہیں۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۝

ترجمہ: کر دیا اللہ نے کعبہ کو احترام والے گھر کو قیام کا باعث لوگوں کے لئے اور بزرگی والے مہینہ کو اور حرم میں ذبح ہونے والے جانور کو اور ان جانوروں کو جن کے گلے میں پٹے ہوں۔ یہ اس لئے کہ تم جان لو کہ بیشک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔

تفسیر: (خدا تعالیٰ نے کعبہ کو جو کہ (ادب و احترام کا مکان ہے لوگوں) کی مصلحتوں (کے قائم رہنے کا سبب قرار دیا ہے اور) اسی طرح (عزت والے مہینہ کو بھی اور) اسی طرح (حرم میں قربان ہونے والے جانور کو بھی اور) اسی طرح (ان جانوروں کو بھی جن کے گلے میں) اس اتفاق کے (پٹے ہوں) کہ یہ اللہ کی نیاز ہیں حرم میں ذبح ہوں گے۔ (یہ) قرار داد جہاں اس میں اور دنیوی مصلحتیں ہیں ایسی ہی (اس) دینی مصلحت کے (لئے) بھی (ہے تاکہ) تمہارا اعتقاد درست اور پختہ ہو اس طرح سے کہ (تم) ان مصلحتوں سے استدلال کر کے (اس بات کا یقین کر لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمین کے اندر کی چیزوں کا علم) کامل (رکھتے ہیں) کیونکہ ایسا حکم دینا جس میں آئندہ کی ایسی مصلحتوں کی رعایت ہو جن کو انسانی عقلیں نہ سوچ سکیں یہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم کے کمال کی دلیل ہے (اور) اس سے استدلال کر کے یقین کر لو کہ (بیشک اللہ تعالیٰ سب چیز اس کو خوب جانتے ہیں)۔

فائدہ: کعبہ دینی اور دنیوی دونوں حیثیتوں سے لوگوں کے قیام کا باعث ہے۔

1- حج و عمرہ تو وہ عبادات ہیں جن کا ادا کرنا براہ راست کعبہ ہی سے متعلق ہے لیکن نماز کے لئے بھی استقبال قبلہ شرط ہے۔ اس طرح کعبہ لوگوں کی عبادات کے قیام کا سبب بن گیا۔

2- حج کے موقع پر تمام اسلامی علاقوں سے لاکھوں مسلمان وہاں جمع ہوتے ہیں تو بے شمار

مبغوض نہ ہونا چاہئے (اگرچہ اسے دیکھنے والے (تجھ کو) ناپاک کی کثرت) اس وجہ سے (تعجب میں ڈالتی ہو) کہ باوجود ناپسندیدہ ہونے کے یہ کثیر کیوں ہے۔ مگر یہ سمجھ لو کہ کثرت جو اللہ تعالیٰ کی کسی حکمت سے ہے قابل تعریف ہونے کی دلیل نہیں۔ جب تم نے جان لیا کہ مقبولیت کا مدار کثرت پر نہیں اور جب تم اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت پر بھی مطلع ہو گئے (تو) اس کو مت دیکھو بلکہ (خدا تعالیٰ) کے حکم کی خلاف ورزی کرنے (سے ڈرتے رہو تاکہ تم) پورے طور سے (کامیاب ہو) کر جنت اور رضائے حق حاصل کر لو۔

بیسواں حکم: احکام و واقعات میں فضول سوال کرنے کی ممانعت

جب کسی شخص کو صرف اتنا حکم دیا جائے کہ فلاں جگہ پہنچ جاؤ اور مزید کوئی ہدایت نہ دی جائے تو اس شخص کو اختیار ہوگا کہ وہ جس راستے سے چاہے اور جس ذریعہ سے چاہے اس جگہ پہنچ جائے۔ اگر یہ شخص حکم دینے والے سے یہ پوچھنے لگے کہ میں عام بس سے جاؤں (جس کا کرایہ پانچ روپے ہے) یا ٹیکسی سے جاؤں (جس کا کرایہ سو روپے ہے) تو اس طرح کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص ٹیکسی سے جانے کی قدرت رکھتا ہے اور اس کے لئے تیار ہے۔ اب یہ حکم دینے والا کسی بھی مصلحت سے یہ کہہ دے کہ ٹیکسی سے جاؤ تو اس کا یہ تعین ہدایت ورنہ غلط نہ ہوگا اور اس شخص کا اختیار کم ہو جائے گا یا بالکل ختم ہو جائے گا۔ یہ تنگی خود سوال کی وجہ سے اس پر آئی اور اس کی یہ حرکت نہایت غیر معقول شمار ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی سنت بھی یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب کسی معاملہ میں بکثرت سوال اور کھود کرید کی جائے اور خواہ مخواہ احتمالات نکالے جائیں تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تنگی بڑھتی جاتی ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے بیل ذبح کرنے والے قصہ میں ایسا ہی ہوا۔ حدیث میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا اے لوگو خدا نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ ایک شخص بول اٹھا کیا ہر سال یا رسول اللہ۔ فرمایا اگر میں (ہاں) کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا پھر تم ادا نہ کر سکتے۔ جس چیز میں تم کو آزاد چھوڑوں تم بھی مجھ کو چھوڑ دو (کہ مجھ سے بلا وجہ کے سوال نہ کرو)۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ مسلمانوں میں وہ شخص بڑا مجرم ہے جس کے سوالات کی بدولت ایسی چیز حرام کی گئی جو حرام نہ تھی۔

باقی ضروری بات پوچھنا یا کسی دلیل سے پیدا ہونے والے شبہ کو دور کرنے کے لئے سوال کرنا فضول نہیں ہے اس لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۚ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! مت پوچھو ایسی باتیں کہ اگر کھول دی جائیں تم پر تو بری لگیں تم کو اور اگر پوچھو گے یہ باتیں ایسے وقت میں کہ قرآن نازل ہو رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی۔ درگزر کیا ہے اللہ نے ان باتوں سے اور اللہ بخشنے والا تحمل والا ہے۔ پوچھ چکی ہے ایسی باتیں ایک جماعت تم سے پہلے پھر ہو گئے وہ ان باتوں سے منکر۔

تفسیر: (اے ایمان والو ایسی) فضول (باتیں مت پوچھو) جن میں یہ احتمال ہو (کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو) یعنی یہ احتمال ہو کہ جواب تمہاری منشاء کے خلاف آیا تو ناگوار ہوگا (اور) جن میں یہ احتمال ہو کہ (اگر تم قرآن) اور وحی (کے نزول کے زمانہ میں ان باتوں کو پوچھو تو تم سے ظاہر کر دی جائیں) یعنی سوال کرنے میں تو یہ دوسرا احتمال ہو کہ جواب مل جائے اور جواب ملنے میں وہ پہلا احتمال ہو کہ ناگوار گذرے، اور یہ دونوں احتمال جو مجموعی طور سے سوال کی ممانعت کی علت ہیں واقعی ہیں پس ایسا سوال ممنوع ہے، پھر (گذشتہ سوالات) جو اس وقت تک کر چکے ہو وہ تو (اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیئے) مگر آئندہ مت کرنا (اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں) اس لئے گذشتہ سوالات معاف کر دیئے اور (بڑے حلم والے ہیں) اس لئے اگر آئندہ کی خلاف ورزی پر دنیا میں سزا نہ دے تو دھوکہ میں مت پڑ جانا کہ آگے بھی کوئی عذاب وسزا نہ ہوگی۔ (ایسی باتیں تم سے پہلے) زمانہ میں (اور) امتوں کے (لوگوں نے بھی) اپنے پیغمبروں سے (پوچھی تھیں پھر) ان کو جواب ملا تو (ان باتوں کا حق نہ بجا لائے) یعنی ان جوابوں میں جو جواب احکام سے متعلق تھے ان کے موافق عمل نہ کیا اور جو واقعات سے متعلق تھے ان سے معتقد نہ ہوئے، پس کہیں تم کو بھی ایسی ہی نوبت نہ پیش آئے، اس لئے بہتری اسی میں ہے کہ ایسے سوالات چھوڑ دو۔

اکیسواں حکم: کفر کے بعض طریقوں کا ابطال

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّ

حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَاۗءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَـيْـــًٔـا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۔

ترجمہ: نہیں مقرر کیا اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی و لیکن کافر باندھتے ہیں اللہ پر بہتان، اور اکثر کافر عقل نہیں رکھتے۔ اور جب کہا جاتا ہے ان کو آؤ اس کی طرف جو اللہ نے نازل کیا اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں کافی ہے ہم کو وہ پایا ہم نے جس پر اپنے باپ دادوں کو۔ بھلا اگر ان کے باپ دادے نہ علم رکھتے ہوں کچھ اور نہ راہ جانتے ہوں (تب بھی یہ ایسا ہی کریں گے)۔

تفسیر: (اللہ نے نہ بحیرہ کو مقرر کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حامی کو لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ) ان رسوم کے بارے میں (اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں) کہ خدا تعالیٰ ان اعمال سے خوش ہیں (اور اکثر کافر) دین کی (عقل نہیں رکھتے) اور اس سے کام نہیں لیتے بلکہ محض اپنے بڑوں کی دیکھا دیکھی ایسی جہالتیں کرتے ہیں چنانچہ (جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول) ﷺ (کی طرف) جن پر وہ احکام نازل ہوئے ہیں (رجوع کرو) جو بات ان سے حق ثابت ہو حق سمجھو اور جو باطل ثابت ہو باطل سمجھو (تو کہتے ہیں کہ ہم کو) ان احکام اور رسول کی ضرورت نہیں ہم کو (وہی) طریقہ (کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے)۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (کیا) وہ طریقہ ان کے لئے ہر حال میں کافی ہے (اگرچہ ان کے بڑے) دین کی (نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ) کسی آسمانی کتاب کی (ہدایت رکھتے ہوں)۔

فائدہ: بحیرہ اس جانور کو کہتے تھے جس کا دودھ بتوں کے نام کر دیتے تھے کوئی اپنے کام میں نہ لاتا تھا۔

سائبہ اس جانور کو کہتے تھے جس کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور اس سے کوئی کام نہ لیتے تھے۔

وصیلہ وہ اونٹنی ہوتی تھی جو پہلی اور دوسری بار مادہ بچہ جنے درمیان میں نر بچہ نہ جنے۔ اس کو

دوسرے کے گمراہ رہنے سے تم کو جو نقصان نہ ہوگا تو وہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ تم ہدایت پر رہو اور تمہارا ہدایت پر رہنا اس وقت مکمل ہوتا ہے جب تم امر بالمعروف بھی کرو اور نہی عن المنکر بھی کرو۔

2۔ لا یضرکم کے لفظ سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی کو یہ ضرر کا خیال تھا کیونکہ لا تزر وازرۃ وزر اخری کہ قیامت کے دن کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا واضح ہے اور عام عقل سے سمجھ میں آنے والی بھی ہے۔ یہاں مقصود صرف یہ بتانا ہے کہ دوسروں کا نہ ماننا چونکہ تمہارے لئے مضر نہیں ہے اس لئے تم غم نہ کرو کیونکہ ایسی فکروں میں پڑنے سے بعض اوقات اپنے ضروری کاموں میں خلل پڑتا ہے۔

بائیسواں حکم: اگر قرائن سے وصیوں کی قسم کا جھوٹ ہونا معلوم ہو اور وہ شرعی شہادت سے اپنی سچائی ثابت نہ کرسکیں تو میت کے وارثوں کو قسم دی جائے گی کہ ان کو وصیوں کے دعویٰ کی سچائی کا کوئی علم نہیں۔

آیات کے نازل ہونے کا قصہ

ایک شخص بدیل نامی جو مسلمان تھا دو شخص تمیم و عدی کے ساتھ جو اس وقت نصرانی تھے تجارت کی غرض سے ملک شام کی طرف گیا۔ شام پہنچ کر بدیل بیمار پڑ گیا۔ اس نے اپنے مال کی فہرست لکھ کر سامان میں رکھ دی اور اپنے دونوں ساتھیوں کو اطلاع نہ دی۔ مرض جب زیادہ بڑھا تو اس نے دونوں نصرانی ساتھیوں کو وصیت کی کہ میرا تمام سامان میرے وارثوں کو پہنچا دینا۔ انہوں نے سب سامان لا کر وارثوں کے حوالے کر دیا مگر چاندی کا ایک پیالہ جس پر سونے کے نقش و نگار تھے اس میں سے نکال لیا۔ وارثوں کو سامان میں سے فہرست ملی تو انہوں نے بدیل کے وصیوں تمیم و عدی سے پوچھا کہ میت نے کچھ مال فروخت کیا تھا، کچھ زیادہ بیمار رہا کہ معالجے وغیرہ میں کچھ خرچ ہوا ہو۔ ان دونوں نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ آخر معاملہ رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں پیش ہوا۔ چونکہ وارثوں کے پاس گواہ نہ تھے تو ان دونوں نصرانیوں سے قسم لی گئی کہ ہم نے میت کے مال میں کسی طرح کی خیانت نہیں کی نہ اس کی کوئی چیز چھپائی۔ آخر قسم پر فیصلہ ان وصیوں کے حق میں کر دیا گیا۔ کچھ مدت کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ پیالہ ان دونوں نے مکہ میں کسی سنار کے ہاتھ فروخت کیا ہے۔ انہوں سے جب پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ ہم نے وہ میت سے خرید لیا تھا۔ چونکہ خریداری کے گواہ نہ تھے اس لئے ہم نے پہلے اس کا ذکر نہیں کیا کہ کہیں ہمیں جھوٹا نہ سمجھا جائے۔ میت کے وارث پھر نبی ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ اب پہلی صورت کے برعکس وصی خریداری کے

مدعی اور وارث منکر تھے۔ شہادت موجود نہ ہونے کی وجہ سے وارثوں میں سے دو شخصوں نے جو میت سے قریب تر تھے قسم کھائی کہ پیالہ میت کی ملک تھا اور یہ دونوں نصرانی اپنی قسم میں جھوٹے ہیں کیونکہ پیالے کے میت کی ملکیت میں ہونے کا اقرار تو وہ پہلے کر چکے تھے اور ان کی یہ بات کہ وہ پیالہ خرید چکے تھے وہ اس سے غلط ثابت ہوتی ہے کہ میت نے فہرست میں پیالہ لکھا لیکن سامان میں نہ تو پیالہ تھا اور نہ اس کے متبادل قیمت موجود تھی۔ چنانچہ ان دونوں سے قیمت فروخت لے کر وارثوں کو دلوائی گئی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ
اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ
مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ
الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ
ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ
اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ۞ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا
فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ
فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖؗ
اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۞ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى
وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۞

ترجمہ: اے ایمان والو! گواہی ہو تمہارے آپس میں جب آ پہنچے کسی کو تم میں موت اور وہ وصیت کرنے لگے تو وصیت کے وقت دو شخص معتبر ہونے چاہئیں تم میں سے یا دو دوسرے شخص ہوں تمہارے علاوہ سے اگر تم نے سفر کیا ہو زمین میں پھر پہنچے تم کو مصیبت موت کی تو روک لو ان دونوں کو بعد نماز کے پھر وہ دونوں قسم کھائیں اللہ کی اگر تم کو شبہ ہو (ان پر اور وہ یوں کہیں) کہ ہم عوض میں نہیں لیتے قسم کے بدلے قیمت

اگرچہ قرابت دار ہی ہوتا، اور نہیں ہم چھپاتے اللہ کی گواہی ورنہ تو بے شک ہم گناہگاروں میں سے ہوں گے۔ پھر اگر اطلاع ہو جائے اس پر کہ وہ دونوں (اپنی قسم میں) مستحق ہو گئے تھے گناہ کے (یعنی انہوں نے جھوٹی قسم کھائی تھی) تو دو دوسرے گواہ کھڑے ہوں ان کی جگہ ان میں سے کہ مستحق ہوئے (گناہ کے) جن کے مقابلہ پر جو سب سے زیادہ قریب ہوں میت کے پھر قسم کھائیں اللہ کی کہ ہماری گواہی تحقیق ہے پہلوں کی گواہی سے اور نہیں زیادتی کی ہم نے (ورنہ بے شک ہم اس وقت ظالموں میں سے ہوں گے۔ یہ زیادہ قریب ہے (اس کے) کہ وہ ادا کریں شہادت کو ٹھیک طرح پر اور ڈریں کہ (کہیں الٹا دی جائیں قسمیں ان کی قسم کے بعد۔ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سنو۔ اور اللہ نہیں رہنمائی کرتا نافرمانوں کو۔

تفسیر: (اے ایمان والو تمہارے آپس) کے معاملات (میں) مثلاً ورثاء کو مال پہنچانے کے لئے (دو شخصوں کا وصی ہونا مناسب ہے) گو بالکل وصی نہ بنانا بھی جائز ہے (جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے) یعنی (جب وصیت کرنے کا وقت ہو) اور (وہ دو شخص ایسے ہوں کہ دیندار ہوں اور تم میں سے) یعنی مسلمانوں میں سے (ہوں یا) مسلمان نہ ملیں تو (غیر مسلم قوم کے دو شخص ہوں دیگر) مثلاً (تم کہیں سفر میں گئے ہو پھر تم پر موت کا واقعہ پڑ جائے)۔ اور یہ سب امور واجب تو نہیں البتہ مناسب اور بہتر ہیں اور جس طرح بالکل وصی نہ بنانا جائز ہے اسی طرح اگر ایک وصی ہو یا عادل نہ ہو یا حضر میں غیر مسلم کو بنائے سب جائز ہے، پھر ان وصیوں کے بارے میں یہ حکم ہے کہ (اگر) کسی وجہ سے ان پر (تم کو) اے ورثاء (شبہ ہو تو) اے فیصلہ کرنے والو اس طرح فیصلہ کرو کہ اول ورثاء سے چونکہ وہ مدعی ہیں اس بات پر گواہ طلب کرلو کہ وصیوں نے فلاں چیز مثلاً پیالہ لے لیا ہے۔ اور اگر وارث گواہ نہ لا سکیں تو ان وصیوں سے چونکہ وہ مدعا علیہ ہیں اس طرح قسم لو کہ (ان دونوں) وصیوں (کو بعد نماز) عصر مثلاً (روک لو) کیونکہ اکثر اس وقت مجمع زیادہ ہوتا ہے، تو جھوٹی قسم کھانے والا کچھ نہ کچھ شرماتا ہے، نیز وقت بھی بابرکت ہے کچھ اس کا بھی خیال ہوتا ہے۔ اور متبرک وقت اور لوگوں کے اجتماع کی رعایت کرنے سے مقصود یہ ہے کہ قسم میں زور آ جائے اور کوئی جھوٹی قسم کھانے پر جرأت نہ کرے۔ (پھر دونوں) اس طرح (خدا کی قسم کھائیں کہ) صیغہ حلف کے ساتھ یہ کہیں کہ (ہم اس قسم کے عوض کوئی) دنیا کا (نفع نہیں لینا چاہتے) کہ اس کی وجہ سے قسم میں سچ بولنے کو چھوڑ دیں (اگرچہ) اس واقعہ میں ہمارا (کوئی قرابتدار بھی) کیوں نہ (ہوتا) جس کی

مصلحت کو اپنی مصلحت سمجھ کر ہم جھوٹی قسم کھاتے، اور اب تو کوئی ایسا بھی نہیں۔ جب دوسری
مصلحتوں کی وجہ سے بھی ہم جھوٹ نہ بولتے تو ایک مصلحت کے لئے ہم کیوں جھوٹ بولیں گے
(اور اللہ کی) طرف سے جس (بات) کے کہنے کا حکم ہے اس (کو ہم پوشیدہ نہ کریں گے) اور (ہم)
اگر ایسا کریں تو (اس حالت میں سخت گنہگار ہوں گے)۔ ان سخت تاکیدی الفاظ سے مقصود سچائی
کے وجوب کا اور جھوٹ کی حرمت کا اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا استحضار ہے جو جھوٹی قسم کھانے سے
مانع ہوگا۔ زمان، مکان اور الفاظ کی تاکید کے بعد حاکم چاہے تو مزید کسی تاکید کے بغیر اصل مضمون
پر قسم لے لے مثلاً یہ کہ ہم کو میت نے پیالہ نہیں دیا، اور اس پر مقدمہ کا فیصلہ کر دینا چاہئے، چنانچہ
اس آیت کے واقعہ میں ایسا ہی ہوا۔ (پھر) اس کے بعد (اگر) کسی طرح سے ظاہر ہو (اس کی اطلاع
ہو کہ وہ دونوں وصی کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں) مثلاً آیت والے قصہ میں جیسا کہ پہلے ذکر ہوا
جب پیالہ مکہ میں ملا اور دونوں وصیوں نے دریافت کرنے پر میت سے خریدنے کا دعویٰ کیا جس
سے میت سے لے لینے کا اقرار لازم آتا ہے اور وہ ان کے پہلے قول کے مخالف ہے جس میں مطلقاً
لینے ہی سے انکار کیا تھا، چونکہ اپنے لئے نقصان دہ بات کا اقرار حجت اور دلیل ہوتا ہے، اس لئے
ظاہراً ان کا خائن اور کاذب ہونا معلوم ہوا (تو) ایسی صورت میں مقدمہ کا رخ بدل جائے گا، وصی
جو کہ پہلے مدعا علیہ تھے اب خریدنے کے مدعی ہو گئے، اور ورثاء جو کہ پہلے وصیوں کی خیانت کے
مدعی تھے اب مدعا علیہ ہو گئے، اس لئے اب فیصلہ کی یہ صورت ہوگی کہ ولی وصیوں سے خریدنے
کے گواہ طلب کئے جائیں اور جب وہ گواہ پیش نہ کر سکیں تو (ان) وارث (لوگوں میں سے جن کے
مقابلہ میں) ان وصیوں کی جانب سے (گناہ مذکور) کا ارتکاب ہوا تھا اور) جو کہ شرعاً میراث کے
مستحق ہوں مثلاً آیت کے قصہ میں دو (دو شخص) ہیں (جو سب) وارثوں (میں باعتبار) استحقاق
میراث (قریب تر ہیں جہاں) پہلی مرتبہ حلف کے لئے (وہ دونوں) وصی (کھڑے ہوئے تھے)
اب (یہ دونوں) وارث حلف کے لئے (کھڑے ہوں۔ پھر دونوں) وارث اس طرح (خدا کی قسم
کھائیں) اور صیغہ حلف کے ساتھ یہ کہیں (کہ یقیناً ہماری یہ قسم) اس وجہ سے کہ ظاہر میں اور
حقیقت میں اشتباہ سے بالکل پاک ہے (ان دونوں) وصیوں (کی قسم سے زیادہ درست ہے)
کیونکہ وصیوں کی قسم کی حقیقت کا اگرچہ ہم کو علم نہیں لیکن مخالف بات سامنے آنے سے بظاہر تو وہ
مشتبہ ہو گئی (اور ہم نے) حق سے (ذرا تجاوز نہیں کیا) اور (ہم) اگر ایسا کریں تو ہم (اس حالت
میں سخت ظالم ہوں گے) کیونکہ دوسرے کا مال جان بوجھ کر بلا اجازت لے لینا ظلم ہے۔ یہ بھی

جانے کو ان پیغمبروں سے (ارشاد فرمائیں گے کہ تم کو) ان امتوں کی طرف سے (کیا جواب ملا تھا) وہ عرض کریں گے کہ (ظاہری جواب تو ہم کو معلوم ہے اور اس کو بیان بھی کر دیں گے لیکن ان کے دل میں جو کچھ تھا اس کی) ہم کو کچھ خبر نہیں (اس کو آپ ہی جانتے ہیں کیونکہ) آپ بیشک پوشیدہ باتوں کے پورے جاننے والے ہیں) مطلب یہ کہ ایک دن ایسا ہوگا اور اعمال و احوال کی تفتیش ہو گی اس لئے تم کو مخالفت و معصیت سے ڈرتے رہنا چاہئے۔

ربط: قیامت کی ہولناکی کا بیان ہے کہ اس دن انبیاء علیہم السلام سے بھی پوچھا جائے گا کہ ان کی گمراہ امتوں نے کیا ان کے کہنے پر کج روی اختیار کی تھی۔ اس کی تمہید کے طور پر یہ آیتیں ہیں کہ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے احسانات گنائیں گے پھر پوچھیں گے۔

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَ
عَلَىٰ وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي
الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۖ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ
وَالْإِنجِيلَ ۖ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنفُخُ
فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي ۖ وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي ۖ
وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي ۖ وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنكَ إِذْ
جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هَٰذَا إِلَّا
سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَ
بِرَسُولِي ۚ قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُونَ ۔

ترجمہ: جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ بن مریم یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب مدد کی میں نے تیری روح پاک سے، تو کلام کرتا تھا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں اور جب سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور سمجھ کی باتیں اور توریت اور انجیل اور جب تو بناتا تھا گارے سے پرندے کی صورت میرے حکم سے، پھر تو پھونک مارتا تھا اس میں تو ہو جاتا اڑنے والا میرے حکم سے، اور تو اچھا کرتا تھا مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو

ہیں اس نے حضرت مریمؑ کی پاکدامنی ثابت ہوگئی اور یہ بڑا انعام ہے۔ اور والدہ پر بڑا انعام ہوا وہ عیسیٰ علیہ السلام کو اس لئے یاد دلایا گیا کہ بڑوں پر انعام ان کے چھوٹوں پر بھی انعام شمار ہوتا ہے کہ یہ ایسے بڑوں کی اولاد ہیں۔

ربط: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو احسانات گنوائے گئے ان میں سے ایک مائدہ کا نزول بھی ہے۔

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ ۖ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١١٢﴾ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿١١٣﴾ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ ۖ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿١١٤﴾ قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۖ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١١٥﴾

ترجمہ: جب کہا حواریوں نے اے عیسیٰ بن مریم کیا طاقت رکھتا ہے تیرا رب کہ اتارے ہم پر (بھرا ہوا) خوان آسمان سے۔ کہا ڈرو اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے۔ ان (حواریوں) نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ کھائیں اس میں سے اور مطمئن ہو جائیں ہمارے دل اور ہم جان لیں کہ تو نے سچ کہا ہم سے اور ہو جائیں ہم اس پر گواہوں میں سے۔ کہا عیسیٰ بن مریم نے اے اللہ رب ہمارے اتار ہم پر (بھرا ہوا) خوان آسمان سے کہ وہ عید ہو ہمارے لئے خوشی ہو ہمارے پہلوں اور ہمارے پچھلوں کے واسطے اور (ہو جائے) نشانی تیری طرف سے۔ اور رزق دے ہم کو اور تو ہی ہے سب سے بہتر روزی دینے والا۔ کہا اللہ نے بیشک میں اتاروں گا وہ خوان تم پر پھر جو کوئی ناشکری کرے گا اس کے بعد تم میں سے تو میں اسے عذاب دوں گا ایسا عذاب کہ نہیں دوں گا کسی کو جہان میں۔

نہیں کہا صرف وہی بات کہی (جو آپ نے مجھ سے کہنے کو فرمائی تھی کہ تم اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، اور) یہاں تک تو عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی حالت کے متعلق عرض کیا۔ آگے ان لوگوں کی حالت کے متعلق عرض کرتے ہیں کیونکہ ء انت قلت للناس اتخذونی میں اگرچہ صراحتاً تو سوال اس کا ہے کہ آپ نے ایسا کہا ہے یا نہیں، لیکن اشارۃً اس کا بھی سوال معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ تثلیث کہاں سے پیدا ہوا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام اس بارے میں یوں عرض کریں گے کہ (میں ان) کی حالت (پر مطلع رہا جب تک ان میں) موجود (رہا) سو اس وقت تک کا حال تو میں نے مشاہدہ کیا ہے اس کے متعلق بیان کر سکتا ہوں (پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھا لیا) یعنی اول بار میں تو زندہ آسمان کی طرف اور دوسری بار میں وفات کے طور پر (تو) اس وقت صرف (آپ ان) کے احوال (پر مطلع رہے) اس وقت مجھ کو خبر نہیں کہ ان کی گمراہی کا سبب کیا ہوا اور کیسے ہوا (اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں)۔ یہاں تک تو اپنا اور ان کا معاملہ عرض کیا۔ آگے ان کے اور حق تعالیٰ کے معاملات کے متعلق عرض کرتے ہیں کہ (اگر آپ ان کو) اس عقیدہ پر (سزا دیں تو) جب بھی آپ مختار ہیں، کیونکہ (یہ آپ کے بندے ہیں) اور آپ ان کے مالک، اور مالک کو حق ہے کہ بندوں کو ان کے جرائم پر سزا دے (اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو) جب بھی آپ مختار ہیں کیونکہ (آپ زبردست) قدرت والے (ہیں) تو معافی پر بھی قادر ہیں اور (حکمت والے) بھی (ہیں) تو آپ کی معافی بھی حکمت کے موافق ہوگی اس لئے اس میں بھی کوئی برائی نہیں ہو سکتی، مطلب یہ ہے کہ دونوں حال میں آپ مختار ہیں میں کچھ دخل نہیں دیتا۔

ربط: آگے پچھلی تفتیش وغیرہ کا نتیجہ ذکر کرتے ہیں

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۚ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ
رَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ: فرمایا اللہ نے یہ دن ہے کہ نفع دے گا سچوں کو ان کا سچ۔ ان کے لئے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں، رہیں گے انہی میں ہمیشہ۔ راضی ہوا اللہ ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے۔ یہی ہے بڑی کامیابی۔

تفسیر: مذکورہ بالا تمام مکالمات کے بعد (اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ یہ) قیامت کا

اعتدال کی تعلیم کہ تبلیغ میں کمی نہ ہو، تشدد میں حد شرعی سے تجاوز نہ ہو، دلجوئی یا فکر ہدایت میں مبالغہ نہ ہو، ان کے ساتھ میل جول میں مداہنت نہ ہو۔ ان کی جاہلی رسوم کے مقابلہ میں اسلام کے بعض مکارم اخلاق کا بیان۔ اور یہ تمام تر گفتگو مشرکین سے ہے صرف دو تین جگہ مسئلہ نبوت و قرآن یا اشیاء کی حلت و حرمت کی بحث کی مناسبت سے ضمناً اہل کتاب خصوصاً یہود کی تصحیح آ گئی ہے۔

توحید کے دلائل

مجوسی دنیا کے لئے دو خالق مانتے ہیں۔ یزدان جو خالق خیر ہے اور اہرمن جو خالق شر ہے اور دونوں کو نور و ظلمت کا لقب دیتے ہیں۔ ہندوستان کے مشرک کروڑوں دیوتاؤں کے قائل ہیں، عیسائیوں نے تین خداؤں میں ایک اور ایک خدا میں تین خدا کا عقیدہ اختیار کیا۔ آریہ سماج توحید کے دعوے کے باوجود مادہ (Matter) اور روح کو خدا کی طرح غیر مخلوق کہتے ہیں اور خدا کو اپنی صفت تخلیق میں ان دونوں کا محتاج بتاتے ہیں۔ یہودیوں نے خدا تعالیٰ کے لئے وہ صفات تجویز کیں کہ ایک معمولی انسان بھی نہ صرف اس کے برابر بلکہ اس سے برتر ہو سکتا ہے۔ عرب کے مشرکین کے نزدیک تو پتھر تک معبود بننے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ غرض آگ، پانی، سورج، ستارے، درخت، پتھر، حیوان کوئی چیز لوگوں نے نہ چھوڑی جسے خدائی کا کچھ حصہ نہ دیا ہو اور عبادت و استعانت وغیرہ کے وقت اسے خدا کے برابر نہ بٹھایا ہو حالانکہ

سُورَۃُ الْاَنْعَامِ مَکِّیَّۃٌ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	آیاتہا ۱۶۵ رکوعاتہا ۲۰

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۬ؕ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور بنایا اندھیروں کو اور اجالے کو پھر (بھی) جن لوگوں نے کفر کیا اپنے رب کے ساتھ (اوروں کو) برابر قرار دیتے ہیں۔ وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر مقرر کر دیا

ایک وقت۔ اور ایک مدت مقرر ہے اسی (اللہ) کے نزدیک پھر (بھی) تم شک کرتے ہو۔
اور وہی ہے اللہ آسمانوں میں اور زمین میں، جانتا ہے تمہارے چھپے کو اور تمہارے کھلے کو
اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

تفسیر: اللہ تعالیٰ کی پاک ذات تمام صفات کمال کی جامع اور ہر قسم کی خوبیوں کا منبع ہونے کی وجہ سے (تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا، اور تاریکیوں اور روشنی کو بنایا) اور عالم کی دیگر تمام چیزوں کو بھی بنایا (پھر) تعجب ہے کہ ان حقائق کو جاننے کے باوجود (بھی کافر لوگ) عبادت میں دوسروں کو جو کچھ پیدا کرنا تو کجا خود پیدا کیے گئے (اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں۔ وہ) اللہ (ایسا ہے جس نے تم) سب (کو) بواسطہ آدم علیہ السلام کے (مٹی سے بنایا پھر) (تمہارے مرنے کا (ایک وقت معین کیا، اور دوسرا وقت معین) دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کا (خاص اللہ ہی کے پاس) ہے یعنی صرف اسی کو معلوم (ہے، پھر بھی تم) میں سے بعض (شک رکھتے ہو) کہ قیامت کو محال سمجھتے ہو حالانکہ جس نے پہلی مرتبہ حیات بخشی دوبارہ حیات دینا اس کو کیا مشکل ہے (اور وہی ہے اللہ آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی) کوئی اور اس کے برابر کا نہیں لہٰذا عبادت و استعانت وغیرہ میں کسی غیر اللہ کو شریک ٹھہرانے کی گنجائش کہاں رہی۔ نیز اسی کی یہ بھی شان ہے کہ (وہ تمہارے پوشیدہ حالات کو بھی اور تمہارے ظاہر حالات کو بھی) یکساں (جانتے ہیں اور) بالخصوص (تم جو کچھ) ظاہر میں یا باطن میں (عمل کرتے ہو اس کو جانتے ہیں) تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ تم یونہی مہمل و بیکار چھوڑ دیے جاؤ اور تمہیں اپنے اعمال کا حساب نہ دینا پڑے۔

فائدہ: تینوں آیتوں کا مشترک مقصود توحید ہے یعنی عبادت کے لائق وہ ہے جس میں یہ صفات ہوں کہ وہ آفاق و انفس کا خالق ہو اور غیب و شہادت کا عالم ہو۔

ربط: اوپر توحید کی آیات و دلائل بیان کر کے آگے کفار کا مطلقاً آیات الٰہیہ سے اعراض کرنا ذکر کرتے ہیں اور اس پر وعید بھی سناتے ہیں۔

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ
رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ
فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ
أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن

لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝

ترجمہ: اور نہیں آئی ان کے پاس کوئی نشانی ان کے رب کی نشانیوں میں سے مگر وہ ہو جاتے ہیں اس سے اعراض کرنے والے سو بیشک جھٹلایا انہوں نے حق کو جب وہ پہنچا ان تک۔ سو جلد آئیں گی ان کے پاس خبریں اس (عذاب) کی جس کا وہ مذاق کیا کرتے تھے۔ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ کتنی ہلاک کر دیں ہم نے ان سے پہلے امتیں جماؤ دیا تھا ہم نے جن کو زمین میں اتنا کہ جو نہیں جماؤ دیا ہم نے تم کو اور چھوڑ دیا ہم نے آسمان کو ان پر لگاتار برستا ہوا، اور بنا دیں ہم نے نہریں بہتی ہیں ان کے نیچے پھر ہلاک کیا ہم نے ان کو بسبب ان کے گناہوں کے اور پیدا کیا ہم نے ان کے بعد اور امتوں کو۔

تفسیر: اور (ان) کفار کے پاس (کوئی نشانی بھی ان کے رب کی نشانیوں میں سے نہیں آئی مگر وہ اس سے اعراض ہی کیا کرتے ہیں، سو) چونکہ یہ ان کی عادت بنی ہوئی ہے (انہوں نے اس سچی کتاب) قرآن (کو بھی جھوٹا بتایا جب کہ وہ ان کے پاس پہنچی تو) ان کی یہ تکذیب خالی نہ جائے گی بلکہ (جلد ہی ان کو خبر مل جائے گی اس چیز) یعنی عذاب (کی جس کے ساتھ یہ لوگ استہزاء کیا کرتے تھے) اور جس کی خبر قرآن میں سن کر ہنستے تھے اور اس کی خبر ملنے کا مطلب یہ ہے کہ جب عذاب نازل ہوگا تو اس خبر کی تصدیق آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ (کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم ان سے پہلے کتنی جماعتوں کو) مثلاً عاد و ثمود وغیرہ کو عذاب سے (ہلاک کر چکے ہیں) جن کے آثار باقی اور نمایاں ہیں۔ ان کے آثار کو دیکھنا گویا ان کی ہلاکت کو دیکھنا ہے (جن کو ہم نے دنیا میں ایسی) جسمانی اور مالی (قوت دی تھی کہ تم کو وہ قوت نہیں دی اور ہم نے ان پر خوب بارشیں برسائیں اور ہم نے ان کے) کھیت اور باغوں کے (نیچے سے نہریں جاری کیں) جس سے زراعت اور پھلوں کی خوب ترقی ہوئی اور وہ خوش حالی کی زندگی بسر کرنے لگے (پھر) اس قوت و قدرت اور سامان و اسباب کے ہوتے ہوئے (ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب) مختلف قسم کے عذاب سے (ہلاک کر ڈالا اور اس سے ہمارا اپنا کچھ بھی نقصان نہ ہوا اور نہ ہوتا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد بھی دنیا ویسے ہی آباد رہی (اور ہم نے ان کے بعد دوسری جماعتوں کو پیدا کر

دیا) تو اگر تم پر بھی عذاب نازل کر دیں تو کوئی تعجب نہیں ہے۔

فائدہ: جس عذاب سے موجود کفار کو ڈرایا اس سے یا تو دنیوی عذاب مراد ہے چنانچہ قتل اور قید کئے گئے یا آخرت کا عذاب مراد ہے کہ وہ بھی قریب ہے کیونکہ موت کے ساتھ ہی اس کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

ربط: کفار کی تکذیب واعراض کا بیان ہوا۔ آگے تکذیب پر اصرار اور عناد کا ذکر ہے جو توحید و کتاب کے ساتھ ساتھ رسالت کے بارے میں بھی تھا۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝

ترجمہ۔ اور اگر اتارتے ہم تجھ پر تحریر کسی کاغذ میں پھر چھو لیتے وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے (تب بھی) ضرور کہتے کافر نہیں ہے یہ مگر جادو کھلا۔ اور کہتے ہیں کیوں نہیں اتارا گیا اس پر کوئی فرشتہ۔ اور اگر اتارتے ہم فرشتہ تو طے کر دیا جاتا قصہ پھر نہ مہلت دیئے جاتے وہ (کافر) اور اگر ہم بناتے رسول کسی فرشتہ کو تو بناتے اس کو آدمی (کی صورت میں) اور شبہ ڈالتے ہم ان پر وہی جو شبہ وہ (اب) کر رہے ہیں۔

تفسیر: اور ان لوگوں کے عناد کی یہ حالت ہے کہ (اگر ہم کاغذ پر لکھا ہوا کوئی نوشتہ آپ پر نازل فرماتے، پھر اس کو یہ لوگ اپنے ہاتھ سے چھو بھی لیتے) جیسا کہ ان کا مطالبہ تھا کہ لکھی ہوئی کتاب آسمان سے آ جائے اور ہاتھوں سے چھو لینے کا ذکر کر کے نظر بندی کے شبہ کو بھی دور کر دیا (تب بھی یہ کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ کچھ بھی نہیں مگر صریح جادو ہے) کیونکہ جب بات ماننے کا ارادہ ہی نہیں تو ہر دلیل میں کوئی نہ کوئی نئی بات نکال لینا کیا مشکل ہے (اور یہ لوگ یوں) بھی (کہتے ہیں کہ ان) پیغمبر (کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا) جس کو ہم دیکھیں اور جس کی باتیں ہم سنیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں (اور اگر ہم کوئی فرشتہ) اسی طرح (بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا پھر) نزول فرشتہ کے بعد (ان کو ذرا مہلت نہ دی جاتی) کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے

ہے کہ جن لوگوں کا منہ مانگا معجزہ دکھلا دیا گیا اگر پھر بھی انہوں نے ایمان سے انکار کیا تو فوراً کسی مہلت کے بغیر ان کو عذاب سے ہلاک کر دیا جاتا ہے اور جب تک اپنا مطلوبہ معجزہ نہ دیکھیں دنیا میں مہلت ملتی رہتی ہے۔ (اور اگر) کسی کو یہ خیال ہو کہ اگر فرشتہ نازل ہو جاتا تو شاید یہ مان لیتے تو یہ خیال غیر واقعی ہے کیونکہ اگر (ہم اس) پیغام پہنچانے والے (کو فرشتہ ہی قرار دیتے تو) پھر اگر ہم اس کو فرشتہ ہی کی شکل میں بھیجتے تو اس کی ہیبت انسانوں سے برداشت نہ ہوتی، اس لئے (ہم اس) فرشتہ (کو آدمی ہی) کی شکل (بناتے تو اس پر بھی وہی شبہ کرتے جو اب کر رہے ہیں) یعنی اس فرشتہ کو بشر سمجھ کر پھر بھی اعتراض کرتے، غرض نزول فرشتہ جس کا یہ مطالبہ کرتے ہیں اگر اس کو پورا کر دیا جائے تو ان کو اس سے کوئی فائدہ تو اس لئے نہیں ہو سکتا کہ فرشتہ کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنے پر ان کو قدرت نہیں، اور انسانی شکل میں بھیجنے سے ان کا شبہ دور نہیں ہوگا اور دوسری طرف ان کو یہ نقصان پہنچے گا کہ نہ ماننے پر فوراً ہی عذاب کے مستحق ہو جائیں گے۔

ربط: کفار کی تکذیب و استہزاء سے رسول اللہ ﷺ کو صدمہ ہوتا تھا اس لئے آگے تسلی کا مضمون فرماتے ہیں۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝

ترجمہ: اور بلاشبہ استہزاء کیا گیا رسولوں کے ساتھ تجھ سے پہلے پھر گھیر لیا ان لوگوں کو جو ہنسی کرتے تھے ان (رسولوں) سے اس چیز نے جس کا وہ استہزاء کیا کرتے تھے۔ تو کہہ دے کہ چلو زمین میں پھر دیکھو کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا۔

تفسیر: (اور) آپ ان کی بے ہودگیوں سے صدمہ نہ کیجئے کیونکہ (واقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ان کے ساتھ بھی) مخالفین کی طرف سے (استہزاء کیا گیا ہے، پھر جن لوگوں نے ان سے) جب انہوں نے ان کو تکذیب پر عذاب کی وعید سنائی (تمسخر کیا تھا ان کو اس عذاب نے آگھیرا جس کا تمسخر اڑاتے تھے) جس سے معلوم ہوا کہ ان کے اس طرز عمل سے انبیاء کو کوئی نقصان نہیں پہنچا، بلکہ یہ خود انہی کے لئے عذاب اور مصیبت ہے اور اگر یہ لوگ سابقہ امتوں کے عذاب کا انکار کرنے لگیں تو (آپ) ان سے (فرما دیجئے کہ ذرا زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ تکذیب کرنے

والوں کا کیا انجام ہوا) ان کے آثار کے ہوتے ہوئے برے انجام کا انکار مشکل ہے۔

ربط: آگے پھر توحید کا مضمون ہے اور اس کے ضمن میں قیامت کا مضمون ہے تاکہ توحید کے اعتقاد میں رغبت ہو اور شرک سے خوف ہو۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
قُلْ لِّلّٰهِ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
لَا رَيْبَ فِيْهِ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَهٗ
مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ قُلْ اَغَيْرَ
اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ
قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ
الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ
عَظِيْمٍ ۝ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ
الْمُبِيْنُ ۝ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَ
اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ
فَوْقَ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝

ترجمہ: کہہ کس کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں کہہ دے اللہ کا ہے، اس نے لکھی ہے اپنے ذمہ مہربانی۔ ضرور اکٹھا کرے گا تم کو قیامت کے دن کہ کچھ شک نہیں ہے اس میں، جو لوگ نقصان کر چکے اپنی جانوں کا وہی ایمان نہیں لاتے۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آرام کرتا ہے رات میں اور دن میں اور وہی ہے (سب کچھ) سننے والا جاننے والا۔ تو کہہ دے کیا اللہ کے سوا کسی اور کو بناؤں مددگار (وہ اللہ) جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا اور وہ (سب کو) کھلاتا ہے اور وہ کھلایا نہیں جاتا۔ کہہ دے بے شک مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں ہو جاؤں سب سے پہلا جو اسلام لایا اور تو ہرگز نہ ہو شرک کرنے

والوں میں سے۔ تو کہہ بے شک میں ڈرتا ہوں اگر میں نافرمانی کروں اپنے رب کی ایک بڑے دن کے عذاب سے۔ جس شخص کو پھیر دیا گیا (وہ عذاب) اس سے اس دن تو رحم کر دیا اللہ نے اس پر اور یہی ہے کامیابی کھلی۔ اور اگر پہنچا دے تجھ کو اللہ کچھ سختی تو نہیں کوئی دور کرنے والا اس کو سوا اس کے، اور اگر پہنچا دے تجھ کو بھلائی تو وہ ہر چیز پر قادر ہے، اور وہ زور آور ہے اپنے بندوں پر اور وہی ہے بڑی حکمت والا خبر رکھنے والا۔

تفسیر: (آپ) ان مخالفین سے ان پر حجت قائم کرنے کیلئے (کہئے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے یہ سب کس کی ملک ہے) اول تو وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ یہ سب اللہ کی ملک ہے جس سے توحید ثابت ہو گی اور اگر کسی وجہ سے مثلاً مغلوبیت کے خوف کی وجہ سے جواب نہ دیں تو خود (آپ کہہ دیجئے کہ سب اللہ ہی کی ملک ہے) اور ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ (اللہ تعالیٰ نے) اپنے فضل سے توبہ کرنے والوں کے ساتھ (مہربانی فرمانا اپنے ذمہ لازم فرما لیا ہے) اور یہ بھی کہہ دیجئے کہ اگر تم نے توحید کو قبول نہ کیا تو پھر سزا بھی بھگتنا پڑے گی کیونکہ (تم کو خدا تعالیٰ قیامت کے روز) قبروں سے زندہ اٹھا کر میدان حشر میں (جمع کریں گے) اور قیامت کی حالت یہ ہے کہ (اس کے آنے میں کوئی شک نہیں) مگر (جن لوگوں نے اپنے کو) یعنی اپنی عقل و نظر کو (ضائع) یعنی معطل (کر لیا ہے، سو وہ ایمان نہ لائیں گے اور) اتمام حجت کے لئے ان سے یہ بھی کہئے کہ (اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ رات میں اور دن میں رہتے ہیں) اس آیت کے اور اس سے پہلی آیت قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ کے مجموعہ کا حاصل یہ نکلا کہ جتنی چیزیں کسی مکان میں ہیں یا کسی زمانہ میں ہیں سب اللہ کی مملوک ہیں (اور وہی سب سے بڑا سننے والا جاننے والا ہے) توحید کو ثابت کرنے کے بعد اب (آپ) ان سے (کہئے کہ کیا اللہ کے سوا جو کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں اور جو) سب کو (کھانا کھلاتے ہیں اور ان کو کوئی نہیں کھلاتا) کیونکہ وہ کھانے پینے کی احتیاج سے بالاتر ہیں، تو کیا ایسے اللہ کے سوا (کسی کو اپنا معبود قرار دوں آپ) اس استفہام انکاری کی وضاحت میں خود (فرما دیجئے) کہ میں غیر اللہ کو معبود کیسے قرار دے سکتا ہوں جو عقل و نقل کے خلاف ہے (مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام قبول کر لوں) جس میں عقیدہ توحید بھی آ گیا (اور) مجھ کو یہ کہا گیا کہ (تم مشرکین میں سے ہرگز نہ ہونا)۔

(آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں اپنے رب کا کہنا نہ مانوں) کہ اسلام و ایمان کے حکم کی تعمیل نہ کروں یا شرک میں مبتلا ہو جاؤں (تو میں ایک بڑے دن) یعنی قیامت (کے عذاب سے ڈرتا

ہوں) یہ ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ معصوم ہیں، اسلام و ایمان کے خلاف شرک و معصیت کا صادر ہونا آپ سے ممکن نہیں، مگر یہاں سنانا عام امت کو ہے کہ نبی معصوم بھی اللہ کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں، پھر فرمایا کہ وہ عذاب ایسا ہے کہ (جس شخص سے اس روز کا عذاب ہٹا دیا گیا اس پر اللہ تعالیٰ نے بڑا رحم کیا اور یہ) عذاب کا ہٹ جانا اور اللہ کی رحمت کا متوجہ ہو جانا (صریح کامیابی ہے اور) آپ ان کو یہ بھی سنا دیجئے کہ اے انسان (اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف) دنیا یا آخرت میں (پہنچائیں تو اس کا دور کرنے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں) وہی چاہیں تو دور کریں یا نہ کریں اور جلد کریں یا دیر میں کریں (اور اگر تجھ کو) اسی طرح (کوئی نفع پہنچا دیں تو) اس کا بھی کوئی ہٹانے والا نہیں، جیسا دوسری جگہ ہے لا رادّ لفضلہ کیونکہ (وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں) اور اس مضمون کی تاکید کے لئے یہ بھی فرما دیجئے کہ (وہی اللہ تعالیٰ) قدرت کے اعتبار سے (اپنے بندوں پر غالب اور برتر ہیں اور) علم کے اعتبار سے (وہی بڑی حکمت والے اور پوری خبر رکھنے والے ہیں) لہٰذا وہ علم سے سب کا حال جانتے ہیں اور قدرت سے سب کو جمع کر لیں گے اور حکمت سے مناسب جزا و سزا دیں گے۔ اس لئے اسلام قبول کر لینا ضروری ہے۔

ربط: اوپر توحید و رسالت کے بارے میں جدا جدا کلام ہوا ہے آگے دونوں کے بارے میں اکٹھا کلام ہے چنانچہ ائنکم لتشھدون میں توحید کی بحث ہے اور قل اللہ شھید میں رسالت کی بحث ہے۔ وجہ یہ ہوئی کہ کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر کہا کہ کیا خدا تعالیٰ کو آپ کے سوا کوئی رسول نہیں ملا، ہم تو نہیں سمجھتے کہ آپ کے دعویٰ کی کوئی تصدیق کر سکتا ہے اور ہم نے تو یہود و نصاریٰ سے پوچھ کر دیکھ لیا وہ تو یوں کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں آپ کا ذکر ہی نہیں تو ہم کو کوئی ایسا شخص بتایئے جو اس بات کی گواہی دے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ؕ

قُلِ اللّٰهُ ۟ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ۟ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

ترجمہ: تو کہہ کون سی چیز سب سے بڑی ہے گواہی دینے میں۔ کہہ دے اللہ گواہ ہے میرے درمیان اور تمہارے درمیان اور وحی کیا گیا ہے میری طرف یہ قرآن تاکہ میں ڈراؤں تم کو اس کے ذریعہ اور (اس کو) جس کو پہنچے (قرآن)۔ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہیں۔ تو کہہ دے میں (تو) گواہی نہ دوں گا۔ کہہ دے محض وہی ہے معبود ایک اور بے شک میں بیزار ہوں اس سے جو تم شرک کرتے ہو۔ وہ لوگ کہ دی ہم نے جن کو کتاب پہچانتے ہیں اس کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔ جو لوگ نقصان میں ڈال چکے اپنی جانوں کو وہی ایمان نہیں لاتے۔ اور کون زیادہ ظالم ہوگا اس سے جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹ یا جھٹلائے اس کی آیتوں کو۔ بلاشک کامیاب نہیں ہوتے ظالم لوگ۔

تفسیر: (آپ) توحید و رسالت کے ان منکرین سے (کہئے کہ) اچھا یہ تو بتاؤ کہ (سب سے بڑھ کر چیز گواہی دینے کیلئے کون سی ہے) جس کی گواہی دینے پر سب کا اختلاف ختم ہو جائے۔ اس کا جواب ظاہر ہے یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر ہیں۔ پھر (آپ کہئے کہ میرے اور تمہارے درمیان) جس مسئلہ میں اختلاف ہے اس میں وہی (اللہ تعالیٰ گواہ ہے) جس کی گواہی سب سے بڑھ کر ہے (اور) ان کی گواہی یہ ہے کہ (میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے) اللہ کی جانب سے (بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان سب کو) ان وعیدوں سے (ڈراؤں) جو توحید و رسالت کے انکار پر اس میں مذکور ہیں رسول اللہ ﷺ کی سچائی پر قرآن کے وحی ہونے سے اللہ تعالیٰ کی گواہی کی ایک صورت تو قرآن کا اعجاز اور اس کی مثل بنانے سے ساری دنیا کا عاجز ہونا ہے اور دوسری صورت مضامین قرآن کی حقانیت ہے۔ تو (کیا تم) اللہ تعالیٰ کی قرآن جیسی بڑی شہادت کے بعد بھی جو کہ توحید کو شامل ہے توحید کے بارے میں (سچ مچ یہی گواہی دو گے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ) استحقاق عبادت میں (کچھ اور معبود بھی) شریک (ہیں)۔ اور اگر وہ ہٹ دھرمی سے اس پر بھی کہہ دیں کہ ہاں ہم تو یہی گواہی دیں گے تو اس وقت ان سے بحث کرنا فضول ہے، بلکہ صرف (آپ) اپنے عقیدہ کو ظاہر کرنے کے لئے (کہہ دیجئے کہ میں تو اس کی گواہی نہیں دیتا اور بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں) اور آپ کی رسالت کے بارے میں جو یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے یہود و نصاریٰ سے پوچھ کر دیکھ لیا تو اول تو اس معاملہ کی تحقیق یہ ہے کہ (جن لوگوں کو ہم نے کتاب) تورات و انجیل (دی ہے وہ سب لوگ رسول ﷺ (کو) شروع سے بلاشک و شبہ ایسا (پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو) (پہچانتے ہیں)

کر بیٹے کی صورت دیکھ کر عادۃً کبھی شبہ نہیں ہوتا کہ یہ کون شخص ہے البتہ حسد، تکبر، تقلید آباء اور
حب جاہ و حب مال وغیرہ کی وجہ سے مانتے نہیں اس لئے زبان سے ان کے جھوٹا کہنے کا اعتبار
نہیں۔ علاوہ ازیں قرآن جیسی بڑی شہادت کے ہوتے ہوئے اہل کتاب کی شہادت کی ضرورت ہی
نہیں لہٰذا اس کے نہ ہونے سے بھی کوئی استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ اور ایسی بڑی شہادت کے ہوتے
ہوئے بھی (جن لوگوں نے اپنے کو ضائع کر لیا ہے) کہ مذکورہ شہادت جن طریقوں سے توحید اور
رسالت پر دلالت کرتی ہے ان پر اپنی عقل سے صحیح کام نہیں لیا بلکہ اس کو معطل رکھ چھوڑا ہے (سو وہ
ایمان نہ لائیں گے) اور رسالت کو نہ مانیں گے (اور) ایسے لوگ تو بڑے ظالم اور بے انصاف ہیں
کیونکہ (اس سے زیادہ کون بے انصاف ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے) اور اس کا شریک
ٹھہرائے (یا اللہ تعالیٰ کی آیات) و دلائل (کو جھوٹا بتائے۔ ایسے بے انصافوں) کا حال یہ ہوگا کہ
ان (کو) قیامت کے دن (فلاح حاصل نہ) ہوگی بلکہ دائمی عذاب میں گرفتار رہیں گے۔

ربط: یہ بتا کر کہ توحید و رسالت کے منکرین کو فلاح حاصل نہ ہوگی آگے اس کی کچھ کیفیت
ذکر کرتے ہیں۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُن فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿٢٣﴾ انظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾

ترجمہ: اور جس دن ہم جمع کریں گے ان سب کو پھر کہیں گے ان لوگوں کو
جنہوں نے شرک کیا تھا کہاں ہیں شریک تمہارے جن کا تم دعویٰ کرتے تھے۔ پھر نہ رہے گا
ان کا کوئی فریب مگر یہی کہ کہیں گے قسم ہے اللہ (کی) ہمارے رب کی نہ تھے ہم شرک
کرنے والے۔ دیکھو تو کیسا جھوٹ بولے اپنے اوپر اور کھوئی گئیں ان سے وہ باتیں جو یہ
بنایا کرتے تھے۔

تفسیر: (اور وہ وقت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے جس روز ہم تمام خلائق کو) میدان حشر
میں (جمع کریں گے پھر ہم مشرکین سے) بلا واسطہ یا بالواسطہ فرشتوں کے طور پر (کہیں گے کہ)
بتاؤ (تمہارے وہ شرکاء جن کے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے کہاں گئے) کہ تمہاری سفارش
نہیں کرتے جس پر تم کو بھروسہ تھا (پھر ان کے شرک کا انجام اس کے سوا اور کچھ بھی) ظاہر (نہ ہوگا

کہ) وہ اس شرک سے خود بیزاری اور نفرت کا اظہار کریں گے اور بدحواسی کے عالم میں سوائے
انکار کے کچھ بن نہ پڑے گا جو (یوں کہیں گے) قسم اللہ کی اپنے پروردگار کی کہ ہم مشرک نہیں تھے)
حق تعالیٰ نے فرمایا تعجب کی نظر سے (ذرا) ان کی بدحواسی (دیکھو تو کس طرح) صریح (جھوٹ بولا
اپنی جانوں پر اور جن چیزوں کو وہ جھوٹ موٹ تراشا کرتے تھے) یعنی ان کے بت اور جن کو وہ خدا
کا شریک ٹھہراتے تھے ان کے یہ چہیتے تو دیکھو کہ (وہ سب غائب ہو گئے)۔

فائدہ: 1۔ یہاں معلوم ہوتا ہے کہ وہ شریک وہاں نہ ہوں گے جب کہ دوسری آیت جیسے
أُحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی موجود
ہوں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی ذات تو موجود ہوں گی لیکن جس وصف کے ساتھ مشرکین ان
کو مانتے تھے اس وصف کے ساتھ نہ ہوں گے۔

2۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کفار سے بولیں گے جب کہ دوسری آیت
لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ بولیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو کلام بطور اکرام کے
ہو وہ نہ ہوگا البتہ ذلت و ڈانٹ ڈپٹ کا کلام ہوگا۔

3۔ قیامت کے دن تمام حقیقتیں کھل جائیں گی تو وہاں جھوٹ کیسے بولیں گے۔ جواب یہ ہے
کہ انتہائی حیرت اور دہشت کی وجہ سے کچھ بن نہ پڑے گا تو اس کا سہارا ڈھونڈیں گے۔

ربط: توحید و رسالت کے انکار کی مذمت اور جزا کے بیان کے بعد انکار قرآن کی شناعت مذکور
ہے۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ
قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ
آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا ۚ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ
كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ
يَنْأَوْنَ عَنْهُ ۖ وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝

ترجمہ: اور ان (مشرکین) میں سے (بعض) وہ ہیں جو کان لگاتے ہیں تیری
طرف اور ڈال دیئے ہم نے ان کے دلوں پر پردے (اس سے) کہ سمجھیں قرآن کو اور (رکھ دیا
ہم نے) ان کے کانوں میں بوجھ اور اگر وہ دیکھ لیں تمام نشانیاں (تو بھی) ایمان نہ لائیں

ان پر۔ یہاں تک کہ جب آتے ہیں تیرے پاس جھگڑتے ہیں تجھ سے (اس طور پر کہ) کہتے ہیں کافر نہیں ہے یہ مگر کہانیاں پہلے لوگوں کی اور یہ لوگ روکتے ہیں اس (قرآن) سے اور دور رہتے ہیں اس سے اور نہیں ہلاک کرتے مگر اپنے آپ کو، اور نہیں سمجھتے۔

تفسیر: (اور ان) مشرکین (میں بعض ایسے ہیں کہ) آپ کے قرآن پڑھنے کے وقت اس کے سننے کو (آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور) چونکہ یہ سننا طلب حق کے لئے نہیں محض تماشے یا تمسخر کی نیت سے ہوتا ہے اس لئے اس سے ان کو کچھ نفع نہیں ہوتا، نصیحت و ہدایت سے ان کی مسلسل روگردانی کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ قبول حق کے وسائل اور قویٰ ماؤف ہو کر رہ گئے اور ان کے دلوں پر پردے پڑ گئے۔ چونکہ اسباب پر مسببات کو مرتب کرنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے اس لئے مذکورہ مسببات یعنی پردے وغیرہ ڈالنے کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے فرماتے ہیں (ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں اس سے کہ وہ اس) قرآن کے مقصود (کو سمجھیں اور) ہم نے (ان کے کانوں میں بوجھ بھر دیا ہے) اس سے وہ اس کو ہدایت کے لئے نہیں سنتے۔ یہ تو ان کے دلوں اور کانوں کی حالت تھی، اب ان کی بصارت اور نگاہ کو دیکھو (اگر وہ لوگ) آپ کی نبوت کی سچائی کے (تمام دلائل کو) بھی (دیکھ لیں ان پر بھی ایمان نہ لائیں)۔ ان کافروں کے عناد کی نوبت (یہاں تک) پہنچی ہے (کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں) اس طور پر کہ (یہ لوگ جو کافر ہیں یوں کہتے ہیں کہ یہ) قرآن (تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پچھلے لوگوں سے) منقول (چلی آتی ہیں) یعنی مذہب والے پہلے سے ایسی باتیں کرتے چلے آتے ہیں مثلاً یہ کہ معبود ایک ہی ہے اور یہ کہ انسان خدا کا پیغمبر ہو سکتا ہے اور یہ کہ قیامت میں پھر زندہ ہونا ہے۔ آگے اس سے ترقی کر کے دوسروں کو بھی ہدایت سے روکنے کا کام شروع کیا (اور) پھر (یہ لوگ اس) قرآن (سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی) اس سے نفرت ظاہر کرنے کے لئے (دور دور رہتے ہیں اور) ان حرکتوں سے (یہ لوگ اپنے ہی کو تباہ کر رہے ہیں اور) حماقت اور انتہائی بغض کی وجہ سے (کچھ خبر نہیں رکھتے) کہ ہم کس کا نقصان کر رہے ہیں، ہمارے اس فعل سے رسول اور قرآن کا تو کچھ بگڑتا نہیں۔

ربط: آگے انکار قرآن کی جزا بیان فرماتے ہیں۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ

مِنْ قَبْلُ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝

ترجمہ: اور اگر تو دیکھے جس وقت کہ کھڑے کئے جائیں گے وہ دوزخ پر پس کہیں گے اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم نہ جھٹلائیں اپنے رب کی آیتوں کو اور ہو جائیں ہم ایمان والوں میں سے۔ (کوئی نہیں) بلکہ ظاہر ہو گیا ان کے لئے جو وہ چھپاتے تھے پہلے، اور اگر واپس بھیجے جائیں تو (پھر بھی) وہی کام کریں کہ منع کئے گئے تھے جس سے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں۔

تفسیر: (اور اگر آپ) ان کو (اس وقت دیکھیں) تو بڑا ہولناک واقعہ نظر آئے (جب کہ یہ) منکرین (دوزخ کے پاس کھڑے کئے جائیں گے) اور قریب ہو گا کہ جہنم میں ڈال دیے جائیں (تو) ہزاروں تمناؤں کے ساتھ (کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہوتی کہ ہم) دنیا میں (پھر واپس بھیج دیے جائیں اور اگر ایسا ہو جائے تو ہم) پھر (اپنے رب کی آیات) مثل قرآن وغیرہ (کو کبھی جھوٹا نہ بتائیں اور ہم) ضرور (ایمان والوں میں سے ہو جائیں)۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کی یہ تمنا اور وعدہ کی رغبت اور اطاعت کے قصد سے نہیں (بلکہ) اس وقت ایک مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں کہ (جس چیز کو) یعنی آخرت کے عذاب کو جس کے کفر و معصیت پر ان کو دنیا میں ڈرایا جاتا تھا (اس سے پہلے) دنیا میں (چھپایا) کرتے تھے یعنی اس کا انکار (کیا کرتے تھے، وہ) آج (ان کے سامنے آ گئی ہے) مطلب یہ ہے کہ اس وقت جان کو بن رہی ہے، اس لئے جان بچانے کو یہ سارے وعدے ہو رہے ہیں، اور دل سے ہرگز وعدہ پورا کرنے کا ارادہ نہیں یہاں تک کہ (اگر) بالفرض (یہ لوگ پھر واپس بھی بھیج دیے جائیں تب بھی یہ وہی) کفر و نافرمانی کا (کام کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور یقیناً یہ) ان وعدوں میں (بالکل جھوٹے ہیں) کہ نہ اس وقت ایفائے وعدہ کا قصد ہے نہ ہی دنیا میں جا کر ایفا کرتے، یہ ایسے سرکش اور معاند ہیں۔ اس کے بعد دوزخ میں بھیج دیے جائیں گے۔

فائدہ: منکرین جب قیامت میں اپنی آنکھوں سے واقع ہونے والے امور کا معائنہ کر لیں گے تو اس کے بعد پھر دنیا میں لوٹائے جانے پر ان سے کفر اور تکذیب کا احتمال کیونکر ہو سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ تکذیب تو زبان کا فعل ہے اور خود کفر ہے اور دل میں یقین ہونے کے باوجود زبان سے تکذیب ہو جانا ممکن ہے جیسے بعض ضدی قسم کے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ دل میں جانتے ہیں مگر مانتے نہیں۔ مثلاً قرآن پاک میں ہے وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ

حساب کے لئے کھڑے کئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ) کیا (یہ) قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کا (یہ امر واقعی نہیں۔ وہ کہیں گے بیشک) واقعی ہے (قسم ہمارے رب کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اب اپنے کفر کا مزہ چکھو) اس کے بعد دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے۔ (بے شک) سخت (خسارے میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ سے ملنے کی) یعنی قیامت کے روز زندہ ہو کر خدا تعالیٰ کے سامنے پیشی کی (تکذیب کی) اور یہ تکذیب تھوڑے دنوں رہے گی (یہاں تک کہ جب وہ معین وقت) یعنی قیامت کا دن اپنے مقدمات سمیت (ان پر اچانک) بلا اطلاع (آ پہنچے گا) اس وقت ساری تکذیب اور سارے دعوے ختم ہو جائیں گے اور (کہنے لگیں گے ہائے افسوس ہماری کوتاہی) اور غفلت (پر جو اس) قیامت (کے بارے میں) ہم سے (ہوئی) وہ غفلت یہ ہے کہ قیامت کی تکذیب کی جو اس کے حق کا ضائع کرنا ہے (اور حالت ان کی یہ ہوگی کہ وہ اپنے) گناہ و کفر کا (بار اپنی کمر پر لادے ہوں گے) یعنی اپنے گناہ اور کفر کے عذاب اور وبال میں زیر بار ہوں گے (خوب سن لو کہ بری ہو گی وہ چیز جس کو) اپنے اوپر (لادیں گے) کیونکہ اس کا انجام برا ہوگا کہ عذاب ہے۔

ربط: اوپر بتایا کہ بعث اور حیات اخروی ثابت ہے آگے اس سے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ ثابت بھی ایسی ہے کہ اس کے سامنے دنیوی زندگی گویا کہ ثابت ہی نہیں ہے۔

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۳۲

ترجمہ: اور نہیں ہے زندگی دنیا کی مگر کھیل اور جی بہلانا۔ اور البتہ آخرت کا گھر بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو پرہیزگاری کرتے ہیں۔ کیا پھر تم سمجھتے نہیں ہو۔

تفسیر: (اور دنیوی زندگی) جس میں کفار نے حیات کو منحصر سمجھ رکھا ہے اس کے قلیل غیر نافع اور غیر باقی ہونے کی بنا پر (تو کچھ بھی نہیں سوائے کھیل اور جی بہلانے کے اور) اس کے بعد پیش آنے والا (پچھلا گھر) یعنی آخرت جس کا کفار انکار کر رہے ہیں باقی رہنے والا ہے (متقیوں کے لئے بہتر) یعنی نافع بھی (ہے۔ کیا) اے منکرو! دلائل کے قائم ہونے کے باوجود (تم سوچتے سمجھتے نہیں ہو) کہ آخرت کو مان کر اس کے لئے سامان کرو جو کہ ایمان اور اعمال ہیں)۔

فائدہ: 1 خود دنیوی زندگی کو لہو و لعب فرمانا مقصود نہیں بلکہ اس کے ان اعمال و اشغال کو

تھا مقصود ہے اس کا آخرت کے ثواب سے کچھ تعلق نہیں۔

2۔ غیر نافع کام میں مشغول ہونے کے مشابہ ہوتے ہیں۔ یعنی جو اس کی طرف متوجہ ہونا دوسرے نافع امور کی وجہ سے نافع کاموں سے بے توجہی ہو جاتا۔ غیر نافع کام پیچھے اثر کے اعتبار سے لعب کہا جاتا ہے اور دوسرے اثر کے اعتبار سے لہو کہا جاتا ہے

ربط: کفار کے انکار و تکذیب کی باتوں سے آپ ﷺ کو صدمہ اور رنج پہنچتا تھا۔ اللہ تعالیٰ آگے آپ کو تسلی دیتے ہیں۔

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِن نَّبَإِ الْمُرْسَلِينَ ۝

ترجمہ: بے شک ہم جانتے ہیں کہ تم کو غم میں ڈالتی ہے تم کو وہ بات جو وہ کہتے ہیں۔ سو وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے لیکن (یہ) ظالم لوگ (تو) اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ اور جھٹلائے گئے ہیں بہت سے رسول تم سے پہلے بھی انہوں نے صبر کیا اپنے جھٹلائے جانے پر اور ایذا دیے گئے یہاں تک کہ آئی ان کے پاس مدد ہماری۔ اور نہیں ہے کوئی بدلنے والا اللہ کی باتوں کا۔ اور آ چکے ہیں تم کو کچھ حالات رسولوں کے۔

تفسیر: (ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان) کفار (کے اقوال مغموم کرتے ہیں، سو) آپ غم میں نہ پڑیے بلکہ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کیجئے کیونکہ (یہ لوگ) براہ راست (آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا) قصداً (انکار کرتے ہیں۔) گو ان سے آپ کی تکذیب بھی لازم آتی ہے مگر ان کا اصل مقصود اللہ کی آیتوں کی تکذیب ہے اور جب ان کا اصل مقصد اللہ کی آیتوں کی تکذیب ہے تو ان کا یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوا وہ خود ہی ان کو سمجھ لیں گے آپ کیوں غم میں پڑتے ہو (اور) کفار کی یہ تکذیب کوئی نئی بات نہیں بلکہ (بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے تو انہوں نے صبر ہی کیا اس پر کہ ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو) طرح طرح کی (ایذائیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری امداد ان کو پہنچی) جس سے مخالف مغلوب ہوگئے (اور) اسی طرح صبر کرنے کے بعد آپ کو بھی امداد پہنچے گی،

کیونکہ (اللہ تعالیٰ کی باتوں) یعنی وعدوں (کو کوئی بدلنے والا نہیں) اور امداد کا وعدہ آپ سے ہو چکا ہے، جیسا کہ فرمایا: لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ یعنی میں اور میرے رسول ہی ضرور غالب ہوں گے اور اس سے مخالفین کا بالآخر مغلوب ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

فائدہ: اس تسلی کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ابتدائی چند روزہ صبر کے بعد وہ اپنے رسولوں کو امداد بھیج دیتے ہیں جس سے دنیا میں بھی حق کا غلبہ ہو جاتا ہے اور باطل مغلوب ہو جاتا ہے، اور آخرت میں بھی رسولوں کو عزت وفلاح ملتی ہے، آپ کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہونے والا ہے، لہٰذا آپ مغموم نہ ہوں۔

ربط: رسول اللہ ﷺ کو چونکہ تمام انسانوں کے ساتھ انتہا درجے کی شفقت ومحبت تھی اس لئے مذکورہ بالا تسلی کے باوجود آپ یہ چاہتے تھے کہ یہ مشرکین اگر موجودہ معجزات اور نبوت کے دلائل پر مطمئن ہو کر ایمان نہیں لاتے تو جس قسم کے معجزات کا یہ مطالبہ کرتے ہیں وہی معجزات واقع ہو جائیں، شاید ایمان لے آئیں۔ اور اسی وجہ سے ان کا کفر دیکھ کر صبر نہ آتا تھا، اس لئے اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ ہماری حکمت کے تقاضے کے مطابق ان کے فرمائشی معجزے واقع نہ کئے جائیں گے آپ کچھ عرصہ صبر کیجئے۔

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: اور اگر گراں ہوتا ہے تجھ پر ان کا منہ پھیرنا تو اگر تو طاقت رکھے کہ ڈھونڈ نکالے کوئی سرنگ زمین میں یا کوئی سیڑھی آسمان میں پھر لائے تو ان کے پاس ایک معجزہ (تو لے آ) اور اگر چاہتا اللہ تو جمع کر دیتا ان سب کو (سیدھی) راہ پر سو تو مت ہو

ربط: آگے بعث بعد الموت کی تاکید کے لئے جانوروں اور پرندوں کا محشور ہونا یعنی حشر میں اٹھایا جانا ذکر کرتے ہیں جس کا بیان یہ ہے کہ تم تو مکلف ہو اور جزا و سزا کا محل ہو پھر تم کیوں محشور نہ ہو گے جب کہ حشر کا معاملہ ایسا عام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بعض حکمتوں کے تحت غیر مکلف بھی اس سے مستثنیٰ نہ ہوں گے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمہ: اور نہیں ہے کوئی چلنے والا زمین میں اور نہ کوئی پرندہ کہ اڑتا ہے اپنے دو بازوؤں سے مگر گروہ ہیں تمہاری طرح۔ نہیں چھوڑی ہم نے کتاب میں کوئی چیز۔ پھر سب اپنے رب کی طرف جمع کئے جائیں گے۔

تفسیر: (اور جتنی قسم کے جاندار زمین پر) خواہ خشکی میں یا پانی میں (چلنے والے ہیں اور جتنی قسم کے پرند جانور ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ) قیامت کے دن زندہ ہو کر اٹھنے میں (تمہاری طرح کے گروہ نہ ہوں اور) گو یہ سب اپنی کثرت کی وجہ سے بے انتہا سمجھے جاتے ہوں، لیکن ہم نے اپنے حساب میں سب کو ضبط کیا ہوا ہے کیونکہ (ہم نے) اپنے (دفتر) لوح محفوظ (میں کوئی چیز) جو قیامت تک ہونے والی ہے بے لکھے (نہیں چھوڑی)۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کو لکھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی، ان کا ازلی اور محیط علم ہی کافی ہے لیکن لکھنے کے ذریعے ضبط کر لینا اس سے مزید اہتمام کا پتہ بھی چلتا ہے اور یہ عام فہم کے قریب تر بھی ہے۔ (پھر) اس کے بعد اپنے وقت معین پر (سب) انسان اور جانور (اپنے پروردگار کے پاس جمع کئے جائیں گے)۔

ربط: کافروں کے حق کو قبول نہ کرنے اور معجزوں کی فرمائش کرنے سے نبی ﷺ کے دل کو جو غم ہوتا تھا اس کو دور کرنے کے لئے تسلی دیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو (وہ) بہرے اور گونگے ہیں

اندھیروں میں ہیں۔ جس کو چاہے اللہ گمراہ کرے اس کو اور جس کو چاہے ڈال دے اس کو سیدھی راہ پر۔

تفسیر: (اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو) حق سننے سے (بہرے) جیسے (اور) حق کہنے سے (گونگے) جیسے (ہو رہے ہیں) اور اس کی وجہ سے (طرح طرح کی ظلمتوں) اور تاریکیوں (میں) گرفتار (ہیں) کیونکہ ہر کفر ایک ظلمت ہے اور ان لوگوں میں مختلف قسم کے کفر جمع ہیں، پھر کفر کی ان اقسام کا بار بار تکرار الگ ظلمتیں ہیں (اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں) اس سے حق سے اعراض کرنے کی وجہ سے (بے راہ کر دیں اور وہ جس کو چاہیں) اپنے فضل سے (سیدھی راہ پر لگا دیں) جیسے اوپر بھی کہا گیا ہے ولو شاء اللہ لجمعھم علی الھدیٰ پس انکی ضلالت میں ان کی فکر میں پڑنا بے سود ہے خدا کے سپرد کرنا چاہئے۔

ربط: آگے پھر توحید کے اثبات اور شرک کے ابطال کے مضمون کی طرف لوٹتے ہیں وہ بھی ایک خاص طرز پر یعنی خود مشرکین سے خطاب کر کے کہتے ہیں کہ تم نے جب اندھے، بہرے اور گونگے ہو کر خدا کی آیات کو جھٹلایا اور گمراہی میں جا پڑے اس پر اگر دنیا میں یا قیامت میں خدا کا سخت عذاب نازل ہو تو سچ سچ بتاؤ کہ خدا کے سوا اس وقت کسے پکارو گے جب کہ تمہارا حال یہ ہے کہ دنیا کی چھوٹی چھوٹی مصیبتوں میں جب تم گھر جاتے ہو تو مجبور ہو کر صرف اسی خدائے واحد کو پکارتے ہو۔ اس سوال کے جواب سے شرک کا ابطال ہو جائے گا۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝

ترجمہ: تو کہہ بتلاؤ تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا یا آوے تم پر قیامت کیا اللہ کے غیر کو تم پکارو گے، (بتلاؤ) اگر تم سچے ہو۔ بلکہ اسی کو پکارتے ہو پھر وہ دور کر دیتا ہے وہ مصیبت پکارتے ہو تم جس کے لئے اگر چاہتا ہے اور تم بھول جاتے ہو جن کو شریک کرتے تھے۔

تفسیر: (آپ) ان مشرکین سے (کہئے کہ) اچھا (یہ تو بتاؤ کہ اگر تم پر خدا کا کوئی عذاب آ پڑے یا تم پر قیامت ہی آ پہنچے تو کیا) اس عذاب اور قیامت کی ہولناکی کو ہٹانے کے واسطے (خدا

کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر تم) شرک کے دعوے میں (سچے ہو) تو چاہیے اس وقت بھی غیر اللہ ہی کو پکارو لیکن ایسا ہرگز نہ ہوگا (بلکہ) اس وقت تو (خاص اسی کو پکارنے لگو گے۔ پھر جس) آفت کے ہٹانے (کے لئے تم) اس کو (پکارو اگر وہ چاہے تو اس کو ہٹا بھی دے) اور نہ چاہے تو نہ بھی ہٹائے۔ (اور جن کو تم) اب اللہ کا (شریک ٹھہراتے ہو) اس وقت (ان سب کو بھول بھال جاؤ) پس اس سے سمجھ لو کہ خدا کے سوا جب کوئی قادر و مختار نہیں تو اس کے سوا عبادت کا حقدار بھی کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

ربط: اوپر مشرکین پر عذاب کے واقع ہونے کو فرض کر کے اس کی بنیاد پر شرک کے ان کے دعوے کا ابطال کیا گیا تھا آگے یہ بتانے کے لئے کہ عذاب کے واقع ہونے کو فرض کرنا کوئی محال کو فرض کرنا نہیں ہے بلکہ عذاب واقع ہوا بھی ہے اور اس کے لئے بعض سابقہ امتوں کی ہلاکت کا قصہ ذکر کرتے ہیں تاکہ مخاطبین کو اس فرض کے غلط کہنے کی گنجائش نہ ہو۔ اور چونکہ عذاب کے انکار کا بڑا منشا یہ ہوتا ہے کہ بعض مصائب آ آ کر ٹل جاتے ہیں تو نادان کو دھوکا ہوتا ہے کہ یہ اعمال کی سزا نہ تھی ورنہ نہ ٹلتی اس لئے بتا دیا کہ ان ہلاک ہونے والوں کی پکڑ کی ترتیب بھی یہی ہوئی تھی کہ پہلے مصائب کا نزول ہوا کہ تضرع اور عاجزی کریں، پھر ڈھیل کے طور پر نعمتوں کا نزول فرمایا اور جب کفر خوب بڑھ گیا پھر ہلاک کر دیئے گئے۔ تو اے موجود کافرو تم بعض مصائب کے ٹلنے سے دھوکا مت کھانا۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰٓ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَٰهُم بِٱلْبَأْسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ۝ فَلَوْلَآ إِذْ جَآءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا۟ وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ۝ فَلَمَّا نَسُوا۟ مَا ذُكِّرُوا۟ بِهِۦ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَٰبَ كُلِّ شَىْءٍ حَتَّىٰٓ إِذَا فَرِحُوا۟ بِمَآ أُوتُوٓا۟ أَخَذْنَٰهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ ٱلْقَوْمِ ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ ۚ وَٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ۝

ترجمہ: اور ہم نے رسول بھیجے تھے بہت سی امتوں کی طرف تجھ سے پہلے پھر پکڑا ہم نے ان کو سختی اور بیماری سے تاکہ وہ گڑگڑائیں۔ پھر کیوں نہ جب آیا ان پر ہمارا

عذاب آیا گڑگڑاتے اور لیکن سخت ہو گئے دل ان کے اور مزین کر دیئے ان کے لئے شیطان
نے جو وہ عمل کر رہے تھے۔ پھر جب وہ بھول گئے اس کو نصیحت کئے گئے تھے وہ جس کی
کھول دیئے ہم نے ان پر دروازے ہر چیز کے، یہاں تک کہ جب وہ خوش ہو گئے ان
چیزوں پر جو وہ دیئے گئے پکڑ لیا ہم نے ان کو اچانک پس اس وقت وہ رہ گئے ناامید۔ پھر
کاٹ دی گئی جڑ ان لوگوں کی جنہوں نے ظلم کیا اور سب تعریفیں ہیں واسطے اللہ سارے
جہان کے پالنے والے کے۔

تفسیر: (اور ہم نے آپ سے پہلے) بھی (امتوں کی طرف پیغمبر بھیجے تھے) مگر انہوں
نے ان کو نہ مانا (تو ہم نے ان کو تنگدستی اور بیماری سے پکڑا تاکہ وہ گڑگڑائیں) اور اپنے کفر و
معصیت سے توبہ کر لیں (سو جب ان کو ہماری) طرف سے (سزا پہنچی تھی وہ کیوں نہ گڑگڑائے)
کہ ان کا جرم معاف ہو جاتا (لیکن ان کے (قلوب تو) ویسے ہی (سخت) کے سخت (رہے اور
شیطان ان کے اعمال بد کو ان کے خیال میں) بدستور (آراستہ) و مستحسن (کر کے دکھاتا رہا، پھر
جب وہ لوگ) بدستور (ان چیزوں کو) یعنی ایمان و اطاعت کو (بھولے) اور چھوڑے (رہے جن کی
ان کو) پیغمبروں کی طرف سے (نصیحت کی جاتی تھی) تو ہم نے ان پر) عیش و عشرت کی (ہر چیز
کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے)
اور غفلت و مستی میں ان کا کفر اور بڑھ گیا، اس وقت (ہم نے ان کو اچانک) ان کے کئے کی سزا
کے نتیجے عذاب میں (پکڑ لیا) اور سخت عذاب نازل کیا جس کا ذکر قرآن میں جا بجا آیا ہے (پھر تو وہ
بالکل حیرت زدہ رہ گئے) کہ کیا ہو گا (پھر) اس عذاب سے (ظالم) کافر (لوگوں کی جڑ) تک
(کٹ گئی اور اللہ کا شکر ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے) کہ ایسے ظالموں کا پاپ کٹا جن کی وجہ
سے دنیا میں نحوست پھیلی تھی۔

ربط: شرک کا مزید ابطال

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ
مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ
يَصْدِفُونَ ﴿٤٦﴾

ترجمہ: تو کہہ بتاؤ تو اگر لے لے اللہ تمہاری سماعت اور تمہاری بینائی اور مہر کر دے
تمہارے دلوں پر تو کون معبود اللہ کے سوا ہے کہ لا دے تمہارے پاس یہ چیزیں۔ دیکھ کیسے طرح

طرح سے ہم بیان کرتے ہیں دلائل پھر بھی وہ اعراض کرتے ہیں۔

تفسیر: (آپ) ان سے یہ بھی (کہیے کہ یہ بتاؤ اگر اللہ تعالیٰ) عذاب نازل کرنا تو ایک طرف صرف (تمہاری شنوائی اور بینائی بالکل لے لے) کہ نہ تم کو کچھ سنائی دے نہ دکھائی دے (اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے) کہ تم دل سے کسی چیز کو سمجھ نہ سکو (تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود ہے کہ یہ) چیزیں (تم کو پھر دے دے)۔ جب تمہارے اقرار سے بھی کوئی ایسا نہیں پھر کیسے کسی کو مستحق عبادت سمجھتے ہو۔ (آپ دیکھئے تو کہ ہم کس) کس (طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے ظاہر کر رہے ہیں پھر) بھی ان دلائل میں غور کرنے سے اور ان کے نتیجہ کو تسلیم کرنے سے (یہ اعراض) و بے رخی (کرتے ہیں)

ربط: عذاب کے نازل کرنے پر اپنی قدرت ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ عذاب کافروں پر اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی وجہ سے ہوگا اس کی پکڑ میں صرف وہی آئیں گے جو کافر ہیں۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

ترجمہ: تو کہہ بتاؤ تو اگر آئے تم پر عذاب اللہ کا اچانک یا ظاہر ہو کر تو نہیں ہلاک کیے جائیں گے مگر ظالم لوگ۔

تفسیر: آپ ان سے یہ بھی (کہیے کہ یہ بتاؤ اگر تم پر اللہ کا عذاب آ پڑے خواہ اچانک بے خبری میں) کہ اس کی کوئی علامت پہلے سے ظاہر نہ ہو (یا ہوشیاری میں) کہ اس کے آنے سے پہلے اس کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں (تو نہیں ہلاک کیے جائیں گے) اس عذاب سے مگر ظالم لوگ مطلب یہ ہے کہ اگر عذاب آیا وہ تمہارے ظلم کی وجہ سے تم پر ہی پڑے گا، مومن بچے رہیں گے، اس لئے تم کو ہوش کرنا چاہئے اور یہ نہ سوچنا چاہئے کہ اگر عذاب آ ہی گیا تو اس میں ہمارے ساتھ مسلمان بھی تو مبتلا ہوں گے۔

ربط: کافر عذاب الٰہی سے نڈر اور بے فکر ہو کر نبی ﷺ سے اپنے فرمائشی معجزے طلب کرتے تھے جیسا کہ کچھ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اس لئے ضابطہ کے طور پر رسالت کے لوازم اور غیر لوازم ذکر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ نبی ﷺ سے کونسا مطالبہ درست ہے، کونسا نہیں۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا

مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۖ فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٤٨﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ
بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٤٩﴾ قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ
وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ۖ

ترجمہ۔ اور نہیں بھیجتے ہم رسول مگر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے۔ پھر جو کوئی ایمان لائے اور اصلاح کرے تو نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو پہنچے گا ان کو عذاب اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ تو کہہ میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس ہیں خزانے اللہ کے اور نہ میں جانوں غیب کی بات اور نہ میں کہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں۔

تفسیر: (اور پیغمبروں کو) جن کی پیغمبری قطعی دلائل سے ثابت کر چکے ہیں (ہم صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ) ایمان اور طاعت کرنے والوں کو اللہ کی رضا اور جنت کی نعمتوں کی (بشارت دیں اور) کفر و معصیت کرنے والوں کو اللہ کی ناراضگی سے (ڈرائیں) یعنی ان کی بعثت کی غرض تبشیر و انذار اور تبلیغ و ارشاد ہے۔ (پھر) ان پیغمبروں کے بشارت دینے اور ڈرانے کے بعد (جو شخص ایمان لے آئے اور) اپنی اعتقادی و عملی حالت کی (اصلاح کرلے تو ان لوگوں پر) آخرت میں (کوئی اندیشہ نہیں اور نہ وہ) وہاں (مغموم ہوں گے، اور جو لوگ) اس خوشخبری اور ڈرانے کے بعد بھی (ہماری آیتوں کو جھوٹا بتائیں ان کو) بعض اوقات تو دنیا میں بھی ورنہ آخرت میں تو ضرور (عذاب پہنچتا ہے اس وجہ سے کہ وہ دائرہ ایمان سے نکل جاتے ہیں)۔

بعثت کی غرض اور لوازم بتانے کے بعد اب بتاتے ہیں کہ کفار جو رسولوں سے واہی تباہی فرمائشیں کرتے ہیں تو ان کو پورا کرنا تو بعثت کے لوازم میں سے ہے ہی نہیں اور اس بات کو کھولنے کے لئے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ (آپ) ان دشمنی کرنے والوں سے (کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے) تمام (خزانے ہیں) کہ جو کچھ مجھ سے مانگا جائے وہ اپنی قدرت سے لا کے دوں (اور نہ میں تمام غیب کی چیزوں کو جانتا ہوں) کہ جو کچھ تم پوچھو وہ اپنے علم سے بتا دوں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے (اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں،) کہ بشریت کے خواص اور لوازم مثلاً کھانے پینے اور نیند اور تھکان سے مبرا رہوں۔

ربط: نبی کے خواص بشر سے مبرا نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پھر نبی اور غیر نبی میں کوئی فرق نہ ہو۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَىَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۟

ترجمہ: نہیں میں پیروی کرتا مگر اس کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف۔ تو کہہ دے کیا برابر ہو سکتا ہے اندھا اور دیکھنے والا۔ کیا پس تم غور نہیں کرتے۔

تفسیر: میرے یہ کہنے سے کہ میں فرشتہ نہیں ہوں اور یہ کہ میں خواص بشر سے مبرا نہیں ہوں میرے اور تمہارے درمیان کوئی فرق نہیں رہا بلکہ دونوں میں بہت فرق ہے۔ اول یہ کہ میری طرف خدا کی وحی کی جاتی ہے اور (میں تو صرف اسی وحی کا اتباع کرتا ہوں جو میرے پاس آتی ہے) جس میں وحی کے تقاضے پر خود عمل کرنا بھی ہے اور دوسروں کو دعوت دینا بھی ہے اور پچھلے تمام انبیاء کا بھی یہی حال تھا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور تجلیات کو دیکھنے کے لئے نبی کے دل کی آنکھیں ہر وقت کھلی رہتی ہیں جن کے بلاواسطہ مشاہدہ سے دوسرے انسان محروم ہوتے ہیں اور ان کے دل کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ لہٰذا (آپ کہہ دیجئے کہ کیا اندھا) جو اللہ تعالیٰ کی مرضیات وتجلیات کے بلاواسطہ مشاہدہ سے محروم ہو (اور بینا) جس کو یہ مشاہدہ حاصل ہو (برابر ہو سکتے ہیں) ظاہر ہے کہ نہیں ہو سکتے تو نبی اور غیر نبی میں نوع اور خواص نوع سے بہت بڑا فرق ہے۔ اب جب تمہارے سامنے یہ بات پوری طرح کھل گئی کہ بعثت کے اغراض کیا ہوتے ہیں اور پیغمبر کو کیا کچھ حاصل ہوتا ہے اور کیا کچھ نہیں (تو کیا تم) اس پر غور کر کے اپنی واہی فرمائشوں سے باز آتے ہو یا تم (غور نہیں کرتے) اور اپنی موجودہ روش پر ہی اصرار کرتے ہو۔

ربط: اگر یہ اپنی روش پر مصر رہیں اور آیات خداوندی کی تکذیب کرتے رہیں تو آپ ان سے قطع نظر کر لیجئے کیونکہ تبلیغ کا فرض ادا ہو چکا اور ان کے راہ راست پر آنے کی توقع نہیں۔ ایسوں کے لئے تو انداز عام پر اکتفا کریں باقی جن کے دلوں میں آخرت کا کچھ خوف ہے ان کو متنبہ کرنے کا اہتمام کریں۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِىٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۟

ترجمہ: اور ڈرا اس (قرآن) سے ان لوگوں کو جو خوف کرتے ہیں اس کا کہ وہ

جمع کئے جائیں گے اپنے رب کی طرف (اس طرح پر کہ) نہیں ہوگا ان کے لئے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ سفارش کرنے والا تاکہ وہ بچتے رہیں۔

تفسیر: اور (ایسے لوگوں کو) کفر و معصیت پر (قرآن کے ذریعہ سے خاص طور پر) ڈرایئے جو (کسی درجہ میں تو) (اس بات سے اندیشہ رکھتے کہ) قیامت میں (اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کئے جائیں گے کہ اللہ کے سوا) جس جس کو کافروں نے مددگار اور سفارشی سمجھ رکھا ہے اس وقت ان میں سے (نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی) اپنی مرضی سے (شفاعت کرنے والا ہوگا تاکہ وہ) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے (بچتے رہیں) کیونکہ ایسے ہی لوگوں سے امید ہو سکتی ہے کہ نصیحت سے اثر لیں اور ہدایت قرآنی سے نفع اٹھائیں۔

فائدہ: حشر پر ایمان ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے کل تین طرح کے آدمی ہیں۔ ایک وہ جو حشر کے یقینی معتقد ہیں دوسرے وہ جو اس میں متردد ہیں۔ آیت میں ان ہی دونوں جماعتوں کا ذکر ہے۔ تیسرے وہ جو اس کے یقینی منکر ہیں اور مخالفت پر کمربستہ ہیں۔ ڈرانا اگرچہ ان کو بھی ہے لیکن یہاں مطلق ڈرانا مراد نہیں ہے بلکہ وہ ڈرانا ہے جس میں خاص اہتمام ہو اور یہ وہاں ہی ہوگا جہاں نفع یقینی ہو۔ سو توقع ہو جیسا پہلی اور دوسری قسم کے لوگوں کا حال ہے ان کے برخلاف تیسری قسم کے لوگوں میں نفع کی توقع ہی نہیں اس وجہ سے ان کو ڈرانا محض اتمام حجت کے لئے ہوگا۔ دشمنی اور عناد کی وجہ سے ان میں توجہ کرنے کی قابلیت ہی نہیں۔

ربط: آگے فرماتے ہیں کہ ماننے والوں پر تو اور زیادہ خاص توجہ رکھئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ قریش کے بعض کافر سرداروں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بعض غریب صحابہ کو دیکھ کر تحقیر سے کہا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا (کیا یہ لوگ ہیں کہ ہم سب میں سے اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان کیا) اور آپ سے کہا کہ ہم تو ان لوگوں کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھنا گوارا نہیں۔ اگر آپ ان کو ہٹا دیں تو ہم آپ کے پاس آیا کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایسا بھی کر کے دیکھئے دیکھیں ان کا کیا مقصد ہے سچی راہ پر آتے ہیں یا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس درخواست کو منظور فرمایا اگرچہ اس پر عمل نہیں ہونے پایا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر اپنی رائے پر معذرت کی۔

تنبیہ: رسول اللہ ﷺ نے جو درخواست منظور کی وہ غریب صحابہ کی تحقیر کی وجہ سے نہیں بلکہ اس امید پر کی کہ شاید اس طرح قریش کے سردار اسلام قبول کر لیں اور خود ان صحابہ کو بھی یہ بات معلوم تھی اس لئے ان کی دل شکنی بھی نہیں ہوئی تھی۔ یہ آپ کا اجتہاد تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس

اجتہاد پر عمل کرنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ ان سرداروں کا یہ مطالبہ ان کے دل میں تکبر کی وجہ سے تھا جب کہ تکبر قبول حق سے مانع ہوتا ہے۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ
يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ
مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ
بِالشّٰكِرِيْنَ ۝

ترجمہ: اور مت دور کر ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام چاہتے ہیں اس کی رضا۔ نہیں ہے تجھ پر ان کے حساب میں سے کچھ اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر ہے کچھ کہ تو دور کرنے لگے ان (غریبوں) کو پس ہو جائے گا تو بے انصافوں میں سے۔ اور اسی طرح آزمایا ہے ہم نے ان کے بعض لوگوں کو بعض سے تاکہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں احسان کیا اللہ نے ان پر ہم میں سے، کیا نہیں ہے اللہ خوب جاننے والا شکر کرنے والوں کو۔

تفسیر: (اور آپ ان لوگوں کو) اپنی مجلس سے (نہ نکالئے جو صبح و شام) یعنی اپنے حالات کے اعتبار سے زیادہ سے زیادہ وقت (اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں، جس سے صرف اللہ کی رضا ہی کا قصد رکھتے ہیں) اور کوئی غرض جاہ و مال کی نہیں، یعنی ان کی عبادت میں مداومت بھی ہے اور اخلاص بھی ہے۔ اخلاص ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ ہم اس کو جانتے ہیں اور دوسری یہ کہ اخلاص اگرچہ امر باطنی ہے مگر آثار و علامات سے پہچانا بھی جا سکتا ہے اور تیسری یہ کہ مسلمان کی شان ہی یہ ہے کہ وہ عبادت خالص اللہ ہی کے لئے کرتا ہے لہٰذا جب تک عدم اخلاص کی کوئی دلیل نہیں اخلاص ہی کا گمان رکھنا چاہئے (اور ان) کے باطن (کا حساب) اور تفتیش (ذرا بھی آپ کے ذمہ نہیں اور) ان کے باطن کی تفتیش کا آپ سے متعلق نہ ہونا ایسا یقینی ہے جیسا کہ یہ یقینی ہے (آپ) کے باطن (کا حساب) اور تفتیش (ذرا بھی ان کے متعلق نہیں مبادا آپ ان کو نکال دیں)

ان کے ایمان کے باطنی احوال کی تفتیش آپ کے ذمہ ہوتی تو اس کی گنجائش تھی کہ جن کا اخلاص ثابت نہ ہوتا ان کو آپ الگ کر دیں مگر وہ آپ کے ذمہ نہیں، اور دوسری کوئی وجہ ان کو نکالنے کے جواز کی موجود نہیں۔ لہٰذا اگر آپ ان کو نکالیں گے (تو) ان کے نکالنے سے (آپ بے انصافی کرنے والوں میں ہو جائیں گے اور) ہم نے جو مومنوں کو غریب اور کافروں کو رئیس بنا رکھا ہے حالانکہ عام عقل تو یہ فیصلہ دیتی ہے کہ مومن فرمانبردار ہونے کی وجہ سے اچھی حالت میں ہوں اور کافر نافرمان ہونے کی وجہ سے گھٹیا حالت میں ہوں (تو) اس کی وجہ یہ ہے کہ عام عقل کے فیصلے کے برعکس (اسی طور پر ہم نے) ان میں سے (ایک) یعنی کفار (کو دوسروں) یعنی مومنوں (کے ذریعہ آزمائش میں ڈال رکھا ہے) یعنی اس طرز عمل میں امتحان ہے کفار کا (تاکہ یہ لوگ) مومنوں کے متعلق (کہا کریں کیا یہی لوگ ہیں کہ ہم سب میں سے) انتخاب کر کے (ان پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل کیا ہے) یعنی: سچے دین اسلام کے لئے ان کو منتخب کیا ہے (کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ حق شناسوں کو خوب جانتا ہے) ان غریب لوگوں نے اپنے منعم حقیقی کا حق پہچانا، طالب حق بن گئے، دین حق اور قبول عند اللہ سے مشرف کئے گئے، اور ان رئیسوں نے ناشکری اور کفر کیا، وہ اس نعمت سے محروم رہے۔

ربط: بعثت رسول کے اغراض میں سے انذار اور تبشیر دونوں کا ذکر کیا تھا۔ پچھلے اقتباس میں مومنوں کے لئے انذار کے ذکر کے بعد اب واقعہ کی مناسبت کو کام میں لاتے ہوئے تبشیر کا ذکر ہے تاکہ ان غریبوں کا دل بڑھے۔

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۖ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۖ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ: اور جب آئیں تیرے پاس وہ لوگ جو مانتے ہیں ہماری آیتوں کو تو تو کہہ دے سلام ہے تم پر لکھ لیا ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو کہ جو کوئی کرے تم میں سے برائی ناواقفیت سے پھر توبہ کرے اس کے بعد اور نیک ہو جاوے تو بات یہ ہے کہ وہ ہے بخشنے والا مہربان۔ اور اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتوں کو اور تاکہ کھل

جائے طریقہ گنہگاروں کا۔

تفسیر: (اور جب وہ لوگ آپ کے پاس آئیں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان بھی رکھتے ہیں تو آپ) ان کو بشارت سنانے کے لئے (یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہے) یعنی کفار پر جو ہر طرح کی آفتیں آخرت میں پڑیں گی ان سے تم مامون ہو، (اور) دوسرے یہ بھی کہ (تمہارے رب نے) اپنے فضل و کرم سے (رحمت کرنا) اور تم کو نعمتیں دینا (اپنے ذمہ مقرر کر لیا ہے) یہاں تک (کہ جو شخص تم میں سے کوئی برا کام کر بیٹھے) جو کہ (جہالت سے) ہو جاتا ہے، کیونکہ حکم کے خلاف کرنا عملی جہالت ہے مگر (پھر وہ اس کے بعد توبہ کر لے اور) آئندہ کو اپنے اعمال کی (اصلاح رکھے) اس میں یہ بھی آ گیا کہ اگر وہ توبہ ٹوٹ جائے تو پھر توبہ کر لے (تو اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ) اس کے لئے بھی (بڑے مغفرت کرنے والے ہیں) کہ گناہ کی سزا بھی معاف کر دیں گے اور (بڑی رحمت کرنے والے ہیں) کہ طرح طرح کی نعمتیں بھی دیں گے (اور) جس طرح ہم نے اس مقام پر مومنین اور کفار کے حال و انجام کی تفصیل ذکر کر دی (اسی طرح ہم آیات کی) جو کہ دونوں فریق کے حال و انجام پر مشتمل ہوں (تفصیل کرتے رہتے ہیں) تاکہ مومنین کا طریقہ بھی ظاہر ہو جائے (اور تاکہ مجرمین کا طریقہ) بھی (ظاہر ہو جائے) اور حق و باطل کے واضح ہونے سے طالب حق کو حق کی معرفت آسان ہو جائے۔

ربط: پیچھے یہ بتانے کے بعد کہ کافروں کی خاطر آپ مسلمانوں کو اپنی مجلس سے دور نہ کیجئے بلکہ ان کی دلجوئی کے لئے خوشخبری سنائیے اب ہدایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کافروں سے کھل کر کہہ دیں کہ میرا رستہ اور ہے تمہارا اور ہے میں کبھی تمہاری خواہش کی پیروی نہیں کر سکتا۔ اور تم مجھ سے بے جا مطالبے بھی نہ کرو۔

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ۝ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ۝ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝

دلیلیں ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں (اور سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا وہی ہے) کہ حکمت کے موافق فیصلہ کرتا ہے۔ چونکہ ابھی نزول عذاب میں حکمت نہیں دیکھی اس لئے اس وقت نزول عذاب کا فیصلہ نہیں فرمایا (آپ کہہ دیجئے کہ اگر میرے پاس) یعنی میری قدرت میں (وہ چیز ہوتی جس کا تم تقاضا کر رہے ہو) یعنی عذاب (تو) اب تک (میرا اور تمہارا باہمی جھگڑا) کبھی کا (فیصل ہو چکا ہوتا ہے کیونکہ یہ تو تمہارا ہی کہنا ہے کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر عذاب نازل کر دیں۔ یہ تو اللہ کا علم محیط اور حلم عظیم ہے کہ مہلت دیئے جاتے ہیں (اور) تم (ظالموں کو) کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرنا ہے (اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے) اس لئے ان کے علم میں جب مناسب ہوگا عذاب نازل کردیں گے۔ غرض نہ تو مجھ کو اس کی قدرت ہے اور نہ ہی اس کا مناسب وقت مجھ کو معلوم ہے۔

ربط: کفار کی طرف سے نزول عذاب کی عاجلانہ فرمائش کے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خیر الفاصلین یعنی سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت کی نشاندہی کی اور فرمایا کہ وہ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ یعنی ظالموں کو خوب جاننے والا ہے جس سے ان کے کمال علم کی نشاندہی کی۔ آگے بتاتے ہیں کہ علم اور قدرت کا کام صرف کافروں، ظالموں کے اعتبار سے ہی نہیں ہر ہر چیز کے اعتبار سے ہے۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ

لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۝

ترجمہ: اور اسی کے پاس ہیں خزانے غیب کے نہیں جانتا کوئی ان کو مگر وہی۔ اور

وہ جانتا ہے جو خشکی میں ہے اور دریا میں ہے۔ اور نہیں گرتا کوئی پتہ مگر وہ جانتا ہے اس
کو اور نہیں (گرتا) کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی ہری چیز اور نہ کوئی سوکھی
چیز مگر وہ سب کتاب مبین میں ہے۔ اور وہی ہے جو قبضہ میں لے لیتا ہے تم کو رات میں
اور جانتا ہے جو کچھ کہ تم کر چکے ہو دن میں پھر اٹھا دیتا ہے تم کو اس میں تاکہ پورا کر دیا
جائے وقت مقرر۔ پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے پھر وہ خبر دے گا تم کو اس کی جو کچھ تم
کرتے تھے۔ اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہاں تک کہ جب
پہنچے تم میں سے کسی کو موت تو قبضہ میں لے لیتے ہیں اس کو ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے)
اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر لوٹائے جائیں گے اللہ اپنے حقیقی مالک کی طرف سن رکھو اسی کا
ہے حکم اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

تفسیر: (اور اللہ تعالیٰ کے پاس) یعنی اسی کی قدرت میں (خزانے ہیں تمام مخفی اشیاء کے) ان میں سے کس چیز کو کس وقت اور کس قدر چاہیں ظہور میں لاتے ہیں۔ ان اشیاء میں سب قسم کے عذاب بھی شامل ہیں۔ مطلب یہ کہ اور کسی کو ان چیزوں پر قدرت نہیں۔ اور جس طرح ان چیزوں کے خزانوں پر قدرت کاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اسی طرح ان کا علم کامل بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، چنانچہ (ان مخفی خزانوں کو کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور وہ ان تمام چیزوں کو بھی جانتا ہے جو خشکی میں ہیں اور جو دریا میں ہیں اور کوئی پتہ) کسی درخت سے (نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ) نہیں (زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور خشک چیز) مثل پھل وغیرہ کے (گرتی ہے مگر یہ سب) باتیں یعنی قیامت تک ہونے والی تمام باتیں (کتاب مبین) یعنی لوح محفوظ (میں) لکھی ہوئی (ہیں) اور ظاہر ہے کہ کچھ لکھنے سے پہلے اس کا علم ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا حاصل یہ ہوا کہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے احاطہ علم میں ہیں۔ اور یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کی تمام معلومات لوح محفوظ ہی میں منحصر ہیں بلکہ ان کی تو کوئی انتہا ہی نہیں (اور وہ) اللہ تعالیٰ (ایسا ہے کہ رات میں) سونے کے وقت (تمہاری روح کو) ایک گونہ (قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو) دونوں (جانتا ہے پھر تم کو دن میں) تمہاری روح تمہارے جسم میں لوٹا کر (جگا اٹھاتا ہے تاکہ) اسی سونے جاگنے کے دوروں سے دنیاوی زندگی کی (معین میعاد) پوری کر دی جائے پھر اسی) اللہ (کی طرف) مر کر (تم کو جانا ہے، پھر تم کو بتا دے گا جو کچھ تم) اعمال (کیا کرتے تھے) اور اس کے مناسب جزا اور سزا جاری کرے گا (اور وہی) اللہ تعالیٰ قدرت سے (اپنے بندوں کے اوپر غالب ہیں برتر ہیں۔ اور) اے بندو (وہ تم پر) تمہارے اعمال

اور جان کی (نگرانی کرنے والے) فرشتے (بھیجتے ہیں) جو زندگی بھر تمہارے اعمال کو بھی دیکھتے ہیں اور تمہاری جان کی بھی حفاظت کرتے ہیں (یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آ پہنچتی ہے تو) اس وقت (اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے) فرشتے (قبض کر لیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے) بلکہ جس وقت حفاظت کا حکم تھا حفاظت کرتے رہے، جب موت کا حکم ہوگا تو یہی محافظ روح قبض کرنے والے فرشتوں کے ساتھ مل جاتے ہیں (پھر سب اپنے مالک حقیقی اللہ کے پاس لائے جائیں گے، خوب سن لو) اس وقت (فیصلہ اللہ ہی کا ہوگا) اور کوئی دخل نہ دے سکے گا (اور وہ بہت جلد حساب لے لے گا)۔

فائدہ: اس مقام پر تین قسم کے فرشتوں کا ذکر ہے۔ ایک اعمال لکھنے والے، دوسرے وہ جو ان مصیبتوں سے حفاظت کرنے کا حکم ہو اور جب تک عمر ہو آدمی کی حفاظت کرتے ہیں۔ تیسرے جان نکالنے والے جو ملک الموت کے مددگار ہوتے ہیں۔

ربط: اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کا ذکر ہوا۔ اور یہ اللہ کی قدرت ہی ہے کہ وہ ہر قسم کی تکالیف سے نجات دیتے ہیں۔ لیکن دوسرے نجات دینے سے کہیں یہ نہ سمجھ لینا کہ کوئی عذاب نہیں آ سکتا بلکہ اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری قدرت ہے۔

قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُم مِّن

ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَّئِنْ أَنجَانَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٦٣﴾ قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيكُم مِّنْهَا وَمِن كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾ وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ قُل لَّسْتُ عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ ﴿٦٦﴾ لِّكُلِّ نَبَإٍ مُّسْتَقَرٌّ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٦٧﴾

ترجمہ: تو کہہ کون نجات دیتا ہے تم کو اندھیروں سے جنگل کے اور دریا کے (اس وقت جب کہ) پکارتے ہو تم اس کو گڑگڑا کر اور چپکے سے کہ اگر نجات دے ہم کو ان

(اندھیروں) سے تو ہم ضرور ہو جائیں گے شکر گزاروں سے۔ تو کہہ دے اللہ نجات دیتا ہے تم کو ان سے اور ہر غم سے پھر بھی تم شرک کرتے ہو۔ تو کہہ وہی قدرت والا ہے اس پر کہ بھیجے تم پر عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا بھڑا دے تم کو مختلف گروہ کر کے اور چکھا دے تمہارے بعض کو لڑائی دوسرے کی۔ دیکھ کس کس طرح سے ہم بیان کرتے ہیں آیتوں کو تا کہ وہ سمجھ جائیں۔ اور جھٹلایا اس کو تیری قوم نے حالانکہ وہ حق ہے۔ تو کہہ دے میں نہیں ہوں تم پر داروغہ۔ ہر ایک خبر کے لئے ایک وقت مقرر ہے اور جلد ہی تم جان لو گے۔

تفسیر: (آپ) ان لوگوں سے (کہئے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کے اندھیروں) یعنی ان کے شدائد (سے اس حالت میں نجات دیتا ہے کہ تم اس کو) نجات دینے کے لئے (پکارتے ہو) کبھی (تذلل ظاہر کر کے اور) کبھی (چپکے چپکے) اور یوں کہتے ہو (کہ) اے اللہ (اگر آپ ہم کو ان) شدائد (سے) اس دفعہ (نجات دے دیں تو) پھر (ہم ضرور حق شناسی) پر قائم رہنے (والوں میں سے ہو جائیں گے) یعنی آپ کی توحید جو کہ بڑی حق شناسی ہے اس کے قائل رہیں گے۔ اور اس سوال کا جواب چونکہ متعین ہے اور وہ لوگ بھی کوئی دوسرا جواب نہ دیں گے اس لئے (آپ) ہی (کہہ دیجئے کہ اللہ ہی تم کو ان سے نجات دیتا ہے) جب کبھی نجات ملتی ہے (اور) ان مذکورہ شدائد کی کیا تخصیص ہے بلکہ (ہر غم سے) وہی نجات دیتا ہے مگر (تم) ایسے ہو کہ (پھر بھی) نجات پانے کے بعد بدستور (شرک کرنے لگتے ہو) جو کہ اعلیٰ درجہ کی ناحق شناسی ہے حالانکہ تم نے وعدہ کیا تھا حق شناسی کا۔ غرض یہ کہ شدائد میں تمہارے اقرار سے توحید کا حق ہونا ثابت ہو جاتا ہے، پھر بعد میں تمہارا انکار کب قابل التفات ہے۔ (آپ) یہ بھی (کہئے کہ) جس طرح وہ نجات دینے پر قادر ہے اسی طرح (اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر) تمہارے کفر و شرک کی وجہ سے (کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے) جیسے طوفانی ہوا یا طوفانی بارش (یا تمہارے پاؤں تلے) جو زمین ہے اس (سے) ظاہر کر دے، جیسے زلزلہ یا غرق ہو جانا۔ اور ان عذابوں کے سب قریب و بعید اسباب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں گو کبھی ایسا ہوگا خواہ دنیا میں یا آخرت میں (یا کہ تم کو) تمہارے اغراض کے اختلاف کی وجہ سے مختلف (گروہ گروہ کر کے سب کو) آپس میں (بھڑا دے) یعنی لڑوا دے (اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی) کے ذریعہ مزہ (چکھا دے) اور اس کا قریبی سبب اگرچہ بندوں کا فعل اختیاری ہے لیکن سبب بعید تو اللہ کے اختیار میں ہے اور بندوں

کے دل بھی اللہ کے اختیار میں ہیں اور یا سب آفتیں جمع کر دے، غرض نجات دینا اور عذاب میں مبتلا کرنا دونوں اسی کی قدرت میں ہیں، اے محمد ﷺ (آپ دیکھئے تو سہی ہم کس) کس (طرح) توحید کے (دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ) لوگ (سمجھ جائیں۔ اور) اللہ تعالیٰ کے عذاب دینے پر قادر ہونے اور کفر و شرک کے سبب سے عذاب ہونے کو جاننے کے باوجود (آپ کی قوم کے لوگ) قریش اور دیگر عرب بھی (اس) عذاب (کی تکذیب کرتے ہیں) اور اس کے واقع نہ ہونے کے معتقد ہیں (حالانکہ وہ یقینی) واقع ہونے والا (ہے)۔ اور اس کو سن کر وہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ کب ہوگا تو (آپ) یوں (کہہ دیجئے کہ میں تم پر) عذاب واقع کرنے کے لئے (تعینات نہیں کیا گیا ہوں) کہ مجھ کو تفصیلی اطلاع ہو یا میرے اختیار میں ہو البتہ (ہر خبر کے) واقعہ (کے وقوع کا ایک وقت) اللہ کے علم میں معین (ہے اور جلدی ہی تم کو معلوم ہو جائے گا) کہ یہ عذاب آیا۔

فائدہ: عذاب میں اخروی اور دنیوی دونوں عذاب شامل ہیں جن میں جہاد کی صورت بھی داخل ہے چنانچہ دوسری آیت میں فرمایا **قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ** (تم ان کافروں سے جنگ کرو اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں عذاب دے گا البتہ یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ اگرچہ کفار کے حق میں جہاد اللہ کی جانب سے عذاب دینا ہے لیکن مسلمانوں کو ان کا حکم عذاب دینے کی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ ان کو اعلاء کلمۃ اللہ یعنی دین کی سربلندی کے لئے جہاد کا حکم ہے۔

ربط: جو لوگ آیت خداوندی کی تکذیب کرتے ہوئے ان پر طعن و استہزاء کر رہے ہوں اور اپنے کو عذاب کا مستحق بنا رہے ہوں آگے مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ تم ان سے خلط ملط نہ رکھو کہیں تم بھی ان کے زمرہ میں داخل ہو کر مورد عذاب نہ بن جاؤ۔ ہاں تبلیغ کی غرض سے جاؤ تو اور بات ہے۔

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ

ذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۟

ترجمہ: اور جب تو دیکھے ان لوگوں کو کہ مشغول ہوں ہماری آیتوں (کی عیب جوئی) میں تو اعراض کر ان سے یہاں تک کہ مشغول ہو جائیں کسی بات میں اس کے علاوہ۔ اور اگر بھلا دے تجھ کو شیطان تو مت بیٹھ یاد آ جانے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ۔ اور نہیں ہے ان لوگوں پر جو پرہیزگاری کرتے ہیں ظالموں کے حساب سے کچھ بھی لیکن (ان کے ذمہ) نصیحت کرنا ہے شاید وہ ڈریں۔ اور چھوڑ دے ان کو جنہوں نے بنا رکھا ہے اپنے دین کو کھیل اور تماشا اور دھوکہ دیا ان کو دنیا کی زندگی نے اور نصیحت کر (ان کو) قرآن سے مبادا کہ گرفتار ہو جائے کوئی بسبب اپنے کئے کے۔ (کہ) نہ ہو اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ سفارش کرنے والا، اور اگر بدلے میں دے سارے بدلے تو قبول نہ کیا جائے گا اس سے۔ وہی لوگ ہیں جو گرفتار کئے گئے بسبب اپنے کئے کے۔ ان کے لئے پینا ہوگا گرم پانی سے اور عذاب دردناک ہوگا بسبب اس کے جو وہ کفر کرتے تھے۔

تفسیر: (اور) اے مخاطب (جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیت) اور احکام [میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں) کے پاس بیٹھنے (سے کنارہ کش ہو جا یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر تجھ کو شیطان بھلا دے) یعنی ایسی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت یاد نہ رہے (تو) جب یاد آئے (یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالموں کے پاس مت بیٹھ) فوراً اٹھ کھڑا ہو۔ (اور) اگر کوئی واقعی دنیوی یا دینی ضرورت ایسی مجلس میں جانے کی ہو مثلاً کافروں کو اسلام کی دعوت دینے گئے اور وہ عیب جوئی میں مشغول ہوں یا خود اس وقت کے اعتبار سے کہ مسلمان مسجد حرام میں نماز و طواف کے لئے گئے اور کافر وہاں عیب جوئی میں مشغول ہوں تو اس کا حکم یہ ہے کہ (جو لوگ) ممنوعات شرعیہ سے جن میں ایسی مجالس میں بلا ضرورت جانا بھی داخل ہے (احتیاط رکھتے ہیں، ان پر ان) طعن زنی اور تکذیب کرنے والوں (کی باز پرس) اور گناہ و طعن (کا کوئی اثر نہ پہنچے گا) یعنی ضرورت سے وہاں جانے والے گنہگار نہ ہوں گے (و لیکن ان کے ذمہ) بقدر قدرت

(نصیحت کرتا ہے شاید وہ) طعنے دینے والے (بھی) ان خرافات سے (احتیاط کرنے لگیں) خواہ اسلام قبول کر کے خواہ ان نصیحت کرنے والوں کا لحاظ کر کے۔ (اور) مجلس تکذیب کی کچھ تخصیص نہیں بلکہ (ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہ جنھوں نے اپنے) اس (دین کو) جس کا ماننا ان کے ذمہ فرض تھا یعنی اسلام کو (لہو ولعب بنا رکھا ہے) کہ اس کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں (اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے) کہ اس کی لذتوں میں مشغول ہیں اور چونکہ آخرت کے منکر ہیں اس لئے اس تمسخر کا انجام نظر نہیں آتا (اور) کنارہ کشی و ترک تعلقات کے ساتھ ایسے لوگوں کو (اس قرآن کے ذریعہ سے) جس سے یہ تمسخر کر رہے ہیں (نصیحت بھی کرتا رہ تاکہ کوئی شخص اپنے کردار) بد (کے سبب) عذاب میں (اس طرح نہ پھنس جائے کہ کوئی غیر اللہ نہ اس کا مدد گار ہو اور نہ سفارشی ہو) کیونکہ جس پر اللہ کا عذاب نازل ہو اس کا حال ایسا ہی ہو جاتا ہے (اور یہ کیفیت ہو کہ اگر) بالفرض (دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے) کہ اس کو خرچ کر کے عذاب سے بچ جائے (تب بھی اس سے نہ لیا جائے) تو نصیحت سے یہ فائدہ ہے کہ اعمال بد کے انجام پر متنبہ ہو جاتا ہے، آگے ماننا نہ ماننا دوسرے کا کام ہے چنانچہ (یہ) تمسخر کرنے والے (ایسے ہی ہیں کہ نصیحت نہ مانی اور (اپنے کردار) بد (کے سبب) عذاب میں (پھنس گئے) جس کا آخرت میں اس طرح ظہور ہوگا کہ (ان کے لئے نہایت تیز کھولتا ہوا پانی پینے کے لئے ہوگا اور) اس کے علاوہ اور طرح بھی (دردناک سزا ہوگی اپنے کفر کے سبب) کہ یہی کفران کا کردار بد ہے، اور اسی کا ایک شعبہ تمسخر تھا۔

ربط: کافر اپنے کفر کے ساتھ ساتھ یہ بھی چاہتے تھے کہ مسلمان بھی ان ہی کے طریقے پر لوٹ آئیں۔ ان کو جواب دیتے ہیں کہ مسلمان تو خود دوسروں کو توحید پر لانے کی فکر کرتے ہیں وہ کیوں شرک کی راہ پر آنے لگے۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۖ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۗ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ۗ وَهُوَ الَّذِىٓ اِلَيْهِ

تُحْشَرُوْنَ ۔ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ وَيَوْمَ
يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ڛ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۭ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ
عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۔

ترجمہ: تو کہہ دے کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا اس کو جو نہ نفع پہنچا سکے ہم کو اور نہ نقصان دے سکے ہم کو اور (کیا) لوٹ جائیں ہم الٹے پاؤں پر اس کے بعد کہ سیدھی راہ دکھا چکا ہم کو اللہ مثل اس شخص کے کہ رستہ بھلا دیا ہو اس کو جنوں نے جنگل میں جب کہ وہ حیران ہے۔ اس کے رفیق ہیں جو بلاتے ہوں اس کو صحیح رستہ کی طرف کہ چلا آ ہمارے پاس۔ تو کہہ دے کہ اللہ کی راہ جو ہے وہی سیدھی راہ ہے اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ ہم تابع رہیں پروردگار عالم کے۔ اور یہ کہ قائم رکھو نماز کو اور ڈرتے رہو اللہ سے اور وہی ہے جس کی طرف تم سب اکٹھے کیے جاؤ گے۔ اور وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ٹھیک ساتھ۔ اور جس دن کہے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گا۔ اسی کی بات سچی ہے اور اسی کے لئے سلطنت ہوگی جس دن پھونکا جائے گا صور میں۔ جاننے والا ہے چھپی اور کھلی باتوں کا اور وہی ہے حکمت والا جاننے والا۔

تفسیر: (آپ) سب مسلمانوں کی طرف سے ان مشرکین سے (کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ کے سوا) تمہاری مرضی کے موافق (ایسی چیز کی عبادت کریں کہ) اس کی عبادت کرنے کی صورت میں (وہ ہم کو نہ نفع پہنچا) نے پر قادر ہو (سکے اور) اس کی عبادت نہ کرنے کی صورت میں (وہ ہم کو نہ نقصان پہنچا) نے پر قادر ہو (سکے) اس سے مراد معبودان باطل ہیں کہ بعض کو تو سرے سے قدرت حاصل نہیں جیسے بت اور جن کو کچھ ہے تو وہ ان کی ذاتی نہیں جیسے جن اور فرشتے جب کہ معبود بھی کم از کم اپنے موافق اور مخالف کو نفع و ضرر پہنچانے کی ذاتی قدرت تو ہونی چاہئے۔ تو کیا ہم ایسوں کی عبادت کریں (اور کیا) معاذ اللہ (ہم) اسلام سے (الٹے پھر جائیں اس کے بعد کہ ہم کو خدا تعالیٰ نے) طریق حق کی (ہدایت کر دی ہے) کیونکہ اول تو شرک خود ہی قبیح ہے، پھر خصوصاً اسلام کے اختیار کرنے کے بعد تو اور زیادہ برا ہے ورنہ ہماری تو وہ مثال ہو جائے (جیسے کوئی شخص ہو کہ اس کو شیطانوں نے کہیں جنگل میں) بہکا کر راہ سے (بے راہ کر دیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو) اور (اس کے کچھ ساتھی بھی ہوں کہ وہ اس کو ٹھیک رستہ کی طرف) پکار پکار کر (بلا رہے ہیں کہ) ادھر (ہمارے پاس آ) مگر وہ انتہائی حیرت سے نہ پکار کو سمجھتا ہے اور نہ ان کی طرف آتا ہے، حاصل یہ کہ

جیسا یہ شخص راہ پر تھا لیکن اپنے راہ کے ساتھیوں سے جدا ہو کر غول بیابانی کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر بے راہ ہو گیا اور وہ ساتھی اب بھی اس کو راہ پر بلاتے ہیں مگر وہ نہیں آتا اسی طرح ہماری حالت ہو جائے کہ راہ اسلام پر ہو کر اپنے ہادی پیغمبر سے جدا ہوں اور گمراہ کرنے والوں کے پنجے میں گرفتار ہو کر گمراہ ہو جائیں اور وہ ہادی پھر بھی خیر خواہی سے دعوت اسلام کرتے رہیں اور ہم گمراہی کو نہ چھوڑیں۔ یعنی کیا ہم تمہاری مرضی پر عمل کر کے اپنی ایسی مثال بنالیں (آپ) ان سے (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ) جب اس مثال سے معلوم ہوا کہ راہ سے بے راہ ہونا برا ہے تو پھر (یہ بھی کھلی) بات ہے کہ راہ راست وہ خاص اللہ ہی کی (بتائی ہوئی) راہ ہے اور وہ اسلام ہے اور شرک اس کا ترک کرنا بے راہ ہونا ہے۔ پھر ہم اس کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں (اور) آپ کہہ دیجئے کہ ہم شرک کیسے کر سکتے ہیں (ہم کو) تو (یہ حکم ہوا ہے کہ ہم پروردگار عالم کے پورے اطاعت گزار ہو جائیں) اور وہ اطاعت گزاری منحصر ہے اسلام میں (اور) ہمیں (یہ) حکم ہوا ہے (کہ نماز کی پابندی کرو) جو کہ توحید پر ایمان کی ظاہری علامت ہے (اور یہ حکم ہوا ہے کہ (دین سے) ڈرتے رہو) اور اس کے تقاضوں کی موافقت کیا کرو جس میں سب سے بڑھ کر شرک ہے (اور) ہم اسی کی عبادت اور اطاعت کیوں نہ کریں جب کہ (وہی) اللہ (ہے جس کے پاس تم سب) قیامت کے دن قبروں سے نکل کر سب لائے جاؤ گے (جمع کئے جاؤ گے) وہاں مشرکین کو اپنے شرک کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ (اور) ہم اسی کی عبادت اور اطاعت کیوں نہ کریں جب کہ (وہی) اللہ (ہے) جس نے آسمانوں کو اور زمین کو فائدہ مند پیدا کیا) جس میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے خالق کے وجود اور توحید پر استدلال کیا جا سکتا ہے (اور) اوپر جو بعض لوگوں میں حشر کی یعنی قیامت میں دوبارہ زندہ ہونے کی خبر دی ہے اس کو بھی کچھ بعید مت سمجھو کیونکہ وہ قدرت الٰہیہ کے سامنے اس قدر آسان ہے کہ (جس وقت اللہ تعالیٰ اتنا کہہ دے گا کہ) اے حشر (تو ہو جا یعنی واقع ہو) حشر فوراً (ہو پڑے گا اس کا) یہ (کہنا) اثر ہے) خالی نہیں جاتا (اور) حشر کے روز (جب کہ صور میں) بحکم الٰہی دوسری بار پھونک (پھونک ماری جائے گی، ساری حکومت) حقیقت میں بھی اور ظاہر میں بھی (خاص اسی) اللہ (کی ہوگی) اور وہ اپنی حکومت سے مومنین و مشرکین کا فیصلہ کرے گا (وہ) اللہ (جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا) پس مشرکین کے اقوال و افعال کا بھی اس کو علم ہے (اور وہی ہے بڑی حکمت والا) اس لئے مناسب سزا دے گا اور وہی ہے (پوری خبر رکھنے والا) اس لئے کسی بات کو اس سے چھپانا ممکن نہیں۔ تو جو خدا یہ صفات رکھتا ہے وہی اس لائق ہے کہ ہم اس کے تابع فرمان ہوں اور اسی کے عبادت گزار رہیں۔

فائدہ: مثال میں جو شیطانوں کا راہ بھلانا مذکور ہے اس سے معلوم ہوا کہ شیاطین اور

خبیث جنوں سے بعض دفعات اس قسم کے تصرفات و افعال صادر ہو سکتے ہیں۔

ربط: آگے شرک کے ابطال اور توحید کے اثبات کی تائید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت توحید کا قصہ ذکر کرتے ہیں۔

1۔ قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے جو احوال مذکور ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بت پرستی بھی کرتے تھے اور ستاروں کو عالم میں تصرف کرنے والے بھی مانتے تھے لہذا وہ دو طریقوں سے مشرک تھے۔ اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مناظروں میں ان کے شرک کی دونوں قسموں پر کلام ہے۔

2۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوش سنبھالنے ہی کے وقت سے توحید پر تھے البتہ ایک عرصہ تک مناظرہ کا اتفاق نہیں ہوا پھر یا تو نبوت سے پہلے خود ہی یا نبوت کے بعد ہی اپنی قوم سے مناظرہ کیا۔

3۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی قوم خدا کی بھی قائل تھی البتہ نمرود کے قصہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اللہ کا منکر تھا۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ

لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً ۖ إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ
مُبِينٍ ۝ وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ
مِنَ الْمُوقِنِينَ ۝ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا ۖ قَالَ هَٰذَا رَبِّي ۖ
فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ ۝ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَٰذَا
رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ
الضَّالِّينَ ۝ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَٰذَا رَبِّي هَٰذَا أَكْبَرُ ۖ فَلَمَّا
أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ۝ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ
لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا ۖ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ وَ
حَاجَّهُ قَوْمُهُ ۚ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ ۚ وَلَا أَخَافُ

مَا تُشْرِكُونَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ
اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ
اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ
اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا
اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

ترجمہ: اور (یاد کر) جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو کیا تو قرار دیتا ہے بتوں کو معبود، بے شک میں دیکھتا ہوں تجھے اور تیری قوم کو صریح گمراہی میں۔ اور اسی طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو عجائبات آسمانوں اور زمین کی اور تاکہ وہ ہو جائے یقین کرنے والوں میں سے۔ پھر جب چھا گئی اس پر رات دیکھا اس نے ایک ستارہ، بولا یہ ہے رب میرا۔ پھر جب وہ غائب ہو گیا تو بولا میں نہیں پسند کرتا غائب ہو جانے والوں کو۔ پھر جب دیکھا چاند چمکتا ہوا بولا یہ ہے رب میرا۔ پھر جب وہ غائب ہو گیا بولا اگر نہ ہدایت کرتا رہے مجھ کو رب میرا تو بیشک میں ہو جاؤں گمراہ لوگوں میں سے۔ پھر جب دیکھا سورج جھلکتا ہوا بولا یہ ہے رب میرا، یہ سب سے بڑا ہے۔ پھر جب وہ غائب ہو گیا بولا اے میری قوم میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو۔ میں نے متوجہ کر لیا اپنے چہرے کو اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین سب سے یکسو ہو کر اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والوں میں سے۔ اور جھگڑا کیا اس سے اس کی قوم نے، بولا کیا تم جھگڑا کرتے ہو مجھ سے اللہ کے بارے میں حالانکہ وہ راہ دکھا چکا ہے مجھ کو اور میں نہیں ڈرتا ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو اللہ کا مگر یہ کہ چاہے میرا رب ہی کچھ (تکلیف پہنچانا)۔ احاطہ کر لیا ہے میرے رب نے سب چیزوں کا اپنے علم سے، کیا تم نہیں سوچتے۔ اور کیسے میں ڈروں ان سے جن کو تم نے شریک ٹھہرایا حالانکہ تم نہیں ڈرتے ہو تم اس بات سے کہ شریک کیا تم نے اللہ کا ان کو جن کی نہیں اتاری اس نے تم پر کوئی دلیل۔ اب دونوں فرقوں میں کون زیادہ حقدار ہے امن کا، (بولو) اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ جو لوگ یقین لے آئے اور نہیں ملایا انہوں نے اپنے یقین میں کوئی نقصان انہی کے واسطے ہے امن اور وہی ہیں سیدھی راہ والے۔

دوسروں کو دیتے ہو اور کس پر دلیری یہ کہ (تم اس بات) سے کہ وہاں (سے) تمہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن (کے معبود ہونے) کی بابت اللہ تعالیٰ نے تم پر کوئی (لفظی یا معنوی) دلیل نازل نہیں فرمائی۔ مطلب یہ کہ ڈرنا چاہئے تھا تم کو مگر تم الٹا مجھ کو ڈراتے ہو (سو) اس تقریر کے بعد انصاف سے سوچ کر بتاؤ کہ (ان) مذکورہ (دو) فریقوں میں سے (کہ تم جیسے مشرکین اور مجھ سے جیسے موحدین میں سے آخرت کے عذاب سے) امن کا زیادہ مستحق کون ہے۔ اگر تم کچھ (خبر رکھتے ہو) تو بتاؤ اور جب تم کیا بتاؤ گے میں ہی بتاتا ہوں کہ (جو لوگ) اللہ پر (ایمان رکھتے ہیں اور) اپنے اس (ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے ایسے ہی لوگوں کے لئے) قیامت میں (امن ہے اور وہی) دنیا میں (راہ) راست (پر چل رہے ہیں) اور وہ صرف موحدین ہیں۔ ان کے برخلاف مشرکین اگرچہ خدا کے قائل ہیں لیکن شرک بھی کرتے ہیں جس سے اصل ایمان باقی نہیں رہتا۔

ربط: آگے مسئلہ توحید کی مزید تقویت کے لئے بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ جواب و دلائل دے کر ان کی قوم پر غالب کیا اور دنیا و آخرت میں سربلند کیا۔ ان سربلندی میں یہ بھی شامل ہے کہ دنیا میں ان کی اولاد میں نبوت و رسالت کا ایک عظیم الشان سلسلہ چلایا۔ سو توحید کی طرح نبوت بھی کوئی نئی چیز نہیں جس کو تم مستبعد خیال کرو۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ
رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ
وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ
وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّا
وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ
وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَ
ذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝
ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا
لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

نازل ہوئیں۔ اسی طرح ان کے اصول اور فروع میں سے بہتوں کو نمایاں کیا چنانچہ (ہم نے ان کو)
عہدہ وہ اولاد کے ایک بیٹا (اسحٰق دیا اور) ایک پوتا (یعقوب) دیا اور ان دونوں میں سے (ہر
ایک کو) راہ حق کی (ہم نے ہدایت کی اور) یہ ہم سے (پہلے زمانہ میں ہم نے نوح) علیہ السلام
(کو) جن کا ابراہیم علیہ السلام کے اجداد میں سے ہونا مشہور ہے ان کو بھی ہم نے راہ حق کی
(ہدایت کی اور ان) ابراہیم علیہ السلام کی (اولاد) اور نسل (میں سے) خیر تک جتنے مذکور ہیں سب
کو راہ حق کی ہدایت کی تھی (داؤد) علیہ السلام (کو اور) ان کے صاحبزادہ (سلیمان) علیہ السلام
(کو اور ایوب) علیہ السلام (کو اور یوسف) علیہ السلام (کو اور موسیٰ) علیہ السلام (کو اور ہارون)
علیہ السلام (کو) راہ حق کی ہدایت کی۔ (اور) جب یہ ہدایت پر چلے تو ہم نے ان کو جزائے خیر
یعنی ثواب اور زیادہ قرب سے بھی نوازا۔ اور جس طرح نیک کاموں پر ان کو جزا دی (اسی طرح)
ہماری عادت ہے کہ (ہم نیک کام کرنے والوں کو) مناسب (جزا دیا کرتے ہیں اور نیز ہم نے
راہ حق کی ہدایت کی (زکریا) علیہ السلام (کو اور یحییٰ) علیہ السلام (کو اور عیسیٰ) علیہ السلام (کو اور
الیاس) علیہ السلام (کو) اور یہ (سب) حضرات (پورے) شائستہ لوگوں میں تھے۔ اور نیز (ہم نے
راہ حق کی ہدایت کی (اسماعیل) علیہ السلام (کو اور یسع) علیہ السلام (کو اور یونس) علیہ السلام (کو
اور لوط) علیہ السلام (کو اور) ان میں سے (ہر ایک کو) ان (زمانوں کے) تمام جہان والوں پر)
نبوت سے (ہم نے فضیلت دی۔ اور نیز ان) مذکورہ حضرات (کے کچھ باپ دادوں کو اور کچھ اولاد
کو اور کچھ بھائیوں کو) راہ حق کی ہم نے ہدایت کی (اور ہم نے ان) سب (کو مقبول بنایا)۔ اور
جس ہدایت کا اب تک ذکر ہوتا رہا ہے تو اس کے بارے میں سنو کہ (ہم نے ان) سب (کو
راہ راست) یعنی دین حق (کی ہدایت کی)۔ اور (یہی) دین (اللہ کی ہدایت ہے) جو وہ سب کو
عطا کرتا ہے نہیں (اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے) جس کا مدار یہ ہے کہ جس میں طلب صادق
پاتا ہے اسی کو (اس دین تک پہنچاتا ہے) اسی طرح اب جو لوگ موجود ہیں ان کو بھی دین کی راہ دکھا
دی ہے اور اس تک پہنچنا ان کی طلب صادق پر موقوف ہے۔ لیکن بعض لوگوں نے اس کے بجائے
شرک اختیار کر لیا (اور) شرک اس قدر ناپسند چیز ہے کہ غیر انبیاء تو کس شمار میں ہیں (اگر بالفرض
یہ حضرات) انبیاء (بھی) نعوذ باللہ (شرک کرتے تو جو کچھ یہ) نیک (اعمال کیا کرتے تھے ان سے
سب اکارت ہو جاتے)۔ آگے مسئلہ نبوت کی طرف اشارہ ہے کہ (یہ) جتنے حضرات مذکور ہوئے
(ایسے تھے کہ ہم نے ان) کے مجموعہ (کو کتاب) الٰہی (اور حکمت) کے علوم (اور نبوت عطا کی)
تو نبوت کوئی نئی اور عجیب بات نہیں ہے جو یہ کافر لوگ آپ کی نبوت کے منکر ہو رہے ہیں، کیونکہ

انبیاء کی مثالیں تو موجود ہیں (سو اگر) مثال موجود ہونے پر بھی (یہ لوگ) آپ کی (نبوت کا انکار کریں تو) آپ غم نہ کیجئے کیونکہ (ہم نے اس کے) ماننے کے (لئے ایسے بہت لوگ مقرر کر دیئے ہیں) یعنی مہاجرین و انصار (جو اس کے منکر نہیں ہیں) اور ہم جو غم نہ کرنے کو اور صبر کرنے کو کہتے ہیں تو وجہ یہ ہے کہ سب انبیاء نے ایسا ہی کیا ہے۔ چنانچہ (یہ حضرات) ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے (اس صبر کی) ہدایت کی تھی سو (اس بارے میں) آپ بھی ان ہی کے طریقہ (صبر) پر چلئے) اور آپ کو بھی اس کی ہدایت کی گئی ہے کیونکہ منکرین سے نہ آپ کا کوئی نفع نہ کوئی ضرر، جس کی وجہ سے غم اور بے صبری ہو۔ اور اس مضمون کے اظہار کے واسطے ان سے تبلیغ کے وقت (آپ) یہ بھی (کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس) تبلیغ قرآن (پر کچھ معاوضہ نہیں چاہتا) جس کے ملنے سے نفع اور نہ ملنے سے ضرر ہو بلکہ بے غرض نصیحت کرتا ہوں (یہ) قرآن (تو تمام جہان والوں کے واسطے صرف ایک نصیحت ہے) جس کو ماننے سے تمہارا ہی نفع ہے اور نہ ماننے سے تمہارا ہی نقصان ہے۔

ربط: آگے رسالت کا اثبات اور اس کے منکرین کی مذمت کا ذکر ہے جس کا سبب یہ ہوا کہ یہود نے کہا واللہ آسمان سے اللہ تعالیٰ نے کوئی کتاب نازل نہیں کی۔ اس کے ساتھ ہی وعید رسالت کے منکرین کو عذاب کی وعید بھی سنائی۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ۞ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۞ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ

الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا

اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى

اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا

فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ

وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَاۗءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰۗؤُا ۭ

لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝

ترجمہ: اور نہیں قدر پہچانی انہوں نے اللہ کی جس کی قدر کے برابر جب کہا انہوں نے (کہ) نہیں اتاری اللہ نے کسی انسان پر کوئی چیز۔ تو کہہ کس نے اتاری وہ کتاب لے کر آیا تھا جس کو موسیٰ اس حال میں کہ وہ روشنی تھی اور ہدایت تھی لوگوں کے واسطے۔ کرتے ہو جس کو (متفرق) اوراق میں، ظاہر کرتے ہو تم ان (میں سے بعض) کو اور چھپاتے ہو بہت کو۔ اور سکھائے گئے تم وہ کچھ جو نہ جانتے تھے تم اور نہ تمہارے باپ دادے۔ تو کہہ دے کہ اللہ نے (اتاری) پھر چھوڑ دے ان کو ان کے مشغلہ میں بے ہودگی کرتے رہیں۔ اور یہ (قرآن) کتاب ہے اتارا ہم نے اس کو، برکت والی ہے، تصدیق کرنے والی اس کی جو اس سے پہلے ہیں اور تاکہ (اس کے ذریعہ تو) ڈرائے مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو۔ اور جو یقین رکھتے ہیں آخرت پر وہ ایمان لاتے ہیں اس (قرآن) پر، اور وہ اپنی نماز پر محافظت کرتے ہیں۔ اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا کہے وحی کی گئی میری طرف حالانکہ نہیں وحی کی گئی اس کی طرف کچھ بھی اور جو کہے کہ میں بھی اتار دوں گا مثل اس کے جو اتارا اللہ نے۔ اور اگر تو دیکھے جس وقت کہ ظالم ہوں گے موت کی سختیوں میں اور فرشتے بڑھائے ہوئے ہوں گے اپنے ہاتھ کہ نکالو اپنی جانیں۔ آج تم بدلہ میں دیئے جاؤ گے عذاب ذلت کا اس سبب سے کہ تم کہتے تھے اللہ پر جھوٹی باتیں اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔ اور البتہ آگئے ہو تم ہمارے پاس اکیلے ہو کر جیسے پیدا کیا تھا ہم نے تم کو پہلی بار اور چھوڑ آئے تم جو کچھ (سامان) دیا تھا ہم نے تم کو پیچھے اپنی پیٹھ کے۔ اور نہیں ہم دیکھتے تمہارے ساتھ تمہارے سفارشیوں کو جن کو تم بتایا کرتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں (ہمارے) شریک

ہیں۔ البتہ منقطع ہو گیا (تعلق) تمہارے مابین اور جاتے رہے تم سے جو دعوے (کہ) تم
کیا کرتے تھے۔

تفسیر: (اور ان) منکر (لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی ویسی قدر نہ
پہچانی جب کہ) انہوں نے (یوں کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز) یعنی قرآن یا دوسری کوئی
کتاب (بھی نازل نہیں کی۔) یہ کہنا اس وجہ سے ناقدرشناسی ہے کہ اس سے مطلق نبوت کا انکار
لازم آتا ہے کیونکہ رسول اپنے اوپر کتاب الٰہی کے نازل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ تو اس کہنے سے کہ
اللہ نے کوئی کتاب نازل نہیں کی رسول کو اس کے دعوے میں جھوٹا کہتا ہے اور چونکہ جھوٹا دعویٰ
کرنے والا رسول اور نبی نہیں ہو سکتا لہٰذا اس طرح سے اس کی رسالت و نبوت کا انکار کیا۔ اور
نبوت کا منکر اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ماننا واجب ہے۔ پس اس میں قدر
شناسی جو واجب تھی کہ اللہ کی ذات و صفات کو پہچانتے اور مانتے اس میں خلل آیا۔ یہ تو تحقیقی جواب
تھا۔ اور الزامی جواب دینے کے لئے (آپ) ان سے (یہ کہئے کہ) یہ تو بتاؤ کہ (وہ کتاب کس نے
نازل کی ہے جس کو موسیٰ) علیہ السلام (لائے تھے) یعنی توریت جس کو تم بھی مانتے ہو (جس کی یہ
کیفیت ہے کہ وہ) خود (نور) کی طرح واضح (ہے اور) جس کی ہدایت کے لئے وہ آئی تھی ان
(لوگوں کے لئے وہ) اس وجہ سے کہ اس میں شرعی احکام کا ذکر (ہدایت ہے، جس کو تم نے) اپنی
نفسانی اغراض کے لئے (متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جن) میں سے جن اوراق کو چاہتے ہو جب
کہ ان میں تمہارے مطلب کے خلاف کوئی بات نہ ہو تو ان (کو ظاہر کر دیتے ہو اور بہت سے
ورقوں کو) جو اپنے مطلب کے خلاف ہیں (چھپا لیتے ہو اور) اس کتاب کی بدولت (تم کو بہت سی
ایسی باتیں تعلیم کی گئیں جن کو) اے بنی اسرائیل کتاب ملنے سے پہلے (نہ تم جانتے تھے اور نہ
تمہارے) قریب کے (بڑے) جانتے تھے۔ مطلب یہ کہ جس توریت کی یہ حالت ہے کہ
اس کو اول تو تم مانتے ہو۔ دوسرے نور و ہدایت ہونے کی وجہ سے ماننے کے قابل بھی ہے۔ تیسرے
ہر وقت تمہارے استعمال میں ہے اگرچہ وہ استعمال شرمناک ہے، لیکن اس کی وجہ سے انکار کی
گنجائش تو نہیں رہی، چوتھے تمہارے حق میں وہ بڑی نعمت اور احسان کی چیز ہے کہ اسی کی بدولت
عالم بنے بیٹھے ہو اس حیثیت سے بھی اس میں انکار کی گنجائش نہیں تو بتاؤ کہ اس کو کس نے نازل
کیا ہے۔ اور چونکہ اس سوال کا جواب ایسا متعین ہے کہ وہ لوگ بھی اس کے سوا کوئی جواب نہ
دیتے اس لئے خود ہی جواب دینے کے لئے حضور کو حکم ہے کہ (آپ) ہی (کہہ دیجئے کہ اللہ
تعالیٰ نے) توریت کو (نازل فرمایا ہے) اور اس سے ان کا دعویٰ کہ اللہ نے کسی انسان پر کچھ نازل

کا ذکر ہوا (موت کی) روحانی (سختیوں میں) گرفتار ہوں گے اور (موت کے) (فرشتے) جو ملک الموت کے مددگار ہیں ان کی روح نکالنے کے واسطے ان کی طرف (اپنے) ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے) اور ملک الموت کے ظاہر کرنے کو یوں کہتے جاتے ہوں گے کہ (ہاں) جلدی (اپنی) جانیں نکالو (کہاں بچاتے پھرتے تھے۔ دیکھو) آج (مرتے کے ساتھ ہی) (تم کو) ذلت کی سزا دی جائے گی جس میں جسمانی تکلیف بھی ہے اور روحانی ذلت بھی ہے (اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی) جھوٹی (باتیں بکتے تھے) جیسے وہ جھوٹی قسمیں جو اوپر ذکر ہوئیں (اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات جو ذریعہ ہدایت تھیں ان کے قبول کرنے) سے تکبر کرتے تھے) یہ کیفیت تو موت کے وقت ہو گی۔ (اور) جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے (کہ تم ہمارے پاس) یار و مددگار سے (تنہا تنہا) ہو کر (آ گئے) اور اسی حالت سے آئے (جس طرح ہم نے اول مرتبہ) دنیا میں (تم کو پیدا کیا تھا) کہ نہ بدن پر کپڑا نہ پاؤں میں جوتا اور جو کچھ ہم نے تم کو) دنیا میں مال و سامان (دیا تھا) جس پر تم پھولے بیٹھے تھے (اس کو اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے) ساتھ کچھ نہ لائے مطلب یہ ہے کہ مال و دولت کے بھروسے پر نہ رہنا۔ یہ سب یہاں کی یہیں رہ جائے گا (اور) تم جن کو اپنے باطل معبودوں کی شفاعت کا بھروسہ تھا سو (کیا ہوئے تمہارے ہمراہ) اس وقت (تمہارے ان شفاعت کرنے والوں کو نہیں دیکھتے) جس سے ثابت ہوا کہ واقع میں بھی وہ تمہارے ساتھ نہیں ہیں (ان کی نسبت تم دعویٰ رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں ہمارے) شریک ہیں (اور اسی لئے عبادت کے ہر کام میں ہمارے ساتھ تم ان کو بھی شریک کرتے تھے (واقعی تمہارے) اور ان کے (آپس میں تو قطع تعلق ہو گیا) کہ نہ تم ان سے خوش ہو اور نہ وہ تم سے بیزار ہیں تو وہ شفاعت کیا کریں گے (اور وہ تمہارا دعویٰ) جو مذکور ہوا (سب تم سے گیا گزرا ہوا) کچھ کام کا نہ نکلا تو اب پوری پوری مصیبت پڑے گی۔

فائدہ: 1 غمرات میں روحانی کی قید اس لئے لگائی کہ علامت نزع کی جسمانی شدت نہ کفار کو لازم ہے اور نہ ان کے خواص میں سے ہے

2۔ فرشتوں کا اخرجوا کہنا کچھ حقیقت طلب کے لئے نہیں بلکہ ایک مثال ہے جیسے کوئی شخص کسی کی چیز لے کر بھاگ جائے اور اس کو چھپائے پھرتا ہے پھر مالک یا اس کا کوئی آدمی اس کو پکڑ کر اس کی جیبوں میں سے خود نکالتا جاتا ہے اور کہتا جاتا ہے کہ ہاں یہاں سے نکال یہاں سے نکال۔ اس سے مقصود صرف اظہار شدت ہوتا ہے۔

3۔ اہل محشر کے برہنہ پا اور برہنہ بدن ہونے کا ذکر صحیح حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔

ربط: آگے توحید و رسالت کے اثبات کے لئے اللہ تعالیٰ کے افعال، صفات اور مظاہر قدرت کو بیان کرتے ہیں جن سے خدا کے وجود، وحدانیت اور کامل الصفات ہونے پر استدلال تو واضح ہے لیکن انہی سے رسالت پر بھی اس طور سے استدلال ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہماری دنیوی زندگی اور مادی حوائج کے انتظام کے لئے اس قدر اسباب مہیا فرمائے ہیں تو یقیناً اس نے ہماری اخروی زندگی اور روحانی ضروریات کے پورا ہونے کا انتظام بھی ضرور کیا ہوگا۔ یہی انتظام نبوت و رسالت کی صورت میں ہے۔

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ

الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ

ذَٰلِكُمُ اللَّهُ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿۹۶﴾ وَهُوَ

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ

نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ

يَفْقَهُونَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ

كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَ

مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ

وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ انْظُرُوا إِلَىٰ ثَمَرِهِ

إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۹۹﴾

ترجمہ: بے شک اللہ پھاڑنے والا ہے دانہ کو اور گٹھلی کو۔ نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالنے والا ہے مردہ کو زندہ سے۔ یہ ہے اللہ پھر کدھر بہکے جاتے ہو۔ پھاڑنے والا ہے صبح کی روشنی کا اور اس نے بنائی رات آرام کے لئے اور (بنا کے رکھا ہے) سورج اور چاند کو حساب سے۔ یہ اندازہ ٹھہرایا ہے زبردست خبردار کا۔ اور وہی ہے جس نے بنا دیئے

تمہارے واسطے تارے بنائے کہ تم راستہ معلوم کرو ان کے ذریعہ اندھیروں میں جنگل کے اور
دریا کے۔ بے شک کھول (کر بیان کر) دیئے ہم نے دلائل ان لوگوں کے لئے جو جانتے
ہیں۔ اور وہی ہے جس نے پیدا کیا تم سب کو ایک جان سے پھر ایک تو (تمہارا) ٹھکانا ہے
اور ایک جائے امانت ہے بے شک کھول (کر بیان کر) دیئے ہم نے دلائل ان لوگوں کے
لئے جو سمجھتے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے اتارا آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے اس سے
اگنے والی ہر چیز پھر نکالی ہم نے اس میں سے سبز کھیتی نکالتے ہیں ہم اس میں سے دانے ایک
دوسرے پر چڑھے ہوئے اور کھجور کے گچھے میں سے پھل کے گچھے جھکے ہوئے اور (پانی
سے نکالے) باغات انگور کے اور زیتون (کے درخت) کو اور انار (کے درخت) کو آپس
میں ملتے جلتے اور غیر ملتے جلتے بھی۔ دیکھو ہر ایک (درخت کے) پھل کو جب وہ پھل لاتا
ہے اور اس کے پکنے کو ان چیزوں میں نشانیاں ہیں واسطے ان لوگوں کے جو ایمان رکھتے
ہیں۔

تفسیر: (بے شک اللہ تعالیٰ پھوڑنے والا ہے دانہ کو اور گٹھلیوں کو) یعنی زمین میں دبانے
کے بعد دانہ اور گٹھلی کا پھوٹنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ (وہ جاندار) چیز (کو بے جان) چیز (سے
نکالتا ہے) جیسے انڈے سے مرغی کو پیدا کرتا ہے (اور وہ بے جان) چیز (کو جاندار) چیز (سے
نکالنے والا ہے) جیسے مرغی کے پیٹ سے انڈے کو۔ (اللہ یہ ہے) جس کی ایسی قدرت ہے (سو
تم) اس کی عبادت چھوڑ کر (کہاں) غیر اللہ کی عبادت کی طرف (الٹے چلے جا رہے ہو۔ وہ اللہ
تعالیٰ (صبح) صادق (کا) رات میں سے (نکالنے والا ہے) یعنی اسی کے حکم سے رات ختم ہوتی
ہے اور صبح صادق ظاہر ہوتی ہے (اور اس نے رات کو راحت کی چیز بنایا ہے) کہ سب تھکے ہارے
سو کر آرام پاتے ہیں (اور سورج اور چاند) کی رفتار (کو حساب سے رکھا ہے) یعنی ان کی رفتار
منضبط ہے جس سے اوقات کے انضباط میں سہولت ہو۔ (یہ) یعنی حساب سے ان کی رفتار ہونا ایسی
بات ہے جو ایسی ذات کی (ٹھہرائی ہوئی ہے) جو کہ (قادر) مطلق (ہے) کہ اس طرح کی حرکت
پر رکھنے پر اس کو قدرت ہے اور (بڑے علم والا ہے) کہ اس رفتار کی مصلحتیں اور حکمتیں جانتا تھا
اس نے اس لائق حساب پر ان کو ٹھہرا دیا (اور وہ) اللہ (ایسا ہے جس نے تمہارے) فائدے کے
(لئے ستاروں کو پیدا کیا) جو یہ ہے (کہ تم ان کے ذریعے سے) رات کے (اندھیروں میں) خشکی
میں بھی اور دریا میں بھی راستہ معلوم کر سکو۔ بے شک ہم نے) توحید و احکام کے یہ (دلائل خوب کھول
کھول کر بیان کر دیئے ہیں) اور گو یہ دلائل پیغمبر کے سب کو عام ہیں لیکن نفع (ان) ہی (لوگوں کے لئے)

يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُن لَّهُ صَاحِبَةٌ ۖ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ لَّا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ

ترجمہ: اور ٹھہرایا ہے انہوں نے اللہ کے شریک جنوں کو حالانکہ اللہ نے پیدا کیا ہے ان کو، اور تراش لیے ہیں انہوں نے اس کے واسطے بیٹے اور بیٹیاں بغیر علم کے۔ پاک ہے وہ اور بہت بلند ہے ان باتوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ نئی طرح پر بنانے والا آسمانوں کا اور زمین کا۔ کیسے ہو سکتی ہے اس کے لئے اولاد حالانکہ نہیں ہے اس کی کوئی بیوی۔ اور اس نے بنائی ہر چیز اور وہ ہر چیز سے واقف ہے۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے، نہیں ہے کوئی لائق عبادت سوا اس کے، پیدا کرنے والا ہر چیز کا سو تم عبادت کرو اس کی اور وہ ہر چیز پر کارساز ہے۔ نہیں پا سکتیں اس کو آنکھیں اور وہ پا سکتا ہے آنکھوں کو اور وہی ہے نہایت لطیف خبردار ہے۔

تفسیر: (اور) مشرک (لوگوں نے) اپنے اعتقاد میں (شیاطین کو) اپنے (اللہ کا) ان کے صفات خاصہ یعنی ذی ذکر ہونے (شریک قرار دے رکھا ہے) کہ ان کے بہکانے سے شرک کرتے ہیں اور خدا کے مقابلہ میں ان کے کہنے پر چلتے ہیں (حالانکہ ان لوگوں کو) خود ان کے اقرار کے موافق بھی (خدا) ہی (نے پیدا کیا ہے) جب خالق کوئی اور نہیں تو معبود بھی کوئی اور نہ ہونا چاہئے۔ (اور ان) مشرکین میں سے بعض (لوگوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں) اپنے اعتقاد میں (محض بلا دلیل تراش رکھی ہیں) جیسے نصاریٰ حضرت مسیح کو اور بعض یہود حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا اور مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے (وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جن کو یہ لوگ) خدا تعالیٰ کی شان میں (بیان کرتے ہیں) یعنی یہ کہ اس کا کوئی شریک ہے یا اس کی کوئی اولاد ہے (وہ آسمانوں اور زمینوں کا موجد) یعنی عدم سے وجود میں لانے والا (ہے) اور دوسرا کوئی موجد نہیں، پس معبود بھی کوئی اور نہ ہوگا، پس شرک کی نفی ہوئی۔ اور اولاد کی نفی کی وجہ یہ کہ اولاد کی حقیقت یہ ہے کہ میاں بیوی ہوں اور ان دونوں کی مقاربت ہو اور اس سے تیسری چیز پیدا ہو۔ تو (اللہ کے اولاد کہاں ہو سکتی ہے حالانکہ اس کی کوئی بیوی تو ہے

نہیں، اور اللہ تعالیٰ نے) جیسا ان لوگوں کو پیدا کیا (خَلَقَهُمْ اور زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی طرح اس نے (ہر چیز کو پیدا کیا، اور) جس طرح وہ خالقیت میں یکتا ہے، اسی طرح اس صفت میں بھی یکتا ہے کہ (وہ) ازل سے ابد تک کی (ہر چیز کو خوب جانتا ہے) اور اس وصف میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور تخلیق چونکہ علم کے بغیر ہو نہیں سکتی، اس سے بھی ثابت ہوا کہ اور کوئی خالق نہیں۔ (یہ) ذات جس کی کمال درجے کی یہ صفات بیان کی گئی ہیں یہ (ہے اللہ تمہارا رب، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا) ہے جیسا اوپر بیان ہوا۔ جب یہ صفات صرف اللہ ہی میں ہیں (تو تم لوگ اس) ہی (کی عبادت کرو اور) پھر یہ کہ (وہ) ہی (ہر چیز کا کارساز) حقیقی (ہے) دوسرا کوئی کارساز بھی نہیں پس اس کی عبادت کرو گے تو وہی تم کو حقیقی نفع پہنچانے کا کوئی دوسرا کیا دے سکتا ہے۔ غرض خالق بھی وہی، علیم بھی وہی، وکیل بھی وہی، اور یہ سب امور اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ معبود بھی وہی ہو۔

اور اس کے علیم ہونے کی اور اس میں منفرد ہونے کی یہ کیفیت ہے کہ (اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی) دنیا میں تو اس طرح کہ کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا، جیسا کہ شرعی دلائل سے ثابت ہے۔ اور آخرت میں اس طرح کہ اہل جنت گو دیکھیں گے جیسا کہ یہ بھی شرعی دلائل سے ثابت ہے لیکن پورا احاطہ وہاں بھی محال ہوگا اور اتنی بات عقل سے سمجھ سکتے ہیں کہ جب آخرت میں آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود اس کا پورا احاطہ محال ہوگا تو اس کی باطنی حقیقت جو کہ اور بھی زیادہ پوشیدہ ہے اس کو محض عقل سے پہچاننا اور بھی محال ہے کیونکہ عقل سے تو خطا کا زیادہ احتمال ہوتا ہے (اور وہ) یعنی اللہ تعالیٰ (سب نگاہوں کو) جو کہ اس کے احاطہ سے عاجز ہیں لازماً (محیط ہو جاتا ہے) اسی طرح اور چیزوں کو بھی اپنے علم سے محیط ہے وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (اور) اس بات سے کہ وہ سب کو محیط ہے اور اس کو کوئی محیط نہیں لازم) آ گیا کہ (وہی بڑا باریک بین، باخبر ہے) اور کوئی دوسرا نہیں، اور یہ وہ کمال علم ہے جس میں اللہ تعالیٰ یکتا ہے۔

فائدہ: کلام کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شے خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو اس کا احاطہ کسی دیکھنے والے کی آنکھ سے خواہ وہ دیکھنے والا کتنا ہی چھوٹا اور حقیر کیوں نہ ہو محال نہیں ہے۔ البتہ حق تعالیٰ کا دنیا میں دیکھا جانا اگرچہ فی ذاتہ ممکن ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست رَبِّ اَرِنِیْ سے ظاہر ہے لیکن شرعاً یہ ممکن نہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے جواب لَنْ تَرٰىنِیْ یعنی تم مجھے دنیا میں ہرگز نہیں دیکھ سکتے سے ظاہر ہے البتہ آخرت میں ممکن ہے اور ہوگا بھی لیکن پورا احاطہ وہاں بھی نہ ہوگا اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے خواص میں سے ہے۔

ربط: آگے اس کا بیان ہے کہ آپ کے ذمہ رسالت کی حیثیت سے صرف ان مضامین کی تبلیغ اور عبدیت کے اعتبار سے خود عمل پر استقامت ہے توحید و رسالت کے منکرین سے فکر و غم میں پڑنا نہیں۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ وَمَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ وَلِیَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَیِّنَهٗ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: بلاشبہ آ چکیں تمہارے پاس نشانیاں تمہارے رب کی طرف سے، پھر جس نے دیکھ لیا سو اپنے واسطے، اور جو اندھا رہا سو اپنے نقصان کو، اور نہیں ہوں میں تم پر نگہبان۔ اور یوں طرح طرح سے ہم پھیرتے (اور سمجھاتے) ہیں آیتیں اور تاکہ وہ کہیں کہ تو نے (کسی سے) پڑھا ہے، اور تاکہ ہم واضح کر دیں اس کو ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں۔ تو چل اس راستہ پر جو وحی کیا گیا ہے تیری طرف تیرے رب کی جانب سے، نہیں کوئی لائق عبادت سوا اس کے اور منہ پھیر لے مشرکوں سے۔ اور اگر چاہتا اللہ (تو) نہ شرک کرتے وہ لوگ، نہیں بنایا ہم نے تجھ کو ان پر نگہبان اور نہیں ہے تو ان پر داروغہ۔

تفسیر: آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ (اب بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع) یعنی توحید و رسالت کے حق ہونے کے عقلی و نقلی دلائل (پہنچ چکے ہیں سو جو شخص) ان کے ذریعے سے حق کو (دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا، اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا اور میں تمہارا) یعنی تمہارے اعمال کا (نگران نہیں ہوں) یعنی جیسا نگرانی کرنے والے کے ذمہ ہوتا ہے کہ ناشائستہ حرکت نہ کرنے دے، یہ میرے ذمہ نہیں، میرا کام صرف تبلیغ ہے (اور) دیکھئے (ہم اسی) طرح (طور پر دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں تاکہ آپ سب کو پہنچا دیں، اور تاکہ یہ) منکرین تعصب سے (یوں کہیں کہ آپ نے کسی سے ان مضامین کو پڑھ لیا ہے) مطلب یہ کہ اس طرح کہنے سے ان پر اور زیادہ الزام ہو کہ ہم تو اس طرح واضح کر کے حق کو ثابت کرتے تھے اور تم پھر بھی بہانے تراشتے تھے (اور تاکہ ہم اس) قرآن کے

مضامین (کو دانشمندوں کے لئے خوب ظاہر کر دیں) یعنی قرآن کے نازل کرنے کے تین فائدے ہیں، ایک یہ کہ آپ کو تبلیغ کا اجر ملے، دوسرے یہ کہ منکرین پر زیادہ حجت قائم ہو، تیسرے یہ کہ دانشمندوں اور طالبان حق کے سامنے حق ظاہر ہو جائے پس (آپ) یہ نہ دیکھئے کہ کون مانتا ہے اور کون نہیں مانتا (خود اس طریق پر چلتے رہئے جس) پر چلنے (کی وحی) آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس آئی ہے) اور اس طریق میں بڑی چیز یہ اعتقاد ہے کہ (اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور) اس طریقہ میں یہ بھی داخل ہے کہ اس پر قائم رہ کر (مشرکین کی طرف خیال نہ کیجئے) کہ افسوس! انہوں نے قبول کیوں نہ کیا۔ (اور) خیال نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ (اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے) لیکن ان لوگوں کی بدعنوانیوں سے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ ان کو سزا دیں، اس لئے ایسا ہی سامان جمع کر دیا، پھر ان کو آپ کیا مسلمان بنا سکتے ہیں (اور) آپ اس فکر میں پڑیں ہی کیوں (ہم نے آپ کو ان) کے اعمال (کا نگران نہیں بنایا اور نہ آپ) ان اعمال پر عذاب دینے کے ہماری طرف سے (مختار ہیں) پس جب آپ کے متعلق نہ ان کے جرائم کی تفتیش ہے اور نہ ان کی سزا کا حکم ہے پھر آپ کو کیوں تشویش ہے۔

ربط: اوپر تبلیغ کی بات ذکر ہوئی تو اس کی مناسبت سے تبلیغ دین کا ایک ضابطہ بتایا اور وہ یہ کہ غیر قوم سے مناظرہ کرنا جزء تبلیغ ہے لیکن ان کے بڑوں کے بارے میں کلام گوئی اور دل خراش الفاظ کہنا ممنوع ہے کہ وہ جواب میں ہمارے معبود یا رسول یا قابل تعظیم لوگوں کی شان میں گستاخی کریں گے تو گویا اس کے باعث ہم ہوں گے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۰۸﴾

ترجمہ: اور نہ تم برا کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو حد سے گزر کر بغیر علم کے۔ اسی طرح مزین کر دیا ہم نے ہر ایک فرقہ کی نظر میں ان کے عمل کو، پھر ان کے رب کی طرف ان کا لوٹنا ہے تب وہ جتلا دے گا ان کو جو کچھ وہ کرتے تھے۔

تفسیر: (اور مت برا کہو ان) معبودان باطلہ (کو جن کی یہ) مشرک (لوگ خدا) کی توحید (کو چھوڑ کر) عبادت کرتے ہیں۔ کیونکہ) تمہارے ایسا کرنے سے (پھر وہ جہالت کی وجہ سے حد سے گذر کر) یعنی غصہ میں آکر (اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے)۔ اور اس کا تعجب نہ کیا

جائے کہ ایسی گستاخی کرنے والوں کو سب کے ساتھ سزا کیوں نہیں مل جاتی کیونکہ (ہم نے) دنیا میں تو (اسی طرح) جیسا ہو رہا ہے (ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل) بھلا ہو یا برا ہو (مرغوب بنا رکھا ہے) یعنی یہ تکوینی حالت ہوئی فطرت کی وجہ سے ہے کہ ہر ایک اپنے طریقے کو پسند کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ عالم اصل میں ابتلاء و امتحان کا ہے، پس اس میں سزا ضروری نہیں (پھر) البتہ اپنے وقت پر (اپنے رب ہی کے پاس ان (سب) کو جانا ہے، سو) اس وقت (وہ ان کو جتلا دے گا جو کچھ بھی وہ) دنیا میں (کیا کرتے تھے) اور مجرموں کو سزا دیدے گا۔

فائدہ: 1 بتوں کو برا کہنا بذات خود مباح ہے مگر جب یہ کسی حرام کام مثلاً اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گستاخی کا سبب بن جائے تو یہ بھی منع اور قبیح ہو جائے گا۔ اس سے شریعت کا یہ قاعدہ حاصل ہوا کہ مباح جب حرام کا سبب بن جائے تو وہ خود حرام ہو جاتا ہے۔

قرآن پاک کی آیات میں جو مضامین توحید و رسالت کے اثبات اور کفر و شرک کے ابطال کے ہیں بعض اوقات کفار ان پر بھی اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی تکذیب میں کلمات کہا کرتے تھے لیکن ان مضامین کا بیان کرنا منع نہیں ہوا۔ فرق کی وجہ یہ ہے کہ ان مضامین کو بیان کرنا واجب ہے۔ واجب بات پر اگر کچھ مفاسد مرتب ہو جائیں تو اس واجب کو ترک نہیں کریں گے (یہ دوسرا قاعدہ ثابت ہوا) جب کہ بتوں کو برا کہنا محض امر مباح ہے واجب نہیں ہے ایسے پر جب مفاسد مرتب ہوں تو اس مباح کو ترک کرنا واجب ہوگا۔

2- قرآن پاک کی بعض آیات میں جو معبودان باطل کی تحقیر مذکور ہے وہ کلام مخلوق کے قصد سے نہیں بلکہ مناظرہ میں تحقیق اور توجہ دلانے کی غرض سے ہے۔

ربط- تبلیغ کی بات چلی تو پچھلی آیت میں اس کے بارے میں ایک ضابطہ بتایا۔ تبلیغ کی جائے تو بہت دفعہ کافر بار بار نشانیاں مانگتے تھے اور قسمیں کھاتے تھے کہ ہماری مطلوبہ نشانی پوری کر دی جائے تو ایمان لے آئیں گے۔ اس پر بعض مسلمانوں کو بھی یہ خیال ہوتا کہ اچھا ہو اگر ان کی یہ بات بھی پوری کر دی جائے۔ اس پر فرمایا۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ
بِهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ
يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۝

ترجمہ: اور قسم کھائی اللہ کی اپنی قسموں کے زور سے ساتھ کہ اگر آئے ان کے پاس کوئی نشانی تو ضرور ایمان لائیں گے اس پر، تو کہہ دے کہ نشانیاں تو صرف اللہ کے پاس ہیں اور تم کو (اے مسلمانو) کیا خبر ہے کہ وہ نشانیاں جب آ جائیں تو نہ ایمان لائیں گے یہ لوگ۔ اور ہم الٹ دیں گے ان کے دل اور ان کی آنکھیں جیسے نہیں ایمان لائے اس (قرآن) پر پہلی بار اور ہم چھوڑے رکھیں گے ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکتے ہیں۔ اور اگر ہم اتارتے ان پر فرشتے اور باتیں کرتے ان سے مردے اور جمع کر دیتے ہم ان کے پاس ہر چیز کو (ان کے) سامنے تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے مگر یہ کہ چاہے اللہ لیکن ان میں اکثر جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔

تفسیر: (اور ان) منکر (لوگوں نے قسموں میں بڑا زور لگا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے) مخبر نبی کے (پاس ان کی فرمائشی نشانیوں میں سے (کوئی نشانی) ظہور میں (آ جائے تو وہ ضرور اس) نشانی (پر ایمان لے آئیں گے) اور نشانی ظاہر کرنے والے کی نبوت کو مان لیں گے۔ (آپ) جواب میں (کہہ دیجئے کہ نشانیاں سب خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں) وہ ان میں جس طرح چاہے تصرف فرمائے دوسرے کو دخل دینا اور فرمائش کرنا بے جا ہے، کیونکہ اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں کہ کس کا ظاہر ہونا حکمت ہے اور کس کا ظاہر نہ ہونا حکمت ہے البتہ رسول کی بعثت کے وقت مطلق کسی نشانی کو ظاہر کر دینا اس میں حکمت یقینی ہے، کیونکہ وہ اس رسول کی رسالت کی دلیل ہوتی ہے سو اللہ تعالیٰ رسالت محمدیہ کی حقانیت پر بہت سی نشانیاں ظاہر فرما چکے ہیں جو کہ دلالت کے لئے کافی ہیں، بس یہ ان کی فرمائش کا جواب ہو گیا (اور) چونکہ مسلمانوں کے دل میں خیال آتا کہ اچھا ہے اگر یہ نشانیاں ظاہر ہو جائیں شاید یہ لوگ ایمان لے آئیں ان کو خطاب فرماتے ہیں کہ (تم کو اس کی کیا خبر) بلکہ ہم کو خبر ہے کہ (وہ) فرمائشی (نشانیاں جس وقت) ظہور میں (آ جائیں گی یہ لوگ) عادت سے (تب بھی ایمان نہ لائیں گے اور) اس کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے (ہم بھی ان کے دلوں کو) حق طلبی سے قاصر (اور ان کی نگاہوں کو) حق بینی کی نظر سے (پھیر دیں گے) اور ان کو یہ ایمان نہ لانا ایسا ہے (جیسا یہ لوگ اس) قرآن (پر) کہ عظیم معجزہ ہے (پہلی دفعہ) جب کہ وہ آیا (ایمان نہیں لائے) ۔

اب ایمان نہ لانے کو بعید مت سمجھو (اور) نگاہوں کو پھیرنے کا ظاہری مطلب مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ (ہم ان کو ان کی سرکشی) و کفر (میں حیران) سرگرداں (رہنے دیں گے) اور ان کو ایمان کی توفیق نہ ہوگی (اور) ان کے عناد کی تو یہ کیفیت ہے کہ (اگر ہم) ایک فرمائشی نشانی کیا کئی اور بڑی بڑی فرمائشی نشانیاں بھی ظاہر کر دیتے مثلاً یہ کہ (ان کے پاس فرشتوں کو بھیج دیتے) جیسا وہ کہتے ہیں لولا انزل علینا الملائکۃ (اور ان سے مردے) زندہ ہو کر (باتیں کرنے لگتے) جیسا وہ کہتے ہیں فاتوا بآبائنا (اور) یہ تو صرف اسی طرح کے چند مطالبے کرتے ہیں لیکن اگر (ہم) انہی پر اکتفا نہ کرتے بلکہ (تمام موجودات) غیبیہ (کو) جس میں جنت و دوزخ سب ہی کچھ آ گیا (ان کے پاس ان کی آنکھوں کے روبرو لا کر جمع کر دیتے) کہ سب کو کھلا دیکھ لیتے (تب بھی یہ لوگ ہرگز ایمان نہ لاتے ہاں اگر خدا ہی چاہے) اور ان کی تقدیر بدل دے (تو اور بات ہے) لیکن جب ان کے عناد و شرارت کی یہ کیفیت ہے اور خود بھی وہ اس کو جانتے ہیں کہ ہماری نیت اس وقت بھی ایمان لانے کی نہیں تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ نشانیوں کی فرمائش نہ کرتے کہ محض بیکار ہے (لیکن ان میں زیادہ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں) کہ ایمان لانے کا تو قصد نہیں خواہ مخواہ فرمائشیں کرتے ہیں جن کی جہالت ہونا ظاہر ہے۔

ربط: اور کافروں اور دشمنوں کی ہٹ دھرمی اور تعنت کرنا کوئی نئی بات نہیں بلکہ ہر پیغمبر کے مقابلہ میں شیطانی قوتیں کام کرتی رہی ہیں لیکن خود یہ اور ان کی حرکتیں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں ہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا
شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ
الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا
يَفْتَرُوْنَ ۝ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـــِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ۝

ترجمہ: اور اسی طرح کر دیا ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن شیطان آدمیوں کو اور (شیطان) جنوں کو، وسوسہ ڈالتے ہیں ان کے بعض دوسرے کی طرف ملمع کی ہوئی بات فریب دینے کے لئے اور اگر چاہتا تیرا رب تو نہ کرتے وہ لوگ یہ کام سو تو چھوڑ دے ان کو اور ان کو جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں۔ اور اس لئے کہ مائل ہوں اس (ملمع کی ہوئی بات) کی

بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿١١٤﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا
وَعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١١٥﴾ وَإِنْ
تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنْ
يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿١١٦﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ
أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١١٧﴾

ترجمہ: کیا پس اللہ کے غیر کو میں تلاش کروں فیصلہ کرنے والا، حالانکہ اسی نے اتاری ہے تمہاری طرف (کامل) کتاب واضح کی ہوئی۔ اور وہ لوگ وہی ہم نے جن کو کتاب دی جانتے ہیں کہ یہ نازل کی ہوئی ہے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ سو مت ہو تو شک کرنے والوں میں سے۔ اور تام (مکمل) ہو گئی بات تیرے رب کی سچائی اور اعتدال میں۔ نہیں کوئی بدلنے والا اس کی باتوں کو اور وہی ہے سننے والا جاننے والا۔ اور اگر تو کہنا مانے گا اکثر ان لوگوں کا جو زمین میں ہیں تو وہ بہکا دیں گے تجھ کو اللہ کی راہ سے۔ نہیں وہ پیروی کرتے مگر (اپنے) خیال کی۔ اور نہیں وہ سب مگر اٹکل دوڑاتے ہیں۔ بے شک تیرا رب ہی خوب جاننے والا ہے اس کو جو بھٹکتا ہے اس کی راہ سے اور وہی خوب جاننے والا ہے ان کو جو ہدایت یافتہ ہیں۔

تفسیر: آپ کہہ دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو رسالت کے مقدمہ میں اختلاف ہے کہ میں بحکم سرکاری اس کا مدعی ہوں اور تم منکر ہو اور یہ مقدمہ احکم الحاکمین کے اجلاس سے میرے حق میں اس طرح طے اور فیصل ہو چکا ہے کہ میرے اس دعوے پر کافی ثبوت اور دلیل جو کہ قرآن ہے خود قائم فرما دیا ہے اور تم پھر بھی نہیں مانتے (تو کیا) تم یہ چاہتے ہو کہ میں اس خدائی فیصلہ کو کافی نہ قرار دوں اور (اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں، حالانکہ وہ ایسا) کامل فیصلہ کر چکا (ہے کہ اس نے ایک کتاب) جو اپنے معجز ہونے میں (کامل) ہے (تمہارے پاس بھیج دی ہے) اور وہ اپنے معجز ہونے کی وجہ سے میری نبوت پر کافی دلیل ہے۔ قرآن کے دو کمال تو یہ ذکر ہوئے یعنی معجز ہونا اور نبوت پر کافی دلیل ہونا۔ ان کے علاوہ بھی اس میں کمال کے اوصاف ہیں مثلاً وہ ہدایت و تعلیم کے مقاصد کے لئے بھی کافی ہے لہٰذا (اس) کے کمال (کی) تیسری (حالت یہ ہے کہ اس کے مضامین) جو دین کے باب میں اہم ہیں (خوب صاف صاف بیان کئے گئے ہیں اور) اس کا چوتھا

کمال یہ ہے کہ سابقہ کتب میں اس کی خبر دی گئی ہے جو اس کے عظیم الشان ہونے کی علامت ہے
چنانچہ (جن لوگوں کو ہم نے کتاب) یعنی تورات و انجیل (دی ہے وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے
کہ یہ) قرآن (آپ کے رب کی طرف سے واقعیت کے ساتھ بھیجا گیا ہے) اس کو جانتے تو سب
ہیں، پھر بھی جن میں حق گوئی کی صفت تھی انہوں نے ظاہر بھی کر دیا اور جو معاند تھے وہ ظاہر نہ کرتے
تھے (سو آپ شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں اور) قرآن کا پانچواں وصف کمال یہ ہے کہ (آپ کے
رب کا) یہ (کلام واقعیت اور اعتدال کے اعتبار سے) بھی (کامل ہے) یعنی علوم و عقائد میں واقعیت
اور ظاہری اور باطنی اعمال میں اعتدال لئے ہوئے ہے، اور اس کا چھٹا وصف کمال یہ ہے کہ (اللہ کے)
اس (کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں) یعنی کسی کی تحریف و تغیر سے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرنے والا ہے
(اور) اتنی کمال ہستی کے باوجود جو لوگ اپنے دل و زبان سے اس کی تکذیب کرتے ہیں تو وہ جان
لیں کہ (وہ) یعنی اللہ تعالیٰ ان کے اقوال کو (خوب سن رہے ہیں) اور ان کے عقائد کو (خوب جان
رہے ہیں) اپنے وقت پر ان کو کافی سزا دیں گے (اور) دلائل کے واضح ہونے کے باوجود (دنیا میں
زیادہ لوگ ایسے) منکر اور گمراہ ہی (ہیں کہ اگر) بالفرض (آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی
راہ) راست (سے بے راہ کر دیں) کیونکہ وہ خود گمراہ ہیں چنانچہ عقائد میں (وہ محض بے اصل خیالات
پر چلتے ہیں اور) اقوال میں (بالکل اٹکل باتیں کرتے ہیں) اور ان کے مقابلہ میں بعض بندگان خدا راہ
پر بھی ہیں اور (بالیقین آپ کا رب ان کو) بھی (خوب جانتا ہے جو اس کی) بتائی ہوئی (راہ) راست
(سے بے راہ ہو جاتے ہیں اور وہ) ہی (ان کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی) بتائی ہوئی (راہ پر چلتے
ہیں) ایسی گمراہوں کو سزا ملے گی اور راہ والوں کو انعام و اکرام ہوگا۔

ربط: اوپر وان تطع کے الفاظ میں گمراہ لوگوں کے اتباع سے مطلق منع فرمایا تھا آگے ایک
خاص واقعہ کے پیش آ جانے کی وجہ سے اس خاص امر میں اتباع کرنے سے منع فرماتے ہیں، وہ خاص
واقعہ مذبوح وغیر مذبوح کی حلت کا ہے، واقعہ یہ ہے کہ کفار نے مسلمانوں کو شبہ میں ڈالنا چاہا کہ اللہ
کے مارے ہوئے جانور کو تو کھاتے نہیں ہو اور اپنے مارے ہوئے یعنی ذبیحہ کو کھاتے ہو، بعض
مسلمانوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں یہ شبہ نقل کیا، اس پر یہ آیتیں نازل ہو گئیں، جواب کا حاصل
یہ ہے کہ تم مسلمان ہو اللہ کے احکام کا التزام کئے ہوئے ہو، اور اللہ تعالیٰ نے حلال و حرام کی تفصیل بتا
دی ہے، بس اسی پر چلتے رہو، حلال پر حرام ہونے کا اور حرام پر حلال ہونے کا شبہ مت کرو اور مشرکین
کے وساوس کی طرف التفات نہ کرو اور اس جواب کی تحقیق یہ ہے کہ اصول و ضوابط کے ثبوت کے
لئے عقلی دلائل درکار ہوتے ہیں، ان کے ثابت ہو جانے کے بعد اعمال و فروع میں صرف نقلی دلائل

مت کھاؤ تم اس جانور میں سے کہ نہیں لیا گیا نام اللہ کا اس پر اور بے شک یہ کھانا گناہ ہے۔
اور بلاشبہ شیطان (دل میں) ڈالتے ہیں اپنے دوستوں کی طرف تاکہ وہ جھگڑا کریں تم سے۔
اور اگر اطاعت کرنے لگو تم ان کی تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ۔

تفسیر اوپر کفار کی اتباع کا جو قابل مذمت ہونا معلوم ہو گیا (سو جس) حلال (جانور پر) ذبح کے وقت (اللہ کا نام) بالتخصیص (لیا جائے اس میں سے) بے تکلف (کھاؤ) اور اس کو مباح و حلال سمجھو (اگر تم اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو) کیونکہ حلال کو حرام سمجھنا خلاف ایمان ہے (اور تم کو) تمہارے عقیدے کی (کون سی بات اس کا باعث ہو سکتی ہے کہ تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر) ذبح کے وقت (اللہ کا نام) بالتخصیص (لیا گیا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے) دوسری آیت میں (ان سب جانوروں کی تفصیل بتلا دی ہے جن کو تم پر حرام کیا ہے) اور ان جانوروں کی تفصیل میں وہ شامل نہیں ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو تم اس کو حرام کیوں سمجھتے ہو اور اس کے کھانے سے کیوں اجتناب کرتے ہو۔ ہاں جس کو حرام بتایا ہے اس سے بچو (مگر وہ بھی جب تم کو سخت ضرورت پڑ جائے تو حلال ہیں)۔ اور ان لوگوں کے شبہات کی طرف سرے سے التفات نہ کرو کیونکہ (یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے آدمی) جن میں یہ بھی ہیں اپنے ساتھ دوسروں کو بھی (اپنے غلط خیالات) کی بنا (پر) بلا کسی سند کے گمراہ کرتے) پھرتے (ہیں) لیکن آخر کہاں تک خیر منائیں گے کیونکہ (اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ حد) ایمان (سے نکل جانے والوں کو) جن میں یہ بھی ہیں (خوب جانتا ہے) پس ان کو سزا دے گا۔ (اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو) مثلاً حلال کو حرام یا حرام کو حلال اعتقاد کرنا باطنی گناہ ہے (بلاشبہ جو لوگ گناہ کر رہے ہیں ان کو ان کے کئے کی عنقریب) قیامت میں (سزا ملے گی۔ اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر) ذبح کے وقت (اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو) جیسا کہ مشرکین ایسے جانوروں کو کھاتے ہیں (اور بلاشبہ یہ بات) یعنی جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کا کھانا (بے حکمی ہے) غرض تم کسی فعل میں ان کا اتباع کرو نہ قول میں (اور) ان لوگوں کے شبہات اس لئے قابل التفات نہیں کیونکہ (یقیناً شیاطین) جن (اپنے ان دوستوں) اور ذہن (کو) یہ شبہات (تعلیم کر رہے ہیں تاکہ یہ تم سے) بیکار کا (جھگڑا کریں) یعنی اول تو یہ شبہات نہایت واہی ہیں، دوسرے تصریحات کے خلاف، دوسرے غرض محض جھگڑا کرنا ہے اس لئے قابل التفات نہیں۔ (اور اگر تم) خدانخواستہ عقائد یا اعمال میں (ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ) کہ خدا کے احکام پر دوسرے کے احکام کو ترجیح دو کیونکہ یہ حکم میں شریک کرنا ہوا۔ غرض ان کی اطاعت ایسی بری چیز ہے اس لئے اس کی طرف التفات سے بھی بچنا چاہئے۔

فائدہ: مَاذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ میں ذبح اختیاری (یعنی چھری سے ذبح) اور ذبح اضطراری یعنی تیر و باز اور کتے کا شکار جب کہ اس کے چھوڑنے کے وقت بسم اللہ پڑھی جائے، اور ذکر حقیقی یعنی زبان سے اللہ کا نام لینا اور ذکر حکمی یعنی مسلمان زبان سے بسم اللہ پڑھنا بھول جائے پھر بھی ذکر کو موجود سمجھنا سب داخل ہے، یہی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جس جانور پر بسم اللہ سہواً ترک ہو جائے تو چونکہ مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا نام ہوتا ہے اس لئے وہ از روئے حکم مَاذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ میں داخل ہے، البتہ عمداً ترک کرنے سے امام صاحب کے نزدیک جانور حرام ہو جاتا ہے۔

ربط: اوپر فرمائشی معجزات کا غیر ضروری ہونا ثابت کر کے آیات قرآنیہ کے حق کو ثابت کرنے میں کافی ہونے کو اور اس کے ساتھ حق کی تصدیق اور تکذیب کرنے والوں کا حال ذکر کیا تھا۔ آگے اس کی مزید وضاحت ہے۔

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُۥ نُورًا يَمْشِى بِهِۦ فِى ٱلنَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُۥ فِى ٱلظُّلُمَٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَٰفِرِينَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ۝ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِى كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَٰبِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا۟ فِيهَا ۖ وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ وَإِذَا جَآءَتْهُمْ ءَايَةٌ قَالُوا۟ لَن نُّؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَآ أُوتِىَ رُسُلُ ٱللَّهِ ۘ ٱللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُۥ ۗ سَيُصِيبُ ٱلَّذِينَ أَجْرَمُوا۟ صَغَارٌ عِندَ ٱللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌۢ بِمَا كَانُوا۟ يَمْكُرُونَ ۝ فَمَن يُرِدِ ٱللَّهُ أَن يَهْدِيَهُۥ يَشْرَحْ صَدْرَهُۥ لِلْإِسْلَٰمِ ۖ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُۥ يَجْعَلْ صَدْرَهُۥ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى ٱلسَّمَآءِ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ ٱللَّهُ ٱلرِّجْسَ عَلَى ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَهَٰذَا صِرَٰطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۗ قَدْ فَصَّلْنَا ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۝ لَهُمْ دَارُ ٱلسَّلَٰمِ عِندَ رَبِّهِمْ ۖ وَهُوَ وَلِيُّهُم بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ۝

ترجمہ: کیا وہ شخص جو کہ تھا مردہ پھر زندہ کر دیا ہم نے اس کو اور بنا دی ہم نے اس کے لئے روشنی کہ لئے پھرتا ہے اس کو لوگوں میں، مانند (ہو سکتا) ہے اس کے کہ جس کا حال یہ ہے کہ (پڑا) ہے اندھیروں میں نہیں نکلنے والا ان سے۔ اسی طرح مزین کر دیئے گئے کافروں کیلئے (عمل) جو وہ کرتے ہیں۔ اور اسی طرح بنائے ہیں ہم نے ہر بستی میں سرداروں کو اس کے مجرم تا کہ وہ مکر کیا کریں اس (بستی) میں۔ اور نہیں وہ مکر کرتے مگر اپنی ہی جانوں پر اور نہیں جانتے۔ اور جب آتی ہے ان کے پاس کوئی آیت تو کہتے ہیں ہرگز نہ مانیں گے ہم یہاں تک کہ دیئے جائیں ہم مثل اس کے جو دیئے گئے اللہ کے رسول۔ اللہ خوب جانتا ہے جہاں رکھے اپنی رسالت کو۔ عنقریب پہنچے گی ان لوگوں کو جنہوں نے جرم کیا ذلت اللہ کے ہاں اور عذاب سخت بسبب اس کے جو وہ مکر کرتے تھے۔ تو جو شخص۔ ارادہ کرتا ہے اللہ کہ ہدایت دے اس کو تو کھول دیتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے (قبول کرنے کے) لئے اور جو شخص، چاہتا ہے (اللہ) کہ گمراہ کرے اس کو کر دیتا ہے اس کے سینہ کو تنگ بے انتہا تنگ گویا وہ زور سے چڑھتا ہے آسمان پر اسی طرح ڈالتا ہے اللہ عذاب کو ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔ اور یہ ہے رستہ تیرے رب کا سیدھا۔ بے شک ہم نے واضح کر دیا نشانیوں کو ان لوگوں کے لئے جو نصیحت پکڑتے ہیں۔ انہی کے لئے ہے سلامتی کا گھر ان کے رب کے ہاں اور وہی ان کا مددگار ہے بسبب اس کے جو وہ عمل کرتے تھے۔

تفسیر: (ایسا شخص جو کہ پہلے مردہ) یعنی گمراہ (تھا پھر ہم نے اس کو زندہ) یعنی مسلمان (بنا دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور) یعنی ایمان (دیدیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے) یعنی ہر وقت وہ اس کے ساتھ رہتا ہے، جس سے وہ سب مضرتوں مثل گمراہی وغیرہ سے محفوظ اور مامون اور بے فکر پھرتا ہے تو (کیا ایسا شخص) بدحالی میں (اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ) گمراہی کی (تاریکیوں میں) گھرا ہوا (ہے) اور (ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا) یعنی یہ کہ وہ مسلمان نہیں ہوا۔ اور اس پر تعجب نہ کیا جائے کہ کفر کی ظلمت و تاریکی کے باوجود وہ شخص اس پر کیوں قائم رہا، وجہ یہ ہے کہ جس طرح مومنین کو اپنا ایمان اچھا معلوم ہوتا ہے (اسی طرح کافروں کو اپنے اعمال) کفر وغیرہ (مستحسن معلوم ہوا کرتے ہیں) چنانچہ یہی وجہ ہے کہ یہ سردار مکہ جو آپ کے سامنے مہمل فرمائشیں اور شبہات پیش کرتے رہتے ہیں اپنے کفر کو مستحسن ہی سمجھ کر اس پر قائم و دائم ہیں۔

(اور) یہ کوئی نئی بات نہیں جس طرح مکہ کے سردار ان جرائم کے مرتکب ہو رہے ہیں اور ان کے اثر سے دوسرے لوگ متاثر ہو جاتے ہیں (اسی طرح ہم نے) پچھلی امتوں میں بھی (ہر بستی میں وہاں

کے سرداروں ہی کو (اول) (جرم عظیم کا مرتکب بنایا) پھر ان کے اثر سے اور عوام بھی ان سے مل گئے (تاکہ وہ لوگ وہاں) انبیاء کو ضرر پہنچانے کے لئے (شرارتیں کیا کریں) جس سے ان کا مستحق سزا ہونا خوب ثابت ہو جاوے (اور وہ لوگ) گو اپنے خیال میں دوسروں کو ضرر پہنچاتے ہیں لیکن واقع میں (اپنے ہی ساتھ شرارت کر رہے ہیں) کیونکہ اس کا وبال تو انہی کو بھگتنا پڑے گا (اور) غایت جہل سے (ان کو اس کی (ذرا خبر نہیں۔ اور) ان کفار مکہ کا جرم یہاں تک بڑھ گیا ہے کہ (جب ان کو کوئی آیت پہنچتی ہے تو) اس کے باوجود کہ وہ آیت اپنے اعجاز کی وجہ سے نبوت پر کافی دلیل ہے مگر یہ لوگ پھر بھی (یوں کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جاوے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے) یعنی وحی وخطاب وصحیفہ وکتاب جس میں ہم کو آپ پر ایمان لانے کا حکم ہو ان کے اس قول کا جرم عظیم ہونا ظاہر ہے کیونکہ یہ تکذیب اور عناد اور تعلی اور تکبر سب کا جامع ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ اس قول کا رد فرماتے ہیں کہ (اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں اپنا پیغام) وحی کے ذریعہ سے (بھیجتا ہے) ہر کس وناکس اس تشریف کے قابل تو نہیں ہوتا۔ آگے ان کے اس جرم کی سزا کا بیان ہے کہ (عنقریب ان لوگوں کو جنہوں نے یہ جرم کیا ہے خدا کے پاس پہنچ کر) یعنی آخرت میں (ذلت پہنچے گی) جیسا انہوں نے اپنے کو نبی کے مقابلہ میں عزت ونبوت کا مستحق سمجھا تھا (اور سخت سزا) ملے گی (ان کی شرارتوں کے مقابلہ میں۔ سو) یہ جو مومن وکافر کا حال ذکر ہوا اس سے یہ معلوم ہوا کہ (جس شخص کو اللہ تعالیٰ) نجات کے (راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اس کے سینہ) یعنی قلب (کو اسلام) کے قبول کرنے (کے لئے کشادہ کر دیتے ہیں) کہ اس کے قبول کرنے میں کچھ وحشت نہیں ہوتی (اور جس کو) اپنی تکوین وتقدیر میں (بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اس کے سینہ) یعنی قلب (کو) اسلام کو قبول کرنے سے (تنگ اور بہت تنگ کر دیتے ہیں) اور اس کو اسلام ایسا مصیبت نظر آتا ہے (جیسے) فرض کرو (کوئی آسمان میں چڑھتا ہو) اور چڑھا نہیں جاتا اور جی تنگ ہوتا ہے اور مصیبت کا سامنا ہوتا ہے بس جیسے اس شخص سے چڑھا نہیں جاتا (اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر) چونکہ ان کے کفر اور شرارت کے سبب (پھٹکار ڈالتا ہے) اس لئے ان سے ایمان نہیں لایا جاتا۔

(اور) اوپر جو اسلام کا ذکر ہوا (یہی) اسلام (تیرے رب کا) بتلایا ہوا (سیدھا راستہ ہے) جس پر چلنے سے نجات ہوتی ہے اور اسی صراط مستقیم کی وضاحت کے لئے (ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے واسطے ان آیتوں کو صاف صاف بیان کر دیا ہے) جس سے وہ اس کے صحیح ہونے کو معلوم کر کے اس کی تصدیق کریں اور پھر اس کے مضامین پر عمل کر کے نجات حاصل کریں یعنی

تصدیق و عمل کامل صراط مستقیم ہے، اس کے برخلاف جن لوگوں کو نصیحت حاصل کرنے کی فکر ہی نہیں ان کے واسطے نہ یہ کافی ہے نہ دوسرے دلائل کافی ہیں۔ آگے ان ماننے والوں کی جزا کا ذکر ہے، لہٰذا ارشاد ہے کہ (ان لوگوں کے واسطے ان کے رب کے پاس) پہنچ کر (سلامتی) اور امن و بقا (کا گھر) یعنی جنت (ہے اور اللہ ان سے محبت رکھتا ہے ان کے اعمال) حسنہ (کی وجہ سے)۔

ربط: اوپر کی آیتوں میں حق اور باطل کے اختیار کرنے والوں کے احوال میں ہر ایک کی جزا و سزا کا بھی بیان ہوا تو آگے اس کے وقوع کا وقت اور اس کی بعض کیفیات اور اس کے بعض متعلقات ذکر کرتے ہیں۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ
مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ
اَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۚ
اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ
بَعْضًاۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ
يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ
لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ
اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾
وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾
وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ
بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا
تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا

عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۝

ترجمہ: اور جس دن جمع کرے گا ان سب کو (فرمائے گا) اے جماعت جنات کی! بلاشبہ کثیر حصہ لیا تم نے انسانوں سے اور کہیں گے ان کے دوست (جو) انسانوں میں سے (ہیں) اے رب ہمارے فائدہ حاصل کیا ہمارے ایک نے دوسرے سے اور پہنچے ہم اپنی میعاد کو جو مقرر کی تو نے ہمارے لئے۔ فرمائے گا (اللہ) آگ ہے ٹھکانا تمہارا ہمیشہ رہو گے اسی میں مگر جو چاہے اللہ۔ بے شک تیرا رب حکمت والا خبردار ہے۔ اور اسی طرح ہم ملا دیں گے بعض گنہگاروں کو دوسروں کے ساتھ بسبب اس کے جو وہ کرتے تھے۔ اے جماعت جنوں کی اور انسانوں کی کیا نہیں پہنچے تھے تمہارے پاس رسول تم ہی میں سے (کہ) بیان کرتے تھے تم پر میرے حکم اور ڈراتے تھے تم کو تمہارے اس دن کے پیش آنے سے۔ کہیں گے کہ ہم نے اقرار کر لیا اپنے اوپر اور دھوکہ دیا ان کو دنیا کی زندگی نے اور قائل ہو گئے اپنے اوپر (اس بات کے) کہ وہ کافر تھے۔ یہ (اس وجہ سے) کہ نہیں ہے تیرا رب ہلاک کرنے والا بستیوں کا (ان کے) ظلم پر اس حال میں کہ وہاں کے لوگ بے خبر ہوں۔ اور ہر ایک کے لئے درجے ہیں بسبب ان کے عمل کے اور نہیں ہے تیرا رب بے خبر اس سے جو وہ عمل کرتے ہیں۔ اور تیرا رب بے پرواہ ہے رحمت والا اگر چاہے تو لے جائے تم کو اور قائم مقام کر دے تمہارے بعد جس کو چاہے جیسا کہ اس نے پیدا کیا تم کو دوسرے لوگوں کی اولاد سے۔ بے شک جس چیز کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو وہ ضرور آنے والی ہے اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے۔ تو کہہ دے اے میری قوم (کے لوگو) تم کام کرتے رہو اپنی جگہ پر میں بھی کام کرتا ہوں سو عنقریب تم جان لو گے کہ کون شخص ہے ہوگا جس کے لئے اس عالم کا انجام۔ بلاشبہ نہیں فلاح پائیں گے ظالم لوگ۔

تفسیر: (اور) وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے (جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کریں گے) اور ان میں سے بالخصوص کفار کو حاضر کر کے ان میں جو شیطان جن ہیں ان سے ذات کے طور پر کہا جائے گا کہ (اے جنات کی جماعت تم نے انسانوں) کے گمراہ کرنے (میں بڑا حصہ لیا) اور ان کو خوب بہکایا اسی طرح انسانوں سے پوچھا جائے گا۔ الم اعهد اليكم يبنى ادم ان لا تعبدوا الشيطن الخ یعنی اے بنی آدم کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی پوجا نہ کرو گے۔ (اور

جو انسان ان (شیاطین جن) کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ بھی اقرار کرتے ہوئے (کہیں گے
کہ اے ہمارے پروردگار) آپ سچ فرماتے ہیں واقعی (ہم میں ایک نے دوسرے سے) اس طرح
کے نفع میں نفسانی (فائدہ حاصل کیا تھا) چنانچہ گمراہ انسانوں کو اپنے کفریہ و شرکیہ عقائد سے خوشی
ہوتی ہے اور گمراہ کرنے والے شیاطین کو اس سے خوشی ہوتی ہے کہ ہمارا کہنا چل گیا (اور) وہ حقیقت
ہم ان کے بہکانے سے قیامت کا انکار کرتے تھے لیکن وہ انکار غلط ثابت ہوا چنانچہ (ہم اپنی اس
متعین میعاد تک پہنچ گئے جو آپ نے ہمارے لئے متعین فرمائی) یعنی قیامت آ گئی (اللہ تعالیٰ) سب کفار
جن و انس سے (فرمائیں گے کہ تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے جس میں ہمیشہ کے لیے رہو گے کوئی
نکلنے کی صورت نہیں۔ (ہاں اگر خدا ہی کو) نکالنا (منظور ہو تو دوسری بات ہے) لیکن یہ یقینی ہے کہ
خدا بھی نہیں چاہے گا اس لئے اس میں ہمیشہ رہو گے (بے شک آپ کا رب بڑی حکمت والا اور بڑا علم
والا ہے علم سے سب کے جرائم کو معلوم کرتا ہے حکمت سے مناسب سزا دیتا ہے) اور (جس طرح
دنیا میں گمراہی کے لحاظ سے سب میں تعلق و قرب تھا (اسی طرح) دوزخ میں (بعض کفار کو بعض کے
قریب) اور جمع (رکھیں گے ان کے) کفریہ (اعمال کے سبب (اے) یہ خطاب تو جن و انس کو ان کے
باہمی احوال کے اعتبار سے تھا آگے ہر ایک کو خاص ان کے ذاتی احوال کے اعتبار سے خطاب ہے کہ
(اے جنات اور انسانوں کی جماعت) ہاں یہ تو بتلاؤ تم جو کفر و انکار کرتے رہے تو (کیا تمہارے پاس
تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے) عقائد و اعمال سے متعلق (میرے احکام بیان کیا کرتے
تھے اور تم کو اس آج کے دن) کے وقوع (کی خبر دیا کرتے تھے) پھر کیا وجہ کہ تم کفر و انکار سے باز نہ
آئے (وہ سب عرض کریں گے کہ ہم سب اپنے اوپر) جرم کا (اقرار کرتے ہیں) ہمارے پاس عذر اور
برات کی کوئی وجہ نہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ ان کو اس مصیبت کے پیش آنے کا سبب بتاتے ہیں (اور ان
کو) یہاں (دنیوی زندگانی نے بھول میں ڈال رکھا ہے) کہ دنیوی لذتوں کو مقصود اعظم سمجھ رکھا ہے
آخرت کی فکر ہی نہیں (اور) اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آخرت میں (یہ لوگ) اپنے بارے میں (اقراری
ہوں گے کہ وہ کافر تھے) اور غلطی پر تھے مگر وہاں کے اقرار سے کیا ہوتا ہے اگر دنیا میں یہ اپنی
غفلت دور کر دیں تو اس روز یہ کیوں سامنے ہو اور آخرت کا عذاب ہو۔ دنیا کا اس سے پہلے جو ہم
رسول بھیجتے ہیں تو (یہ) رسولوں کا بھیجنا (اس وجہ سے ہے کہ آپ کا رب کسی بستی والوں کو) ان کے
(کفر کے سبب) دنیا میں بھی (ایسی حالت میں ہلاک نہیں کرتا کہ اس بستی کے رہنے والے) رسولوں
کے نہ آنے کی وجہ سے احکام الٰہیہ سے (بے خبر ہوں) اور آخرت کا عذاب کہ جو اس سے بھی زیادہ سخت

بے بدرجہ اولیٰ نہ ہوتا، اس لئے رسولوں کو بھیجتے ہیں تا کہ ان کو جرائم کی اطلاع ہو جائے پھر جس کو عذاب ہو استحقاق کی وجہ سے ہو، چنانچہ آگے فرماتے ہیں (اور) جب رسول آ گئے اور اطلاع ہو گئی پھر جیسا کوئی کرے گا (ہر ایک) جن وانس نیک و بد (کے لئے) جزا وسزا کے لئے ویسے ہی (درجے ہوں گے ان کے اعمال کے سبب اور آپ کا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے اور) خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ رسولوں کا بھیجنا اس وجہ سے نہیں کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ تمہاری عبادت کا محتاج ہے کیونکہ (آپ کا رب تو بالکل غنی ہے) بلکہ اس لئے بھیجتا ہے کہ وہ (رحمت والا) بھی (ہے) اپنی رحمت سے رسولوں کو بھیجا تا کہ ان کے ذریعے سے لوگوں کو اپنے نفع اور نقصان کی باتیں اور چیزیں معلوم ہو جائیں۔ پھر نفع والی چیزوں سے نفع اٹھائیں اور نقصان وہ سے محفوظ رہیں، سو اس میں بندوں ہی کا فائدہ ہے، اور باقی اللہ تعالیٰ کا غنا تو ایسا ہے کہ اس کا کوئی کام نہ تم سے اٹکا ہوا ہے نہ کسی اور سے اٹکا ہوا ہے (اگر وہ چاہے تو تم سب کو) دنیا سے دفعتاً (اٹھا لے اور تمہارے بعد جس) مخلوق (کو چاہے تمہاری جگہ) دنیا میں (آباد کر دے جیسے) اس کی نظیر پہلے سے موجود ہے کہ (تم کو) جو کہ اب موجود ہو (دوسرے لوگوں کی نسل سے پیدا کیا ہے) کہ اب ان کا کہیں پتہ نہیں اور تم ان کی جگہ موجود ہو، اور اسی طرح یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے، لیکن یہ سلسلہ تدریجاً قائم ہے، اگر ہم چاہیں دفعتاً بھی ایسا کر دیں، کیونکہ کسی کے ہونے نہ ہونے سے ہمارا کوئی کام اٹکا نہیں پڑا۔ پس رسولوں کو بھیجنا ہمارے احتیاج کی وجہ سے نہیں تمہاری اپنی احتیاج کی وجہ سے ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے ایک ذی حیات جسم اور دوسرے روح ملکوتی ہے۔ ذی حیات جسم ہونے کی وجہ سے آدمی کو کھانے پینے، اوڑھنے پہننے اور جنسی تقاضے کو پورا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور روح ملکوتی کی وجہ سے اس کو اخلاق حسنہ اور معرفت الٰہی کی ضرورت ہے۔ کھانے پینے میں وہ کونسی چیزیں جن سے جسمانی ضروریات کے علاوہ اخلاق حسنہ کی تحصیل ممکن ہو۔ جنسی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کیا طریقے اختیار کئے جائیں کہ غیرت اور وقار بھی محفوظ رہے اور نسب بھی محفوظ رہے۔ پھر انسان طبعی طور پر مل جل کر رہنے کا محتاج ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ باہمی معاملات اس طور پر کئے جائیں کہ جھگڑے کا امکان نہ رہے اور اگر کہیں پیدا ہو ہی جائے تو اس کا مناسب حل نکالا جائے۔ باہمی معاملات کے احکام کی بنیاد یہی حقیقت ہے۔ پھر ظالم کو ظلم سے روکنے کے لئے اور حقدار کو حق دلوانے کے لئے حکومت اور عدالت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ایک ملک محض اپنی قوت کی وجہ سے دوسرے ملک پر چڑھائی نہ کر دے بین الاقوامی سطح پر خلافت کے ادارے کی ضرورت ہے۔ غرض جسمانی تقاضے ہوں یا

روحانی تقاضے ہوں یا معاشی معاملات ہوں یا مالی معاملات ہوں یا سیاسی و معاشرتی معاملات ہوں سب ہی
میں ضرورت ہے کہ کامل رہنمائی حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ تم انسانوں کے ان فطری تقاضوں اور معاملات
کی رہنمائی کے لئے انبیاء علیہم السلام کو بھیجتے ہیں تو یہ تو تمہاری اپنی ضرورت ہے اور تمہارا اپنا فطری
مطالبہ ہے لہٰذا تم کو چاہئے کہ ان کی تصدیق اور ان کا اتباع کر کے سعادت حاصل کرو اور کفر و انکار
کے ضرر سے بچو کیونکہ (جس چیز کا رسولوں کی معرفت (تم سے وعدہ کیا جاتا ہے) یعنی قیامت و
عذاب (وہ بے شک آنے والی چیز ہے اور) اگر احتمال ہو کہ اگر چہ قیامت آ جائے مگر ہم کہیں بھاگ
جائیں گے، چھوٹ جائیں گے جیسے دنیا میں حکومت کا مجرم کیا کرتا ہے تو خوب سمجھ لو کہ (تم) خدا
تعالیٰ کو (عاجز نہیں کر سکتے) کہ اس کے ہاتھ نہ آؤ۔ اور اگر تمہیں حق کے دلائل قائم ہونے کے باوجود
کوئی اپنی بات پر اصرار ہے کہ کفر ہی کا طریقہ اچھا ہے اسلام کا برا ہے پھر قیامت سے کیا اندیشہ تو ایسے
لوگوں کے جواب میں (آپ) اتنی بات (فرمادیجئے کہ اے میری قوم) کے لوگو! تم نہیں مانتے تو تم
جانو تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو میں بھی (اپنے طور پر) عمل کر رہا ہوں۔ سو اب جلدی تم کو معلوم ہو
جائے گا کہ اس عالم (کے انجام) کا نام کس کے لئے نافع ہوگا) ہمارے لئے یا تمہارے۔ یقینی اور
ا یقینی بات ہے کہ حق تلفی کرنے والوں کو کبھی (انجام میں) فلاح نہ ہوگی) اور سب سے بڑی حق تلفی
تو اللہ کی حق تلفی ہے۔

مسئلہ قومیت: اس آیت میں قل یٰقوم کہہ کر نبی ﷺ نے مشرکین مکہ کو اپنی قوم
بتلایا قرآن پاک میں اس کی مثل بے شمار آیتیں ہیں جن میں غیر مسلموں کو ہر پیغمبر کی قوم بتایا
گیا ہے اور کفار کی نسب یا وطن میں اتحاد کی وجہ سے پیغمبر کی طرف کفار کی نسبت کی گئی ہے مثلاً

انا ارسلنا نوحا الی قومہ (سورۃ نوح)

بے شک ہم نے بھیجا نوح کو ان کی قوم کی طرف۔

یٰقوم ھٰؤلاء بناتی ھن اطھر لکم (سورۃ ہود 78)

حضرت لوط علیہ السلام نے کہا اے میری قوم یہ میری مجموعہ قوم کی بیٹیاں ہیں۔ یہ پاکیزہ ہیں
تمہارے لئے۔

یٰقوم ھٰذہ ناقۃ اللہ لکم آیۃ (سورۃ ہود 64)

اے میری قوم یہ اونٹنی ہے اللہ کی تمہارے لئے نشانی۔

اسی طرح بہت سی آیتیں ہیں جن میں مسلمانوں کی طرف سے کافروں کو محض نسب یا وطن کی وجہ

سے اپنی قوم قرار دے کر خطاب کرنا مذکور ہے مثلاً:

یا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ اتَّبِعُوا مَنْ لَّا یَسْئَلُکُمْ اَجْرًا وَّ ھُمْ مُّھْتَدُوْنَ (سورہ یٰسین)

اے میری قوم پیروی کرو بھیجے ہوؤں کی، پیروی کرو ان لوگوں کی جو تم سے اجرت نہیں مانگتے اور وہ (خود) ہدایت یافتہ ہیں۔

آل فرعون میں سے ایمان لانے والا شخص کہتا ہے۔

یاقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَھْدِکُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ (سورہ مومن: 38)

اے میری قوم پیروی کرو میری میں پہنچاؤں گا تم کو نیکی کی راہ پر۔

یاقَوْمِ مَالِیْٓ اَدْعُوْکُمْ اِلَی النَّجٰوۃِ وَتَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَی النَّارِ (سورہ مومن: 41)

اے میری قوم کیا ہوا مجھ کو (کہ) میں بلاتا ہوں تم کو نجات کی طرف اور تم بلاتے ہو مجھ کو آگ کی طرف۔

غرض یہ کہ قرآن کے نقطہ نظر اور استعمال میں قومیت میں مسلم اور کافر کا اشتراک ہو سکتا ہے اور پیغمبر بھی قومیت کے ایک ہونے کی وجہ سے کافر اور مشرک اور فاسق کے ساتھ دنیا میں تعلق رکھ سکتا ہے لہٰذا یہ سمجھنا کہ ایک ہی وطن اور ایک ہی ملک کے رہنے والے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان کسی بھی طور سے قومیت میں اتحاد نہیں ہو سکتا غلط ہے۔

ہاں اتنا ہے کہ اسلام کی اپنی خاص ملت اور طریقہ اور شریعت ہونے کی وجہ سے اس نے اپنے ماننے والوں کے درمیان ایک ملی ربط و اتحاد قائم کر دیا ہے جس کے آگے دیگر روابط مثلاً نسب اور وطن اور رنگ اور لسان یہ سب ہیچ ہیں اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ. حاصل یہ ہے کہ وطن یا نسب کے اتحاد کی وجہ سے کفار کے ساتھ جو قومیت ہے اسلام نے اس کا بھی اعتبار کیا ہے اور اس کا حوالہ دے کر ان کو اسلام کی دعوت دے سکتے ہیں اور اسلام و مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر ان سے ملکی اور علاقائی معاملات کے جا سکتے ہیں بشرطیکہ شعائر اسلام کی توہین اور شعائر کفر کی تعظیم نہ ہو۔

ربط: اوپر کی آخری آیت میں کافروں اور مشرکوں کو کہلوایا تھا کہ اگر تم اپنی اصلاح پر آمادہ نہیں تو تم اللہ تعالیٰ کی حق تلفی کے کام کئے جاؤ یہاں تک کہ تم ان کا انجام دیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ کی حق تلفی میں جن اعتقادی و عملی اعمال و رسوم میں یہ لوگ مبتلا تھے آگے ان کا کچھ بیان کرتے ہیں تا کہ ان کی برائی اور شناعت کو تم بھی محسوس کریں اور ساتھ ساتھ ان کا رد بھی کرتے ہیں۔

پہلی رسم: غلہ اور پھل میں سے کچھ حصہ اللہ کے نام کا نکالتے ہیں اور کچھ حصہ بتوں اور جنات

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشٰبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشٰبِهٍ ۚ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۖ وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٤١﴾ وَمِنَ الْأَنْعٰمِ حَمُولَةً وَّفَرْشًا ۚ كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿١٤٢﴾ ثَمٰنِيَةَ أَزْوٰجٍ ۚ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ ۖ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ﴿١٤٣﴾ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ ۖ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصّٰكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ﴿١٤٤﴾

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے پیدا کیے باغ جو ٹہنیوں پر چڑھائے ہوئے ہیں اور جو نہیں چڑھائے ہوئے اور کھجور کے درخت اور کھیتی اس حال میں کہ مختلف ہیں اس کے پھل۔ اور (پیدا کیا) زیتون اور انار کو آپس میں ملتے جلتے اور نہ ملتے جلتے۔ کھاؤ ان کے پھل میں سے جس وقت پھل لائیں اور ادا کرو ان کا حق ان کی کٹائی کے دن اور حد سے نہ بڑھو۔ بے شک نہیں پسند کرتا (اللہ) حد سے بڑھنے والوں کو۔ اور (پیدا کیے) مویشیوں میں سے بوجھ اٹھانے والے اور زمین سے لگے ہوئے۔ کھاؤ اس میں سے جو رزق دیا تم کو اللہ نے اور مت پیروی کرو شیطان کے قدموں کی بے شک وہ ہے تمہارا دشمن صریح۔ (اللہ نے پیدا کیے) آٹھ نر اور مادہ، بھیڑ میں سے دو، اور بکری میں سے دو۔ تو پوچھ کہ کیا دونوں نر (اللہ نے)

حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ (بچہ) مشتمل ہیں جس پر دونوں مادہ کے رحم۔ بتاؤ مجھ کو کسی
دلیل سے اگر تم ہو سچے۔ اور پیدا کیے اونٹ میں سے دو اور گائے میں سے دو۔ تو پوچھ کیا
دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ (بچہ) مشتمل ہیں جس پر رحم دونوں مادہ کے۔ کیا تم
تھے حاضر جس وقت حکم دیا تھا تم کو اللہ نے اس کا۔ پھر کون زیادہ ظالم ہوگا اس سے جو گھڑے
اللہ پر جھوٹ تاکہ گمراہ کرے لوگوں کو بلا تحقیق۔ بیشک اللہ نہیں ہدایت کرتا ظالم لوگوں کو۔

تفسیر: (اور وہی) اللہ (ہے جس نے باغات پیدا کئے وہ بھی جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے
ہیں) جیسے انگور (اور وہ بھی جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے) یا تو اس لئے کہ بیلدار نہیں جیسے تنہ دار
درخت یا باوجود بیلدار ہونے کے عادت نہیں جیسے خربوزہ، تربوز وغیرہ (اور کھجور کے درخت اور کھیتی)
بھی اسی نے پیدا کئے (جن میں کھانے کی چیزیں مختلف طور کی) حاصل (ہوتی ہیں اور زیتون اور انار)
بھی اسی نے پیدا کئے (جو) انار اور (باہم) اور زیتون باہم رنگ اور مزہ و شکل و مقدار میں سے
بعض صفات میں بھی (ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور) بعض (ایک دوسرے کے مشابہ
نہیں بھی ہوتے) اور اللہ نے ان چیزوں کو پیدا کرکے اجازت دی ہے کہ (ان سب کی پیداوار کھاؤ)
خواہ اسی وقت سے کہ (جب وہ نکل آئے) اور پکنے بھی نہ پائے (اور) البتہ اس (کے) ساتھ اتنا
ضرور ہے کہ (اس میں جو حق) شریعت کی رو سے (واجب ہے) یعنی خیرات (وہ اس کے کاٹنے)
توڑنے (کے دن) مسکینوں کو (دیا کرو اور) اس دینے میں بھی شرعی اجازت کی (حد سے مت گزرو
یقیناً وہ) یعنی اللہ تعالیٰ شرعی اجازت کی (حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور) جس طرح
باغ اور کھیت اللہ نے پیدا کئے ہیں اسی طرح جانوروں میں بھی اللہ نے پیدا کئے چوپایہ (مویشی میں وہ نیچے
قد کے) بھی (اور چھوٹے قد کے) بھی اسی نے پیدا کئے اور باغ اور کھیت کی طرح حیوانات کے
بارے میں بھی اجازت دی کہ (جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے) اور شریعت کی رو سے حلال کیا ہے اس
کو (کھاؤ اور) اپنی طرف سے تحریم کے احکام تراش کر (شیطان کے قدم بقدم مت چلو۔ بیشک وہ
تمہارا (صریح دشمن ہے) کہ تم کو حق کے دلائل واضح ہونے کے باوجود گمراہ کر رہا ہے۔

اور چوپایوں میں جن کو تم اپنی طرف سے حرام و حلال کر رہے ہو ہم نے ان کو (آٹھ نر و مادہ) بنایا
(یعنی بھیڑ) اور دنبہ (میں دو) ایک نر ایک مادہ (اور بکری میں دو) ایک نر اور ایک مادہ۔ (آپ) ان
سے (کہئے کہ) مجھ کو بتاؤ کہ (کیا اللہ تعالیٰ نے ان) دونوں یا قوموں کے (دونوں نروں کو حرام کیا ہے
یا دونوں مادہ کو) حرام کیا ہے (یا اس) بچہ (کو جس کو دونوں) یعنی بھیڑ اور بکری کے (مادہ) اپنے

(پیٹ میں لئے ہوئے ہوں) پھر خواہ وہ بچہ نر ہو یا مادہ۔ یعنی تم جو مختلف صورتوں سے تحریم کے مدعی ہو تو کیا یہ تحریم اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے (تم مجھ کو کسی دلیل سے تو بتاؤ اگر) اپنے دعوے میں (سچے ہو)۔ یہ تو چھوٹے قد والے کے متعلق بیان ہوا آگے بڑے قد والوں کا بیان ہے (اور) اسی طرح (ہشت میں دو) اونٹ (نر اور ایک مادہ) (اور گائے) اور بھینس (میں دو) ایک نر اور ایک مادہ پیدا کئے (آپ) ان سے (اس بارے میں بھی) (کہیے کہ) یہ تو بتاؤ کہ (کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں) جانوروں کے (نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو) حرام کیا ہے (یا اس) بچہ (کو جس کو دونوں مادہ اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہوں) وہ بچہ خواہ نر ہو یا مادہ۔ اس کا بھی وہی مطلب ہے کہ تم جو مختلف صورتوں سے تحریم کے دعویدار ہو تو کیا یہ تحریم اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس پر کوئی دلیل لانی چاہئے۔ جس کے دو طریقے ہیں، ایک تو یہ کہ وہ دلیل کسی رسول و فرشتہ کے واسطے سے ہو۔ لیکن تم اس شق کو تو اختیار نہیں کر سکتے کیونکہ تم تو نبوت اور وحی کے منکر ہو لہٰذا دعویٰ کرنے کے لئے صرف دوسرا طریقہ ہی رہ گیا کہ خود خدا تعالیٰ نے بلا واسطہ تم کو یہ احکام دیئے ہوں تو (کیا تم) اس وقت (حاضر تھے جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو اس) تحریم و تحلیل (کا حکم دیا) اور ظاہر ہے کہ اس کا دعویٰ بھی نہیں ہو سکتا، پس ثابت ہو گیا کہ ان کے پاس سرے سے کوئی دلیل نہیں۔ (تو) اس بات کے ثابت ہونے کے بعد کہ اس دعوے پر کوئی دلیل نہیں یقینی بات ہے کہ (اس سے زیادہ کون ظالم) اور کاذب (ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر بلا دلیل) تحلیل و تحریم کے بارے میں (جھوٹ تہمت لگائے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے) یعنی یہی شخص بڑا ظالم ہوگا اور (یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو) جنت کا (رستہ) آخرت میں (نہ دکھلائیں گے) بلکہ دوزخ میں بھیجیں گے پس یہ لوگ بھی اس جرم کی سزا میں دوزخ میں جائیں گے۔

ربط: جب اوپر یہ ثابت کیا کہ تحلیل و تحریم کا حق تو صرف اللہ تعالیٰ کا ہے تو آگے کھلوایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ یہ چیزیں حرام کی ہیں اور یہ یہ چیزیں حلال کی ہیں تم اپنی طرف سے اختراع کیوں کرتے ہو۔ اس کے آگے دو شبہوں کا جواب دیا ایک یہ کہ مذکورہ مستثنیٰ جانوروں کو چھوڑ کر باقی سب حلال ہیں تو اہل کتاب کیسے بعض اور جانوروں کو حرام کہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر مشرکین کا طریقہ باطل ہے تو قدرت الٰہیہ کے باوجود ان کو سزا کیوں نہیں ہوتی۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ

مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا

أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۚ فَمَنِ
اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤٥﴾ وَعَلَى
الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ۖ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ
حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا
أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿١٤٦﴾
فَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ
عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٤٧﴾

ترجمہ: تو کہہ دے نہیں پاتا میں اس میں جو وحی کی گئی میری طرف کوئی حرام کی ہوئی شے کھانے والے پر جو کھائے اس کو مگر یہ کہ ہو وہ چیز مردار یا بہتا ہوا خون یا گوشت سور کا کیونکہ وہ (یعنی سور) ناپاک ہے یا (وہ چیز) شرک (کا ذریعہ) ہو کہ نام پکارا گیا ہو غیر اللہ کا اس پر۔ پھر جو شخص بے تاب ہو جائے اس حال میں کہ (وہ) نہ ہو طالب (لذت کا) اور نہ ہو حد سے تجاوز کرنے والا تو تیرا رب ہے بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان۔ اور یہود پر حرام کیا ہم نے ہر ایک ناخن والا (جانور)۔ اور گائے اور بکری میں سے حرام کی تھی ہم نے ان پر ان دونوں کی چربی مگر جو اٹھائی ہو ان دونوں کی پشتوں نے یا انتڑیوں نے یا جو ملی ہو ہڈی کے ساتھ۔ یہ سزا دی تھی ہم نے ان کو بسبب ان کی شرارت کے اور بے شک ہم سچے ہیں۔ پھر اگر وہ جھٹلائیں تجھ کو تو تو کہہ دے تمہارا رب (بڑی) وسیع رحمت والا ہے اور نہ ٹالا جائے گا اس کا عذاب گنہگار لوگوں سے۔

تفسیر: (آپ کہہ دیجئے کہ) جن حیوانات میں کلام ہو رہا ہے ان کے متعلق (جو کچھ احکام وحی کے ذریعہ سے میرے پاس آئے ہیں ان میں تو میں کوئی حرام غذا نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھائے) خواہ مرد ہو یا عورت (مگر) ان چیزوں کو البتہ حرام پاتا ہوں۔ وہ یہ کہ (وہ مردار) جانور (ہو) یعنی جو حلال ہونے کے باوجود شرعی ذبح کے بغیر مر جائے (یا یہ کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ) یعنی خنزیر پورا کا پورا (بالکل ناپاک ہے) اسی لئے اس کے سب اجزاء نجس اور حرام ہیں۔ ایسا نجس جس نجس العین کہلاتا ہے (یا جو) جانور وغیرہ (شرک کا ذریعہ ہو) اس طرح

حاصل تو دلیل کا مطالبہ ہے اس کو اصطلاح میں منع کہتے ہیں یعنی تمہارا یہ دعویٰ ہوا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کاموں کے کرنے کی قدرت دی ہے اس لئے لازم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان کاموں سے راضی ہے۔ تمہارے اس دعوے کی دلیل چاہئے۔ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ میں یہی جواب ہے۔ دوسرے جواب کا حاصل یہ ہے کہ خود مشرکین کی دلیل کے خلاف دلیل قائم کی۔ اس کو اصطلاح میں نقض کہتے ہیں۔ وہ یہ کہ رسول شرک اور اختراعی تحریم کو باطل کہتے رہے۔ تمہارے دعویٰ سے ان باتوں کا حق ہونا لازم آیا حالانکہ رسولوں کا صدق قطعی عقلی دلائل سے ثابت ہے لہٰذا ان کا کذب محال ہے تو ضروری ہوا کہ مشرکین کی دلیل باطل ہو كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ پھر ان دونوں جوابوں پر تفریع کے طور پر فرمایا کہ کوئی بھی دعویٰ ثابت کرنے کے لئے عقلی یا نقلی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ تمہاری عقلی دلیل کا حال تو معلوم ہوا۔ لہٰذا اگر تمہارے پاس کوئی نقلی دلیل ہے تو وہ لے آؤ لیکن تم اس سے بھی تہی دامن ہو۔ قُلْ هَلُمَّ میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ۝ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝

ترجمہ: اب کہیں گے مشرک اگر چاہتا اللہ تو نہ شرک کرتے ہم اور نہ ہمارے باپ دادے اور نہ حرام کرتے ہم کوئی چیز۔ اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ انہوں نے چکھا ہمارا عذاب۔ تو کہہ کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے تو نکالو اس کو ہمارے سامنے۔ نہیں تم پیروی کرتے مگر خیال کی اور تم تو صرف اٹکل ہی کرتے ہو۔ تو کہہ

تو تم کو معلوم ہوا اچھا اب کوئی صحیح نقلی دلیل پیش کرو مثلاً (اپنے گواہوں کو لاؤ جو اس بات پر (باقاعدہ شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان (مذکورہ چیزوں) کو حرام کر دیا ہے) باقاعدہ شہادت وہ ہوتی ہے جو مشاہدہ پر مبنی ہو یا ایسی قطعی دلیل پر مبنی ہو جو یقین کا فائدہ دیتی ہے جس مشاہدہ کے برابر ہو جیسا کہ ام کنتم شہداء اذ وصاکم اللہ بہذا میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ (پھر اگر) اتفاق سے مشرکین کسی کو فرضی جھوٹے گواہ بنا کر لے آئیں اور (وہ) گواہ ان کی (جھوٹی) گواہی (دے بھی دیں تو) چونکہ (وہ شہادت یقینا بے قاعدہ اور محض مجازی ہوگی کیونکہ مشاہدہ بھی مفقود ہے اور مشاہدہ کے برابر یقین کا فائدہ دینے والی قطعی دلیل بھی مفقود ہے اس لئے (آپ ان کی شہادت کی سماعت نہ فرمائیے اور) جب ان کا جھٹلانا اور آخرت کا انکار کرنا اور ان کا مشرک ہونا ثابت ہو گیا تو ایسے غلط طبع لوگوں کے باطل خیالات کا) جن کا بطلان ابھی ثابت ہو چکا (اتباع مت کرنا جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے) اور اسی سبب سے غور کر کے حق کی تلاش نہیں کرتے (اور وہ) استحقاق معبودیت میں (اپنے رب کے برابر دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں) یعنی شرک کرتے ہیں۔

ربط: اوپر مشرکین کی تحریم کا ابطال کیا اور ان کے شبہات کا جواب دیا اور یہ بتایا کہ تشریع اور تحریم و تحلیل تو دراصل صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ آگے بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں حرام کی ہیں اور جو احکام دیے ہیں بس وہی اس قابل ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے اور یہی سیدھا رستہ ہے بس اسی پر چلو۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ
بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ
نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا
بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ
وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا
بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ
بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ
لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا
السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

ترجمہ: تو کہہ تم آؤ میں پڑھ سناؤں جو حرام کیا تمہارے رب نے تم پر کہ نہ تم شریک کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو، اور ماں باپ کے ساتھ (کرو) احسان اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی سے، ہم رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو۔ اور نہ پاس جاؤ بے حیائی کے کاموں کے جو ظاہر ہوں ان میں سے اور جو پوشیدہ ہوں۔ اور نہ قتل کرو اس جان کو جس کو حرام کیا ہے اللہ نے مگر حق پر۔ یہ ہے (وہ) وصیت کی تم کو جس کی تاکہ تم سمجھو۔ اور نہ پاس جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طرح سے کہ وہ بہتر ہو یہاں تک کہ (یتیم) پہنچ جائے اپنی جوانی کو۔ اور پورا کرو ناپ کو اور تول کو انصاف سے۔ نہیں ہم تکلیف دیتے کسی کو مگر اس کی طاقت کے بقدر۔ اور جب تم (فیصلہ کی) بات کہو تو انصاف ملحوظ رکھا کرو اگرچہ وہ ہو (اپنا) قرابت دار۔ اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ ہے (وہ) وصیت کی تم کو جس کی تاکہ تم یاد رکھو۔ اور یہ کہ یہ ہے میری راہ سیدھی سو پیروی کرو اس کی اور مت پیروی کرو اور رستوں کی کہ وہ رستے جدا کر دیں گے تم کو اللہ کے راستے سے۔ یہ ہے (وہ) وصیت کی تم کو جس کی تاکہ تم بچتے رہو۔

تفسیر: (آپ) ان سے (کہئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے وہ) چیزیں یہ ہیں۔ ایک (یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ) پس شریک ٹھہرانا حرام ہوا۔ (اور) دوسرے یہ کہ (ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو) پس ان سے بری طرح پیش آنا حرام ہو۔ (اور) تیسرے یہ کہ (اپنی اولاد کو افلاس کے سبب) جیسا کہ جاہلیت میں عام عادت تھی (قتل مت کیا کرو) کیونکہ (ہم تم کو اور ان کو) دونوں کو تقدیر میں لکھا ہوا (رزق دیں گے) تمہاری اولاد تمہاری ذات کے مقدر رزق میں شریک نہیں ہیں، پھر کیوں ان کو قتل کرتے ہو، پس ان کو قتل کرنا حرام ہوا۔ (اور) چوتھے یہ کہ (بے حیائی) یعنی بدکاری (کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ) لہٰذا زنا کرنا اور دیگر فحش باتیں اور کام کرنا حرام ہوا (خواہ وہ اعلانیہ ہوں اور خواہ پوشیدہ ہوں۔ اور) پانچویں یہ کہ (جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق) شرعی (پر) قتل جائز ہے مثلاً قصاص میں یا رجم میں، البتہ قتل ناحق حرام ہوا۔ (اس) سب (کا تم کو) اللہ تعالیٰ (نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم) ان کو (سمجھو) اور سمجھ کر عمل کرو۔ (اور) چھٹے یہ کہ (یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ) یعنی اس میں تصرف مت کرو (مگر ایسے طریقہ سے) تصرف

کی اجازت ہے (جو کہ) شرعاً (مستحسن ہے) مثلاً اس کے مال کو تجارت میں لگانا، اس کی ضروریات پر خرچ کرنا اور بالغ و سمجھدار ہو جانے پر اس کے حوالے کر دینا۔ بس یتیم کے مال میں ناجائز تصرف حرام ہوا۔ (اور) ساتویں یہ کہ (ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو، انصاف کے ساتھ) کہ کسی کا حق اپنے پاس نہ رہے اور نہ آئے، اور یہ احکام کچھ دشوار نہیں کیونکہ (ہم) تو (کسی شخص کو اس کے امکان سے زیادہ) احکام کی (تکلیف) بھی (نہیں دیتے) پھر ان احکام میں کوتاہی کیوں کی جائے۔ (اور) آٹھویں یہ کہ (جب تم) فیصلہ یا شہادت وغیرہ کے متعلق کوئی (بات کیا کرو تو) اس میں (انصاف) کا خیال (رکھا کرو گو وہ شخص) جس کے مقابلہ میں وہ بات کہہ رہے ہو تمہارا (قرابت دار ہی ہو اور) نویں یہ کہ (اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا کرو) جیسے قسم یا نذر جب کہ وہ شرعاً جائز ہو (اس کو پورا کیا کرو ان) سب (کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو) اور عمل کرو۔ (اور یہ) بھی کہہ دیجئے (کہ) کچھ انہیں احکام کی تخصیص نہیں بلکہ (یہ دین) اسلام اور اس کے تمام احکام (میرا رستہ ہے) جس کی طرف میں باذن الٰہی دعوت دیتا ہوں (جو) کہ بالکل (مستقیم) اور راست (ہے)، سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے) جس کی طرف میں دعوت دیتا ہوں (جدا) اور دور (کر دیں گی، اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے، تاکہ تم) اس راہ کے خلاف کرنے سے (احتیاط رکھو)

ربط: اوپر تحریم سمیت جو احکام دیئے گئے آگے ان کے بارے میں بتاتے ہیں کہ یہ ہمیشہ سے جاری تھے تمام انبیاء اور تمام شریعتوں کا ان پر اتفاق تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ دی جس میں احکام کی مزید تفصیل درج تھی۔ لیکن مشرکین عرب یہ بہانہ کر سکتے تھے کہ وہ کتابیں تو یہود و نصاریٰ پر اتریں ہم پر تو نہیں اتریں ہمیں ان کا کیا علم، تو ان کے بہانہ کو قطع کرنے کے لئے اب قرآن پاک نازل فرما دیا ہے جس کے براہ راست مخاطب یہ عرب ہیں۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۖ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّا

أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّا أَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

ترجمہ: پھر دی ہم نے موسیٰ کو کتاب واسطے پورا کرنے (نعمت کے) ان لوگوں پر جو نیک عمل کرتے ہیں، اور واسطے تفصیل کے ہر شے کی، اور واسطے ہدایت اور رحمت کے تاکہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے کا یقین کریں۔ اور یہ ایک کتاب ہے اتارا ہے ہم نے اس کو، بابرکت ہے سو تم اتباع کرو اس کا اور ڈرتے رہو تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔ مبادا کہ تم کہنے لگو کہ بس اتاری گئی کتاب دو گروہوں پر ہم سے پہلے اور ہم تھے ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر۔ یا کہنے لگو کہ اگر اتاری جاتی ہم پر کتاب تو ہم زیادہ راہ پر ہوتے ان سے، سو آ چکی تمہارے پاس حجت تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت۔ تو کون زیادہ ظالم ہوگا اس سے جس نے جھٹلایا اللہ کی آیتوں کو اور روکا ان سے۔ ہم سزا دیں گے ان کو جو روکتے ہیں ہماری آیتوں سے برا عذاب بسبب اس کے جو وہ روکتے تھے۔

تفسیر: اوپر ذکر کئے ہوئے احکام ہم نے تمام ہی انبیاء کو دیئے (پھر ہم نے موسیٰ) علیہ السلام (کو) عظیم ہونے کے (کتاب) تورات (دی تھی) جس سے اچھی طرح عمل کرنے والوں پر (ہماری نعمت پوری ہو) کہ عمل کرکے کامل ثواب حاصل کریں (اور سب) ضروری (احکام کی) اس کے ذریعے (تفصیل ہو جائے اور) اس کے ذریعے سب کو (رہنمائی ہو اور) ماننے والوں کے لئے (رحمت ہو) ہم نے اس صفت کی کتاب اس لئے دی (تاکہ وہ لوگ) یعنی بنی اسرائیل (اپنے رب کے ملنے پر یقین کریں) اور رب سے ملاقات کے عقیدہ کو سامنے رکھ کر سب احکام بجا لائیں۔ (اور) جب اس کا دور اس کے بعد انجیل کا دور ختم ہو چکا اب اس کے بعد (یہ) قرآن (ایک کتاب ہے جس کو ہم نے) آپ کے پاس (بھیجا بڑی خیر و برکت والی ہے سو) اب (اس کا اتباع کرو اور) اس سے خلاف کرنے کے بارے میں خدا سے (ڈرو تاکہ تم پر) اللہ تعالیٰ کی (رحمت ہو) اور ہم نے یہ قرآن اس لئے بھی نازل کیا کہ اگر یہ کتاب نازل نہ کی گئی ہوتی تو (کبھی تم لوگ) قیامت میں کفر و شرک پر عذاب کے وقت (یوں کہنے لگتے کہ) آسمانی (کتاب تو ہم سے پہلے جو دو فرقے) یہودی اور عیسائی (تھے

صرف ان پر نازل ہوئی تھی اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے) اس لئے ہم کو توحید کی تحقیق نہ ہوئی (یا) اور مومنین سابقین کو ثواب ملنے کے وقت (یوں کہتے کہ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان) مومنین سابقین (سے بھی زیادہ راہ پر ہوتے) اور عقائد و اعمال میں ان سے زیادہ کمال حاصل کر کے ثواب کے مستحق ہوتے (سو) یاد رکھو کہ (اب) تمہارے پاس کوئی عذر نہیں (تمہارے پاس) بھی (تمہارے رب کے پاس سے ایک کتاب) جس کے احکام (واضح) ہیں (اور) جو (رہنمائی کا ذریعہ) ہے (اور) خدا کی (رحمت) ہے (آچکی ہے سو) ایسی کافی شافی کتاب آنے کے بعد (اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو ہماری ان آیتوں کو جھوٹا بتائے) اور دوسروں کو بھی (اس سے روکے۔ ہم ابھی) آخرت میں (ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں سے روکتے ہیں ان کو اس روکنے کے سبب سخت سزا دیں گے) یہ تخفیف اس روکنے سے بڑھی ورنہ صرف تکذیب بھی موجب سزا ہے۔

فائدہ: بے خبری کی وجہ یہ نہیں تھی کہ تورات و انجیل عربی زبان میں نہ تھیں کیونکہ ترجمہ کے ذریعہ سے مضامین پر اطلاع ہو سکتی ہے بلکہ وجہ یہ تھی کہ اہل کتاب نے اہل عرب کی تعلیم و توحید کا بھی اہتمام نہیں کیا اور اتفاق سے کوئی مضمون کان میں پڑ جانے سے عام طور سے توجہ نہیں ہوتی اگرچہ اس قدر بات سے بھی غور و فکر کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اسی بنا پر توحید ترک کرنے پر عذاب ممکن تھا لیکن بادی النظر میں چونکہ آیات میں مذکور عذر پیش کیا جا سکتا تھا اس لئے اس کی بھی گنجائش نہیں چھوڑی۔

ربط: پچھلے مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء تشریف لائے، شریعتیں اتریں، کتابیں آئیں حتیٰ کہ اللہ کی آخری کتاب بھی آچکی جس نے ہر بات کو خوب کھول کھول کر بیان کیا اور ہر قسم کے شبہات کا ازالہ کیا اب بھی نہیں مانتے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اب قیامت ہی کے آنے کے منتظر ہیں لیکن اس وقت ان کا ایمان لانا ان کو کچھ مفید نہ ہوگا۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

ترجمہ: نہیں انتظار کرتے یہ لوگ مگر اس کا کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا آئے تیرا رب یا آئے کوئی نشانی تیرے رب کی۔ جس دن آئے گی نشانی تیرے رب کی نہیں نفع

دے گا کسی کو اس کا ایمان، جو نہیں ایمان لایا تھا پہلے سے یا نہیں کی تھی اس نے اپنے ایمان میں کچھ نیکی۔ تو کہہ دے تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں۔

تفسیر: (یہ لوگ) جو کہ کتاب الٰہی اور روشن دلائل کے نازل ہونے اور حق کے بالکل واضح ہو جانے کے بعد بھی ایمان نہیں لاتے اپنے ایمان لانے کے لئے (صرف اس امر کے منتظر) معلوم ہوتے (ہیں) کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا ان کے پاس آپ کا رب آئے (جیسا قیامت میں حساب کے وقت واقع ہوگا) (یا آپ کے رب کی) (قیامت کی نشانیوں میں سے) (کوئی بڑی نشانی آئے) اس بڑی نشانی سے مراد آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کیا ایمان لانے میں قیامت کے وقوع یا قرب کا انتظار ہے سو اس کے متعلق سن رکھیں کہ (جس روز آپ کے رب کی) یہ (بڑی نشانی آ پہنچے گی) اس روز (کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہ رکھتا ہوگا) بلکہ اسی روز ایمان لایا ہو (یا) ایمان تو پہلے سے بھی رکھتا ہو لیکن (اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو) بلکہ اعمال بد اور گناہوں میں مبتلا ہو، اور اس روز ان سے توبہ کر کے نیک اعمال شروع کرے تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ ہاں اس سے پہلے اگر معاصی سے توبہ کرتا تو مومن ہونے کی برکت سے توبہ قبول ہو جاتی۔ تو اگرچہ توبہ کی قبولیت ایمان کے منافع میں سے ہے مگر جب اس وقت ایمان نے یہ خاص نفع نہ دیا اور علامت قیامت ایمان و توبہ کی قبولیت سے مانع بن گئی تو قیامت کا واقع ہو جانا تو بدرجہ اولیٰ مانع ہوگا پھر انتظار کس بات کا ہے۔ اور اگر اس توضیح پر بھی ایمان نہ لائیں تو (آپ) (مزید تہدید کے طور پر) (فرما دیجئے کہ) خیر بہتر (تم) ان امور کے (منتظر رہو) اور مسلمان نہیں ہوتے تو مت ہو (ہم بھی) ان امور کے (منتظر ہیں) اس وقت تم پر مصیبت پڑے گی، اور ہم مومن ان شاء اللہ تعالیٰ نجات یافتہ ہوں گے۔

فائدہ: آیت میں جو بعض آیات مذکور ہے بہت سی احادیث میں اس کی تفسیر مغرب سے سورج کے طلوع ہونے کے ساتھ کی گئی ہے۔ اس کی کیفیت اس طرح آئی ہے کہ اس روز غروب کے بعد سورج بحکم خداوندی مغرب سے طلوع ہوگا پھر بیچ آسمان میں پہنچ کر واپس مغرب کی طرف لوٹ کر ادھر غروب ہوگا۔ اس کے بعد عام معمول کے مطابق مشرق سے نکلنے لگے گا۔ اس وقت بظاہر آبادی پوری دنیا میں نہ پھیلی ہوئی ہوگی بلکہ جنگوں اور حوادث کی وجہ سے کم ہو کر ایک محدود خطہ تک رہ جائے گی اور وہیں اس کا مشاہدہ ہوگا۔

ربط: مشرکین عرب کی گمراہی کو خوب تفصیل سے بیان کرنے کے بعد بتاتے ہیں کہ خواہ مشرکین عرب ہوں یا دیگر گمراہ قومیں مثلاً یہود و نصاریٰ ہوں یا وہ مدعیان اسلام ہوں جو آئندہ اسلامی

عقائد کو خراب کرنے والے ہیں ان لوگوں سے آپ کو کچھ واسطہ نہیں یہ سب اللہ کے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔ آپ بھی ان سے بیزاری کا اظہار کیجئے اور ان کا انجام اللہ کے حوالے کیجئے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے جدا جدا کر دیا اپنے دین کو اور ہو گئے بہت سے فرقے۔ نہیں ہے تو ان سے کچھ تعلق میں۔ بحقیق ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے پھر وہ خبر دے گا ان کو جو کچھ وہ کرتے تھے۔ جو کوئی لائے گا ایک نیکی تو اس کے لئے اس کا دس گنا ہے اور جو کوئی لائے گا ایک برائی تو نہیں سزا دیا جائے گا مگر اسی کے برابر اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے۔

تفسیر: (بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو) جس کے وہ مکلف تھے (جدا جدا کر دیا) اور اس میں نئی نئی راہیں نکال کر شرک و کفر و بدعت کے طریقے اختیار کر لئے (اور) مختلف (گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں) یعنی آپ ان سے بری ہیں اور آپ پر کوئی الزام نہیں (بس) وہ خود اپنے نیک و بد کے ذمہ دار ہیں، اور (ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے) وہ دیکھ بھال رہے ہیں (پھر) قیامت میں (ان کو ان کا کیا ہوا جتلا دیں گے) اور حجت قائم کر کے ان کا مستحق عذاب ہونا ظاہر کر دیں گے۔ (جو شخص نیک کام کرے گا اس کو) کم از کم (اس کے دس حصے ملیں گے) یعنی ایسا سمجھا جائے گا کہ گویا وہ نیکی دس بار کی اور نیز ایک نیکی پر جس قدر ثواب ملتا اب دس حصے ویسے ثواب کے ملیں گے (اور جو شخص برا کام کرے گا سو اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی) زیادہ نہ ملے گی (اور ان لوگوں پر) ظاہراً بھی (ظلم نہ ہوگا) کہ کوئی نیکی درج نہ ہو یا کوئی بدی زیادہ کر کے لکھ لی جائے۔

فائدہ: نیکی میں کم از کم کی قید اس لئے لگائی کہ دوسری نصوص میں تصریح ہے کہ بعض اوقات دس گنا سے بھی زیادہ ملے گا۔

ربط: اوپر یہ بتانے کے بعد کہ راہ حق سے ہٹ کر نئی نئی راہیں اختیار کرنے والوں کا آپ ﷺ سے کوئی واسطہ نہیں آگے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ خود جس راہ حق پر ہیں اس کو کھول کر بیان

کردیں۔

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

ترجمہ: تو کہہ دے بے شک رہنمائی کی میری میرے رب نے سیدھے رستے کی طرف کہ (وہ) دین مستحکم ہے طریقہ ہے ابراہیم کا جو یکسو تھا اور نہ تھا شرک کرنے والوں میں سے۔ تو کہہ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ نہیں کوئی شریک اس کا اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا اور میں ہوں ماننے والوں میں سب سے پہلا۔

تفسیر: (آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے ایک سیدھا رستہ) وحی کے ذریعہ سے (بتا دیا ہے کہ وہ ایک دین ہے) جو دلائل سے ثابت ہونے کی وجہ سے (مستحکم) ہے (جو طریقہ ہے ابراہیم) علیہ السلام (کا جس میں ذرا کجی نہیں اور وہ) ابراہیم (شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے) اور (آپ) اس دین کی قدرے تفصیل کے لئے (فرما دیجئے کہ) اس دین کا حاصل یہ ہے کہ (بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کے لئے ہے جو مالک ہے سارے جہان کا)۔ استحقاق عبادت یا تصرفات ربوبیت میں (اس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھ کو اسی) دین پر رہنے (کا حکم ہوا ہے اور) حکم کے موافق (میں) اس دین کے (سب ماننے والوں سے پہلا ماننے والا ہوں)۔

فائدہ: 1- یہاں دین کے جو اوصاف ذکر کئے گئے ہیں ان کے اعتبار سے دین خاص ہوا اسلام کے ساتھ اور اسلام میں بھی طریق سنت کے ساتھ۔ چنانچہ ملت ابراہیمی کا اسلام ہونا پہلے پ ۲ کے آخر میں گزر چکا ہے۔ اور ما کان من المشرکین سے مشرکین اور یہود و نصاریٰ سب کا رد ہو گیا۔ حنیف سے بدعت کے تمام طریقوں کا رد ہوا کیونکہ سب بدعات میں کجی ہے اور تفصیل میں صلوٰۃ اور نسک تو شرعی امور میں سے ہیں اور محیا و ممات خاص اللہ تعالیٰ کے لئے تکوینی

امور میں سے ہیں۔ پہلے کا تعلق عبادت سے ہے اور دوسرے کا ربوبیت کے اعتقاد سے ہے اور دونوں کے مجموعہ کا حاصل یہ ہوا کہ استحقاق عبادت میں بھی کوئی خدا کا شریک نہیں اور تصرف میں بھی کوئی خدا کا شریک نہیں ہے اور یہی مجموعہ توحید ہے۔

2: بذٰلک اُمرت میں دوسروں کو لطف کے ساتھ دعوت ہے کہ جب نبی بھی ایمان کے مکلف ہیں تو دوسرے کیوں نہ ہوں گے۔

ربط: اوپر رسول اللہ ﷺ سے راہ حق کی تفصیل بیان کروائی اور اب کہلوایا جا رہا ہے کہ میں اپنی راہ حق کو چھوڑ کر باطل راہوں کو اختیار کرنے والا نہیں جس کی چند وجوہ ہیں۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿١٦٤﴾

ترجمہ: تو کہہ کیا (اب) اللہ کے سوا میں تلاش کروں کوئی رب حالانکہ وہی ہے رب ہر چیز کا۔ اور نہیں کرتا کوئی بھی (کوئی گناہ) مگر (ہوتا ہے اسی کے ذمہ) اور نہ اٹھائے گا (گناہوں کا) کوئی بوجھ اٹھانے والا بوجھ کسی دوسرے (کے گناہوں) کا۔ پھر تمہارے رب کی طرف ہی تم سب کا لوٹنا ہے۔ سو وہ خبر دے گا تم کو اس بات کی جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔

تفسیر: (آپ) گمراہیوں کو اختیار کرنے والوں سے (فرما دیجئے کہ کیا) توحید و اسلام کی حقیقت واضح ہونے کے باوجود تمہارے کہنے سے (میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کے لئے تلاش کروں) یعنی نعوذ باللہ شرک اختیار کر لوں (حالانکہ) اس کے خلاف کئی وجوہ موجود ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ (وہ مالک ہے ہر چیز کا) اور سب چیزیں اس کی مملوک ہیں اور مملوک مالک کا شریک نہیں ہو سکتا (اور) دوسری وجہ یہ ہے کہ (جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے تو وہ) یعنی اس کا وبال (اسی پر رہتا ہے اور کوئی دوسرے) کے گناہ کا (کا بوجھ نہ اٹھائے گا) بلکہ سب اپنی اپنی بھگتیں گے تو میں غلط راہ پر چل کر اپنے اوپر بوجھ کیوں لادوں (پھر) تیسری وجہ یہ ہے کہ سب کے عمل کر چکنے کے بعد (تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہوگا، پھر وہ تم کو جتا دیں گے جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے) کہ کون کس راہ پر تھا اور کوئی کسی کو وہاں کی اطلاع سے فیصلہ کر دیا جائے گا اور حق کو ثبوت

سورۃ اعراف

اس صورت میں بنیادی مضمون یہ ہے کہ آیات و دلائل چونکہ رسولوں کی دعوت کے موافق ہیں اس لئے رسولوں پر اور ان کی تعلیمات پر ایمان لاؤ۔

سورۃ الاعراف مکیۃ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آیاتها ۲۰۶ رکوعاتها ۲۴

الٓمّٓصٓ ﴿١﴾ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢﴾ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٣﴾

ترجمہ (یہ) کتاب (ہے) اتاری گئی ہے تیری طرف سو نہ ہو تیرے سینے میں کوئی تنگی اس سے تاکہ تو ڈرائے اس کے ذریعہ اور نصیحت ہو ایمان والوں کیلئے۔ اتباع کرو اس کا جو اتارا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے اور نہ اتباع کرو اس (اللہ) کے سوا دوستوں کا۔ تھوڑی ہے جو تم نصیحت مانتے ہو۔

تفسیر: (المص) اس کے معنی تو اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہیں (یہ) قرآن (ایک کتاب ہے جو) یعنی اللہ کی جانب سے (آپ کے پاس بھیجی گئی ہے تو) اس کے منجانب اللہ ہونے میں اور (اس کے) احکام و اخبار کے (بارے میں آپ کے دل میں ذرا سا بھی شک و شبہ) یا تنگی (نہ ہونا چاہئے) کیونکہ یہ کتاب آپ کی طرف اس لئے نازل کی گئی ہے (کہ آپ اس کے ذریعے سے) لوگوں کو نافرمانی کی سزا سے (ڈرائیں اور) تاکہ یہ (نصیحت ہو ایمان والوں کے لئے) اگر بفرض محال خود پیغمبر کے دل میں کتاب کے بارے میں کوئی خلش اور تنگی نہ ہو بلکہ کچھ کھٹکا ہو تو وہ اپنے فرض انذار و تذکیر کو قوت و جرات کے ساتھ کیونکر ادا کر سکتے تھے۔ آگے عام امت کو خطاب ہے کہ جب معلوم ہو گیا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ ہے اور اس میں کسی بھی اعتبار سے کچھ شک و شبہ نہیں تو (تم لوگ اس) کتاب (کا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے)۔ اتباع

4۔ حدیث میں ہے آخرت کی ترازو کے لئے دو پلڑوں اور اس کے بیچ کے کانٹے کا ذکر ہے۔ وہ عالم مادے کا محتاج نہیں اس لئے وہاں ایسے ترازو سے غیر مادی چیزیں تولنے کا کوئی اشکال نہ ہوگا۔

ربط: ڈرانے اور ترہیب کے بعد آگے نعمتوں کا ذکر کر کے قبول حق پر ترغیب ہے۔ مکنکم میں نعمت تربیت مذکور ہے۔ پھر خلقنکم میں نعمت ایجاد پھر قلنا للملئکۃ میں نعمت اکرام۔ تیسری نعمت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ابلیس کے قصہ میں انسانوں کے لئے اس کی دائمی دشمنی کو ذکر کیا۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ

الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخٰلِدِينَ ۝ وَ
قَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِينَ ۝ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُورٍ ۚ فَلَمَّا
ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا
مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۖ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا
الشَّجَرَةِ وَأَقُلْ لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ قَالَا
رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ
الْخٰسِرِينَ ۝ قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي
الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلٰى حِينٍ ۝ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَ
فِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ۝ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ
لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيشًا ۖ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ۚ
ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝

ترجمہ: اور بے شک جگہ دی ہم نے تم کو زمین میں اور بنادیے ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان زندگی۔ بہت تھوڑا ہے جو تم شکر کرتے ہو۔ اور بے شک پیدا کیا ہم نے تم کو پھر صورتیں دیں ہم نے تم کو پھر کہا ہم نے فرشتوں سے (کہ) تم سجدہ کرو آدم کو، پس سجدہ کیا سب نے سوائے ابلیس کے، نہ تھا وہ سجدہ کرنے والوں میں سے۔ (اللہ نے) کہا کس چیز نے روکا تجھ کو کہ نہ تو سجدہ کرے جب کہ حکم دیا میں نے تجھ کو۔ (ابلیس) بولا میں بہتر ہوں اس سے، پیدا کیا تو نے مجھ کو آگ سے اور پیدا کیا تو نے اس کو مٹی سے (اللہ نے) کہا تو اتر یہاں سے نہیں ہے تیرے لئے (کوئی حق) کہ تو تکبر کرے اس (مقام) میں، نکل تو باہر نکل بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے۔ (ابلیس) بولا مہلت دے مجھ کو اس دن تک کہ لوگ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔ (اللہ نے) فرمایا بے شک تو مہلت دیئے ہوئے لوگوں میں سے ہے۔ (ابلیس) بولا تو بسبب اس کے جو گمراہ کیا تو نے مجھ کو میں ضرور بیٹھوں گا ان

لئے تیری سیدھی راہ پر۔ پھر میں آؤں گا ان پر ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور
ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے، اور تو نہیں پائے گا ان کے اکثروں کو شکر گزار۔ کہا
نکل یہاں سے ذلیل و خوار ہو کر، جو کوئی پیروی کرے گا تیری ان میں سے تو میں ضرور بھروں
گا دوزخ کو تم سب سے۔ اور اے آدم رہو تو اور تیری بیوی جنت میں، پھر تم دونوں کھاؤ جہاں
سے چاہو اور نہ پاس جاؤ تم اس درخت کے کہ کہیں تم ہو جاؤ گنہگاروں میں سے۔ پھر وسوسہ
اندازی کی ان دونوں کے لئے شیطان نے تاکہ ظاہر کر دے ان کے لئے وہ چیز جو چھپائی گئی
تھی ان سے یعنی ان کی شرمگاہ اور کہا نہیں منع کیا تم کو تمہارے رب نے اس درخت سے مگر یہ
کہ کہیں تم ہو جاؤ فرشتے یا ہو جاؤ ہمیشہ رہنے والوں میں سے۔ اور قسم کھائی ان دونوں سے کہ
بے شک میں تمہارے لئے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ پس نیچے لے آیا ان کو فریب سے۔ پھر
جب چکھا انہوں نے درخت کو (تو) ظاہر ہو گئیں ان کے لئے ان کی شرمگاہیں اور وہ دونوں
لگے جوڑنے اپنے اوپر جنت کے پتے۔ اور پکارا ان کو ان کے رب نے کیا نہیں میں نے منع
کیا تھا تم دونوں کو اس درخت سے اور (کیا) میں نے (نہیں) کہا تھا تم دونوں کو کہ شیطان
تمہارا کھلا دشمن ہے۔ ان دونوں نے کہا اے رب ہمارے ظلم کیا ہم نے اپنی جانوں پر اور اگر
نہ تو نے مغفرت کی ہماری اور (نہ) رحم کیا تو نے ہم پر تو ہم ضرور ہوں گے نقصان اٹھانے
والوں میں سے۔ فرمایا تم اترو (اس حال میں کہ) تمہارے بعض دوسرے بعض کے دشمن ہیں
اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا ہے اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک۔ فرمایا اسی میں تم زندہ
رہو گے اور اسی میں تم مرو گے اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے۔ اے اولاد آدم تحقیق اتارا ہم نے تم پر
لباس (جو) چھپاتا ہے تمہاری شرمگاہوں کو اور لباس پرہیزگاری کا وہ (سب سے) بہتر ہے۔
یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ لوگ یاد رکھیں۔

تفسیر: (اور بے شک ہم نے) نعمت کے طور پر (تم کو زمین میں رہنے کی جگہ دی، اور ہم
نے تمہارے لئے بنایا زمین (میں سامان زندگی پیدا کیا) یعنی تمہاری تخلیق سے پہلے تمہارے رہنے
سہنے اور کھانے پینے کا سامان پیدا کیا جس کا تقاضا یہ تھا کہ تم اس کے شکریہ میں فرمانبردار و اطاعت شعار
ہوتے۔ لیکن (تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو) شکر سے مراد اطاعت ہے اور کم اس لئے فرمایا کہ
تھوڑے بہت نیک کام تو آخر لوگ کر ہی لیتے ہیں لیکن ایمان نہ ہونے کی وجہ سے وہ قابل اعتبار نہیں
(اور ہم نے تم کو پیدا) کرنے کا سامان شروع (کیا) یعنی آدم علیہ السلام کا مادہ بنایا اسی مادے سے تم

توڑ کر رکھنے لگے اور) اس وقت (ان کے رب نے ان کو پکارا کیا میں تم دونوں کو اس درخت) کے کھانے (سے ممانعت نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے) اس کے بہکانے سے بچتے رہنا (دونوں کہنے لگے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا) کہ پوری احتیاط اور عقل سے کام نہ لیا (اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہم بڑے خسارہ میں پڑ جائیں گے۔ حق تعالیٰ نے) آدم و حوا علیہما السلام سے (فرمایا کہ) جنت سے (نیچے) زمین پر (ایسی حالت میں جاؤ کہ تم) یعنی تمہاری اولاد (باہم بعضے بعض کے دشمن رہو گے، اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ) تجویز کی گئی (ہے اور) اسباب معیشت سے (نفع حاصل کرنا) تجویز ہوا (ہے ایک وقت) خاص (تک) یعنی موت کے وقت تک اور یہ بھی (فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے) قیامت کے روز (پھر زندہ ہو کر نکلنا ہے)۔

(اے اولاد آدم) ایک ہمارا انعام یہ ہے کہ دشمن نے تم سے جنت کے کپڑے اتروائے تو (ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا) یعنی تم کو زمین میں لباس بنانے کی تدبیر سکھادی (جو تمہارے ستر) کی پردہ پوشی (کو بھی چھپاتا ہے اور) تمہارے بدن کے لئے (موجب زینت بھی) ہوا (ہے اور) اس ظاہری لباس کے علاوہ ایک معنوی لباس بھی تمہارے لئے تجویز کیا ہے جو (تقویٰ) یعنی دینداری (کا لباس) ہے کہ (یہ اس) ظاہری لباس (سے بڑھ کر) ضروری (ہے) کیونکہ اس ظاہری لباس کا شرعاً مطلوب ہونا بھی تقویٰ یعنی دینداری کی ایک فرع ہے کیونکہ ننگا کھلے رہنا دینداری کے خلاف ہے۔ لہٰذا اصل مقصود ہر حالت میں لباس تقویٰ ہی ہے (یہ) لباس پیدا کرنا (اللہ تعالیٰ) کے فضل و کرم (کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ یہ لوگ) اس نعمت کو (یاد رکھیں) اور یاد رکھ کر اپنے منعم اور محسن کا حق طاعت ادا کریں اور وہ حق اطاعت وہی ہے جس کو لباس تقویٰ فرمایا ہے۔

فائدہ: 1۔ ابن جریر کی ایک روایت کے مطابق ابلیس کی موت کا وقت وہی ہے جو سب مخلوقات کی فنا کا وقت ہے یعنی نفخۂ اولیٰ۔

2۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافر کی دعا بھی کبھی قبول ہو جاتی ہے اور یہ اکرام و محبت کو مستلزم نہیں ہے اور وما دعاء الکافرین الا فی ضلال یعنی کافروں کی پکار محض بے نتیجہ ہے جو اس کے خلاف سمجھا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں جو دعا و درخواست کریں گے وہ قبول نہ ہو گی۔

3۔ یہ قصہ کئی جگہ بیان ہوا ہے اور ہر جگہ اس کے سوال و جواب کی عبارت مختلف ہے حالانکہ

ظاہر ہے کہ واقعہ کسی خاص طور پر ہوا تھا پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ سب عبارتیں صحیح ہوں۔ جواب یہ ہے کہ واقعہ تو خاص انداز سے واقع ہوا ہو لیکن بعینہٖ انہی الفاظ میں بیان کرنا ضروری نہیں بلکہ اصل مضمون و معنی میں تبدیلی کئے بغیر مقام کے مناسب تعبیر کر سکتے ہیں۔

4۔ دشمن کا قاعدہ ہے کہ مذکورہ چار اطراف سے حملہ کرتا ہے ابلیس کے کلام میں اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح سے بھی ہو سکے گا خوب کوشش کروں گا اور کوئی کسر نہ چھوڑوں گا۔ لہذا اس کے تحت حدیث میں وارد یہ صورت بھی شامل ہے کہ آدمی کے بدن میں داخل ہو کر خون کی طرح گردش کرتا ہے

5۔ ابلیس نے یہ جو کہا کہ وہ اکثر کو بہکا سکے گا تو اس کا اندازہ اس نے قرائن سے مثلاً انسانی کمزوریاں دیکھ کر لگایا۔

6۔ ابلیس نے اغوا کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کی۔ غوایت و گمراہی کو پیدا کرنے کے معنی میں یہ بات حق ہے اللہ تعالیٰ ہر شے اور مخلوق کے ہر فعل کا خالق ہے۔ لیکن اس سے ابلیس کا مقصود اللہ تعالیٰ پر اعتراض تھا جو ظاہر ہے کہ مخلوق سے بہت ہی غیر مناسب ہے۔

ربط: اوپر یہ بتایا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اور اپنی دشمنی ہی کے تحت اس نے ہی تمہارے اولین ماں باپ کے کپڑے بھی اتروائے اور جنت سے بھی نکلوایا اور اس نے تمہیں گمراہ کرنے کے لئے مہلت بھی حاصل کر رکھی ہے۔ آگے بتاتے ہیں کہ تم شیطان سے بچ کے رہو۔ ہر قسم کی بے حیائی کے کام وہی کرواتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے کاموں کا حکم نہیں دیتے بلکہ وہ تو تمہیں ان سے اور دیگر برائیوں سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں اور دیگر خوبیوں کا حکم دیتے ہیں۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ
الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا
لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ
اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا فَعَلُوْا
فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَاۗءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ
اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۣ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

زندگی باقی رکھنے سے زائد کھانا اور گھی اور چکنائی کا استعمال چھوڑ دیتے تھے اور بعض بکری کے دودھ اور
گوشت سے پرہیز کرتے تھے اس لئے اس سے بھی باز آ جاؤ اور حلال چیزوں کو (خوب کھاؤ اور پیو
اور) خواہ مخواہ ان کو حرام اختیار کر کے (حد) شرعی (سے مت نکلو۔ بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے
حد سے نکل جانے والوں کو)۔ اور جو لوگ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزیں، مباحات اور مطعومات و
مشروبات کو بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل حرام سمجھ رہے ہیں ان سے (آپ) یوں (فرما دیجئے کہ) یہ بتاؤ
(اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے کپڑوں کو جو اس نے اپنے بندوں کے) استعمال کے (واسطے بنائے ہیں
اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو) جن کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے (کس شخص نے حرام کیا ہے) یعنی
حلال و حرام قرار دینا تو خالق و مالک کائنات کا کام ہے، تم اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام کہنے
والے کون ہو؟ ان آیات میں لباس اور کھانے پینے کی چیزوں کو انعام خداوندی قرار دیا ہے اس سے کفار
کو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ یہ انعام تو ہمیں خوب مل رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہوتا اور ہمارے
عقائد و اعمال اس کے خلاف ہوتے تو یہ انعام ہمیں کیوں ملتا، اس شبہ کے جواب کے لئے فرمایا کہ
اے محمد ﷺ (آپ ان سے یہ کہہ دیجئے کہ) انعامات دنیویہ کے استعمال کی اجازت اللہ تعالیٰ کے ہاں
اس کی مقبولیت کی دلیل نہیں، ہاں جس استعمال کے بعد کوئی وبال نہ ہو وہ مقبولیت کی دلیل ہے اور ایسا
استعمال خاص اہل ایمان کا حصہ ہے، کیونکہ کفار جتنا زیادہ دنیاوی نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں اتنا ہی
ان کا وبال اور عذاب آخرت بڑھتا رہتا ہے، اس لئے فرمایا کہ (یہ اشیاء) لباس اور کھانے پینے کی
چیزیں (اس طور پر کہ قیامت کے روز بھی) کدورات سے اور عذاب سے (خالص رہیں دنیاوی زندگی
میں خاص اہل ایمان ہی کے لئے ہیں) بخلاف کفار کے کہ گو دنیا میں انہوں نے اللہ کی نعمتوں کو
استعمال کر کے عیش و عشرت میں زندگی بسر کی، مگر چونکہ ان نعمتوں کا شکر ایمان و اطاعت کے ذریعہ ادا
نہیں کیا، اس لئے وہاں یہ نعمتیں وبال اور عذاب بن جائیں گی۔ جیسے کوئی حاکم یا بڑا افسر اپنے دو
اہلکاروں کو کچھ کام بتائے اور کام کی میعاد ختم ہونے تک اپنے گھر سے کھانا بھی ان کو کھلائے تو یہ کھانا
کھلانا خوشنودی کی دلیل نہیں بلکہ یہ تو امانت ہے۔ البتہ جس نے وقت کے اندر کام کو کر لیا اس سے
خوش ہوا اور جس نے کام نہ کیا اس کے لئے تو کھانا بھی مزید غصہ کا سبب بن گیا کہ میں نے تم کو
اپنے پاس سے کھانا کھلایا پھر بھی اس نے ڈھٹائی کی۔ اور جیسے یہ مضمون ہم نے تفصیل سے بیان کیا
(ہم اسی طرح تمام آیات کو سمجھداروں کے واسطے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ آپ) ان سے یہ بھی
(فرما دیجئے کہ) تم نے جن حلال چیزوں کو بلا وجہ حرام سمجھ رکھا ہے وہ تو اللہ نے حرام نہیں کیں (البتہ

اہل جنت کا ذکر

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۟ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور کیے نیک اعمال نہیں ہم تکلیف دیتے کسی شخص کو مگر اس کی طاقت کے بقدر۔ وہی ہیں جنت والے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اور نکال لیں گے ہم جو کچھ ان کے سینوں میں ہے رنج سے۔ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں اور کہیں گے شکر ہے اللہ کا جس نے پہنچایا ہم کو اس تک۔ اور نہیں تھے ہم کہ خود پا لیتے اگر نہ پہنچاتا ہم کو اللہ۔ بے شک لائے تھے ہمارے رب کے پیغمبر حق بات کو۔ اور وہ پکارے جائیں گے کہ یہ جنت ہے وارث بنائے گئے ہو تم جس کے بسبب اس کے جو تم عمل کرتے تھے۔

تفسیر: (اور جو لوگ) ہماری آیتوں پر (ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے) اور یہ نیک کام کچھ مشکل نہیں، کیونکہ ہماری عادت ہے کہ (ہم کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ کوئی کام نہیں کہتے) یہ جملہ معترضہ تھا آگے فرماتے ہیں (ایسے لوگ جنت) میں جانے (والے ہیں) اور (وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے) اور ان کی حالت اہل دوزخ کی سی نہ ہوگی کہ وہاں بھی ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرتے رہیں گے، بلکہ ان کی یہ کیفیت ہوگی کہ (جو کچھ ان کے دلوں میں) کسی معاملہ کی وجہ سے دنیا میں طبعی تقاضے سے (غبار) اور رنج (تھا ہم اس کو) بھی (دور کر دیں گے) اور وہ باہم الفت و محبت سے رہیں گے اور (ان کے) مکانات کے (نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ لوگ) انتہائی فرح و سرور سے (کہیں گے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ (شکر ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی) یہاں تک رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے) اس میں یہ بھی آ گیا کہ یہاں تک پہنچنے کا جو

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۟ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ۞ وَاِذَا صُرِفَتْ
اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ
الظّٰلِمِيْنَ ۞ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ
قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۞ اَهٰۤؤُلَآءِ
الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ
عَلَيْكُمْ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۞ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ
الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا
اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا
وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ
يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۞

ترجمہ: اور پکاریں گے جنت والے دوزخ والوں کو کہ پا لیا ہے ہم نے (اس کو) جو وعدہ کیا تھا ہم سے ہمارے رب نے سچا، سو کیا پایا تم نے (بھی اس کو) جو وعدہ کیا تھا تمہارے رب نے سچا؟ وہ کہیں گے (کہ) ہاں۔ پھر پکارے گا ایک پکارنے والا ان کے درمیان کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر جو روکتے تھے اللہ کی راہ سے اور تلاش کرتے تھے اس میں کجی اور وہ آخرت کے منکر تھے۔ اور دونوں کے درمیان ایک آڑ (یعنی دیوار) ہوگی اور اعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہوں گے پہچانیں گے ہر ایک کو ان کی نشانی سے اور وہ پکاریں گے جنت والوں کو کہ سلامتی ہے تم پر۔ وہ ابھی داخل نہیں ہوئے جنت میں اور وہ طمع رکھتے ہوں گے۔ اور جب پھیری جائیں گی ان کی نگاہیں جانب دوزخ والوں کے تو کہیں گے اے ہمارے رب مت کر تو ہم کو ظالم لوگوں کے ساتھ۔ اور پکاریں گے اعراف والے (جہنم کے) بہت سے آدمیوں کو پہچانتے ہوں گے ان کو ان کی نشانی سے، کہیں گے نہیں کام آئی تمہارے تمہاری جماعت اور جو تم تکبر کرتے تھے۔ کیا یہ وہی (مسلمان) ہیں جن کے بارے میں تم قسم کھایا کرتے تھے کہ نہیں پہنچے گا ان کو اللہ رحمت کے ساتھ۔ داخل ہو جاؤ جنت میں نہیں ہے

چہروں پر ظلمت اور کدورت ہوگی جیسا دوسری آیت میں ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ الخ یعنی اس دن کچھ چہرے روشن اور ہنستے ہوئے ہوں گے (اور یہ) اہل اعراف اہل جنت کو پکاریں گے السلام علیکم ابھی یہ (اہل اعراف جنت میں) داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور اس کے امیدوار ہوں گے) چنانچہ حدیثوں میں آیا ہے کہ ان کی امید پوری کر دی جائے گی اور جنت میں جانے کا حکم ہو جائے گا (اور جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف جا پڑیں گی) اس وقت ہول کھا کر (کہیں گے اے ہمارے رب ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ) عذاب میں (شامل نہ کیجئے۔ اور) جیسے اہل اعراف نے اہل جنت سے سلام وکلام کیا اسی طرح (اہل اعراف) دوزخیوں میں سے (بہت سے آدمیوں کو) جو کہ کافر ہوں گے اور (جن کو) ان کی علامت) یعنی چہرہ کی ظلمت و کدورت (سے پہچانیں گے) کہ یہ کافر ہیں (پکاریں گے) اور (کہیں گے کہ تمہاری جماعت تمہارے کچھ کام نہ آئی (اور تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا) اور انبیاء کا اتباع نہ کرنا بھی (تمہارے کچھ کام نہ آیا) اور تم اسی تکبر کی وجہ سے مسلمانوں کو حقیر سمجھ کر یہ بھی کہا کرتے تھے کہ یہ فضل وکرم کے مستحق کیسے ہو سکتے ہیں جیسا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا میں کیا یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم میں سے احسان کیا اس سے بھی یہ مضمون مفہوم ہوتا ہے۔ تو ان مسلمانوں کو اب تو دیکھو (کیا یہ) جو جنت میں عیش کر رہے ہیں (وہی) مسلمان (ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نہ کرے گا) ان پر تو اتنی بڑی رحمت ہوئی کہ (ان کو یہ حکم ہو گیا کہ جاؤ جنت میں) جہاں (تم پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہو گے)۔

(اور) جس طرح اہل جنت والوں نے دوزخ والوں سے گفتگو کی اسی طرح (دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ) ہم بھوک اور پیاس اور گرمی کے مارے بے دم ہوئے جاتے ہیں (خدا کے واسطے ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو) شاید کچھ تسکین ہو جائے (یا اور ہی کچھ دیدو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے) اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو یہ توقع اور امید ہوگی کہ ان کو اس میں سے کچھ مل ہی جائے گا کیونکہ انتہائی اضطراب میں توقع سے بعید باتیں بھی منہ سے نکلا کرتی ہیں۔ (جنت والے) جواب میں (کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی) یعنی جنت کے کھانے اور پینے کی (کافروں کے لئے بندش کر رکھی ہے جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو) جس کا قبول کرنا ان کے ذمہ واجب تھا (تماشہ اور کھیل بنا رکھا تھا اور جن کو دنیوی زندگانی نے دھوکہ) اور غفلت (میں ڈال رکھا تھا) اس لئے دین کی کچھ پرواہ نہ کی اور یہ تو دار الجزاء ہے جب دین نہیں اس کا ثمرہ کہاں سے آئے حق تعالیٰ اہل جنت کے اس جواب کی تصدیق و تائید میں فرماتے ہیں (سو) جب ان کی دنیا میں یہ

لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۝

ترجمہ: بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین چھ دنوں میں پھر قائم ہوا عرش پر۔ ڈھانپ دیتا ہے رات کو دن پر (ایسی طور کہ) رات طلب کرتی ہے دن کو جلدی سے اور (پیدا کئے) سورج اور چاند اور ستارے اس حال میں کہ یہ سب تابع ہیں اس کے حکم کے۔ آگاہ ہو جاؤ اسی کے لئے ہے پیدا کرنا اور حکم دینا، بابرکت ہے اللہ پروردگار تمام جہانوں کا۔ پکارو اپنے رب کو عاجزی سے اور چپکے چپکے، بے شک وہ نہیں پسند کرتا حد سے نکلنے والوں کو۔ اور مت فساد پھیلاؤ زمین میں اس کی اصلاح کے بعد اور پکارو اس کو ڈر اور امید کرتے ہوئے۔ بے شک اللہ کی رحمت قریب ہے نیک کام کرنے والوں سے۔ اور وہی ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو بشارت دینے والی خوشخبری اپنی رحمت (باران) سے۔ یہاں تک کہ جب اٹھا لیتی ہیں (وہ ہوائیں) بھاری بادلوں کو تو ہانک دیتے ہیں ہم اس (بادل) کو خشک زمین کی طرف پھر اتارتے ہیں ہم اس (بادل) سے پانی کو پھر نکالتے ہیں ہم اس (پانی) سے ہر قسم کے پھل۔ اسی طرح ہم نکالیں گے مردوں کو تاکہ تم سمجھو۔ اور ستھری زمین (جو ہوتی ہے) نکلتی ہے اس کی پیداوار اس کے رب کے حکم سے۔ اور جو (زمین) خراب ہوتی نہیں نکلتی (اس کی پیداوار) مگر ناقص۔ اسی طرح ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں دلائل کو ان لوگوں کے لئے جو قدر کرتے ہیں۔

تفسیر: (بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز) کے برابر وقت (میں پیدا کیا) اور جیسا کہ قرآن پاک میں ہے واِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ یعنی تمہارے ہزار برس اس کے یہاں کے ایک دن کے برابر ہیں۔ لہٰذا چھ ہزار سال کے برابر وقت مراد ہے۔ یعنی پہلے ان کا مادہ پیدا کیا پھر اس کی استعداد کے مطابق بتدریج مختلف صورتوں میں منتقل کیا یہاں تک کہ چھ ہزار سال میں جا کر آسمان اور زمین اپنے تمام متعلقات سمیت موجودہ شکل میں موجود ہوئے۔ (پھر عرش پر) جو سلطنت کے تخت کے مشابہ ہے اس طرح (قائم) اور جلوہ فرما

(اور وہ) اللہ (ایسا ہے کہ اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ) بارش کی امید دلا کر دلوں کو (خوش کر دیتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی خشک زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں، پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں، پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں) جس سے اللہ تعالیٰ کی توحید بھی ثابت ہوتی ہے اور مردوں کو زندہ کرنے پر قدرت بھی ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے فرمایا (یوں ہی) قیامت کے روز (ہم مردوں کو زمین سے (نکال کھڑا کریں گے) یہ سب اس لئے بتایا (تاکہ تم سمجھو)۔ اور قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایت اگرچہ سب کے لئے عام ہے مگر اس سے فائدہ اٹھانے والے کم لوگ ہوتے ہیں۔ ان کی مثال اسی بارش سے سمجھو کہ بارش تو ہر زمین پر برستی ہے، مگر کھیتی اور درخت ہر جگہ نہیں پیدا ہوتے صرف ان زمینوں میں پیدا ہوتے ہیں جن میں صلاحیت ہے اس لئے فرمایا کہ (جو زمین ستھری ہوتی ہے اس کی پیداوار تو خدا کے حکم سے خوب نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس کی پیداوار) اگر نکلی بھی تو (بہت کم نکلتی ہے اسی طرح ہم) ہمیشہ (دلائل کو طرح طرح سے بیان کرتے رہتے ہیں) مگر وہ سب (انہی لوگوں کے لئے) نافع ہوتے ہیں (جو) ان کی (قدر کرتے ہیں) اور ان کو اپنی فلاح کی چیز سمجھ کر ان میں غور کرتے اور ان پر عمل کرتے ہیں۔

فائدہ: 1۔ اللہ تعالیٰ کی تجلیات

اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت کے دو اہم طریقے ہیں۔

i۔ رسولوں کے ذریعے۔

ii۔ تجلیات کے ذریعے۔

تجلی کی حقیقت

اللہ تعالیٰ کسی شے کو اپنی ذات کا عنوان اور اپنی معرفت کا اور اپنے احکام دینے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ اس وقت اس شے کی اپنی مستقل حیثیت ختم ہو جاتی ہے یعنی بالکل نظر انداز کر دی جاتی ہے اس لئے جب اس حالت میں اس شے کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے تو اس سے خود وہ شے مقصود نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقصود ہوتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ شے خود خدا بن جاتی ہے یا خدا اس میں حلول کر جاتا ہے۔

اس کو ایک مثال سے سمجھو۔ فرض کرو کہ بڑے جاہ و جلال والا ایک بادشاہ ہے جس تک ہر کسی کی رسائی نہیں ہے۔ اس بادشاہ نے ایک خاص مقام میں ایک بڑا ٹیلی ویژن نصب کرا دیا اور اعلان کرا دیا

تھی۔ بت پرستی کی ابتداء یوں ہوئی کہ بعض بزرگوں کا انتقال ہو گیا تھا جن کے نام وَدّ، سُواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے۔ لوگوں نے ان کی تصویریں بنا لیں تاکہ ان کے حالات اور عبادت وغیرہ کی یاد تازہ رہے۔ کچھ مدت کے بعد ان صورتوں کے مطابق مجسمے بنا لئے گئے کہ کچھ عرصہ کے بعد ان کی عبادت ہونے لگی۔ جب بت پرستی کی وبا پھیل گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ

فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ
عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قَالَ الْمَلَأُ مِن قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ
فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ
مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنصَحُ لَكُمْ وَ
أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن
رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝
فَكَذَّبُوهُ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ
كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ۝

ترجمہ: بے شک بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف پس کہا (نوح نے) اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی۔ نہیں ہے تمہارے لئے کوئی مستحق عبادت اس کے سوا۔ بے شک میں خوف کرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا۔ بولے سردار اس کی قوم کے بے شک ہم دیکھتے ہیں تجھ کو کھلی گمراہی میں۔ کہا اے میری قوم نہیں مجھ میں کوئی گمراہی لیکن میں بھیجا ہوا ہوں رب العالمین کی جانب سے۔ میں پہنچاتا ہوں تم کو پیغامات اپنے رب کے اور میں خیرخواہی کرتا ہوں تمہاری اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے۔ کیا تم نے تعجب کیا (اس بات) سے کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک مرد پر تم میں سے تاکہ وہ ڈرائے تم کو اور تاکہ تم ڈرو اور تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔ پھر جھٹلایا انہوں نے اس کو پس بچایا ہم نے اس کو اور ان کو جو تھے اس کے ساتھ کشتی میں اور غرق کر دیا ہم نے

غرق ہو جانا سورۂ نوح میں مذکور ہے۔

2۔ ایک قصہ کے مختلف الفاظ سے قرآن میں مذکور ہونے کی تحقیق و توجیہ اسی سورت کے دوسرے رکوع میں گزر چکی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ نیابتاً سب اقوال صادر ہوئے ہوں اور قوم میں سے کسی نے کچھ کہا ہو کسی نے کچھ کہا ہو یا مختلف مجالس میں گفتگو ہوئی ہو۔

حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد کا قصہ

عاد اصل میں ایک شخص کا نام ہے جو نوح علیہ السلام کی پانچویں نسل اور ان کے بیٹے سام کی اولاد میں ہے۔ پھر اس شخص کی اولاد اور پوری قوم عاد کے نام سے مشہور ہوگئی۔ قرآن کریم میں عاد کے ساتھ کہیں لفظ عاد اولیٰ اور کہیں ارم ذات العماد بھی آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم عاد کو ارم بھی کہا جاتا ہے۔ اور عاد اولیٰ کے مقابلہ میں کوئی عاد ثانی بھی ہے۔ اس کی تحقیق میں زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ عاد کے دادا کا نام ارم ہے اس کے ایک بیٹے یعنی عوص کا بیٹا عاد اولیٰ ہے اور ارم کے دوسرے بیٹے جثر کا بیٹا ثمود ہے یہ عاد ثانی کہلاتا ہے۔ عاد اولیٰ کی اولاد عاد اولیٰ بھی کہلاتی ہے اور ثمود یعنی عاد ثانی کی اولاد ثمود اور عاد ثانیہ کہلاتی ہے۔

قوم عاد جو یمن میں رہتی تھی اس میں بت پرستی پھیل گئی تھی۔ روزی دینے، بارش برسانے، تندرست کرنے اور مختلف حاجتوں کے لئے الگ الگ دیوتا بنا رکھے تھے جن کی پرستش کرتے تھے۔

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ

هُودًا ۗ قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥٓ ۚ

أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝ قَالَ ٱلْمَلَأُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِن قَوْمِهِۦٓ إِنَّا لَنَرَىٰكَ

فِى سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ ٱلْكَٰذِبِينَ ۝ قَالَ يَٰقَوْمِ لَيْسَ

بِى سَفَاهَةٌ وَلَٰكِنِّى رَسُولٌ مِّن رَّبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ۝ أُبَلِّغُكُمْ

رِسَٰلَٰتِ رَبِّى وَأَنَا۠ لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ۝ أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَآءَكُمْ

ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ ۚ وَٱذْكُرُوٓا۟

إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِى ٱلْخَلْقِ

بَصْۜطَةً ۖ فَٱذْكُرُوٓا۟ ءَالَآءَ ٱللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ قَالُوٓا۟

تفسیر: (اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے) برادری یا وطن کے (بھائی) حضرت (ہود) علیہ السلام (کو) پیغمبر بنا کر (بھیجا انہوں نے) اپنی قوم سے (فرمایا اے میری قوم تم) صرف (اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود) ہونے کے قابل (نہیں) اور بت پرستی چھوڑ دو جیسا آگے ونذر ما کان یعبد اباؤنا سے معلوم ہوتا ہے (سو کیا تم) ایسے بڑے جرم عظیم یعنی شرک کے مرتکب ہو کر عذاب الٰہی سے (نہیں ڈرتے ان کی قوم میں جو سردار کافر تھے انہوں نے) جواب میں (کہا کہ ہم تم کو کم عقلی میں) مبتلا (دیکھتے ہیں) کہ توحید کی تعلیم کر رہے ہو اور عذاب سے ڈرا رہے ہو (اور ہم بیشک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں) یعنی نعوذ باللہ نہ تو توحید کی بات صحیح ہے اور نہ عذاب کا آنا صحیح ہے (انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں ذرا بھی کم عقلی نہیں لیکن) چونکہ (میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں) انہوں نے مجھ کو توحید کی تعلیم دینے اور عذاب سے ڈرانے کا حکم کیا ہے اس لئے اپنا منصبی کام کرتا ہوں کہ (تم کو اپنے پروردگار کے پیغام) اور احکام (پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا خیر خواہ امانت دار ہوں) کیونکہ توحید و ایمان میں تمہارا ہی نفع ہے (اور) تم جو میرے بشر ہونے کی وجہ سے میری نبوت کا انکار کرتے ہو جیسا سورۂ ابراہیم میں قوم نوح و عاد و ثمود کے ذکر کے بعد ہے قالوا ان انتم الا بشر مثلنا یعنی تم تو محض ہماری طرح کے بشر ہو تو (کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا) بشر (ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی) وہ نصیحت کی بات وہی ہے جو مذکور ہوئی یعنی یقوم اعبدوا اللہ سے افلا تتقون تک (تاکہ وہ شخص تم کو) عذاب الٰہی سے (ڈرائے) یعنی یہ تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ بشریت و نبوت آپس میں ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں۔ اوپر افلا تتقون میں ڈراوا تھا آگے ترغیب ہے۔ (اور) اے قوم (تم یہ حالت یاد کرو) اور یاد کرکے احسان مانو اور اطاعت کرو (کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قوم نوح کے بعد) روئے زمین پر (آباد کیا اور ڈیل ڈول میں تم کو پھیلاؤ) بھی (زیادہ دیا سو خدا تعالیٰ کی) ان (نعمتوں کو یاد کرو) اور یاد کرکے احسان مانو اور اطاعت کرو (تاکہ تم کو) ہر طرح کی (فلاح ہو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا) خوب (آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہوں گے کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کیا کریں اور جن) بتوں (کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ہم ان) کی عبادت (کو چھوڑ دیں) یعنی ہم ایسا نہ کریں گے (اور ہم کو) نہ ماننے پر (جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو تو اس) عذاب (کو ہمارے پاس منگوا دو اگر تم سچے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ) تمہاری سرکشی کی جب یہ حالت ہے تو (بس اب تم پر خدا کی طرف سے عذاب اور غضب آیا ہی چاہتا ہے) الخ عذاب کے شبہ

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝۷۶ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۷۷ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝۷۸ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ۝۷۹

ترجمہ: اور (بھیجا ہم نے) ثمود کی طرف انکے بھائی صالحؑ کو۔ کہا (صالح نے) اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی مستحق عبادت اس کے سوا۔ آچکی ہے تمہارے پاس دلیل تمہارے رب کی طرف سے۔ یہ اللہ کی اونٹنی ہے (ظاہر کی گئی ہے) تمہارے لئے نشانی کے طور پر سو تم چھوڑ دو اس کو کہ کھاتی رہے اللہ کی زمین میں اور مت ہاتھ لگاؤ اس کو برائی کے ساتھ کہ (کہیں) پکڑے تم کو عذاب دردناک۔ اور یاد کرو جب (اللہ نے) بنایا تم کو نائب (قوم) عاد کے بعد اور ٹھکانا دیا تم کو زمین میں تم بناتے ہو اس کے نرم حصہ میں محل اور تراش کر بناتے ہو پہاڑوں کو گھر بس یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو اور مت فساد کرو زمین میں فسادی ہو کر۔ کہا سرداروں نے کہ جنہوں نے تکبر کیا ان کی قوم میں سے ان لوگوں سے جو کمزور (اور غریب) ہوئے (یعنی) ان کو جو ایمان لے آئے تھے ان (کی قوم) میں سے کیا تم (یقین کے ساتھ) جانتے ہو کہ صالحؑ بھیجا ہوا ہے اپنے رب کی طرف سے۔ انہوں نے (جواب میں) کہا بے شک ہم اس بات پر جو وہ دے کر بھیجا گیا ہے ایمان رکھنے والے ہیں۔ کہا ان لوگوں نے جنہوں نے تکبر کیا بے شک ہم اس بات کے ایمان لائے ہو تم جس پر منکر ہیں۔ پھر کاٹ ڈالا انہوں نے اونٹنی کو اور سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے اور کہا اے صالحؑ لے آ تو ہمارے پاس جس کی تو دھمکی دیتا ہے ہم کو اگر تو ہے رسولوں میں سے۔ پس پکڑا ان کو زلزلہ نے اور ہو گئے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے۔ پھر پلٹا (صالحؑ) ان سے اور کہا اے میری قوم پہنچا دیا تھا میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام اور خیر خواہی کی میں نے تمہاری ولیکن تم پسند نہیں کرتے تھے خیر خواہی کرنے والوں کو۔

تفسیر: (اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالحؑ) علیہ السلام (۰ کو) پیغمبر بنا کر (بھیجا انہوں نے) اپنی قوم سے (فرمایا اے میری قوم تم) صرف (اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا

اونٹنی تمہارا معبود) ہونے سے تو رہی (تھیں) اور انہوں نے ایک نادر معجزے کی درخواست کی کہ اس پتھر
میں سے ایک اونٹنی پیدا ہو تو ہم ایمان لائیں چنانچہ آپ کی دعا سے ایسا ہی ہوا کہ وہ پتھر پھٹا اور اس
کے اندر سے ایک بڑی اونٹنی نکلی۔ آپ نے فرمایا کہ (تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے)
میرے رسول ہونے کی (ایک واضح دلیل آ چکی ہے) آگے اس کا بیان ہے (یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو
تمہارے لئے دلیل (بنا کر ظاہر کی گئی) ہے) اور اسی لئے اللہ کی اونٹنی کہلائی کہ اللہ کی دلیل ہے (سو
علاوہ اس کے کہ یہ میری رسالت پر دلیل ہے خود اس کے بھی کچھ حقوق ہیں جن میں سے ایک یہ ہے
کہ (اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں) گھاس چارہ (کھاتی پھرا کرے) اسی طرح اپنی باری کے دن
پانی پیتی رہے جیسا دوسری آیت میں ہے (اور اس کو برائی) اور تکلیف دہی (کے ساتھ ہاتھ بھی مت
لگانا کبھی تم کو دردناک عذاب آ پکڑے۔ اور) اے قوم (تم یہ حالت یاد کرو) اور یاد کر کے احسان مانو
اور اطاعت کرو (کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو) قوم (عاد کے بعد) روئے زمین پر (آباد کیا) اور تم کو زمین پر
رہنے کو ٹھکانا دیا کہ (نرم زمین پر) بھی بڑے بڑے (محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش
کر ان میں) بھی (گھر بناتے ہو سو خدا تعالیٰ کی) ان (نعمتوں کو) اور دوسری نعمتوں کو بھی (یاد کرو
اور) کفر و شرک کے ذریعہ (زمین میں فساد مت پھیلاؤ) یعنی ایمان لے آؤ۔ مگر باوجود اس قدر فہمائش
کے صرف کچھ غریب لوگ ایمان لائے جن سے قوم کے سرداروں نے استہزاء کے طور پر گفتگو کی یعنی
(ان کی قوم میں جو متکبر سردار تھے انہوں نے غریب لوگوں سے جو کہ ان میں سے ایمان لے آئے تھے
کہا کہ بڑے بڑے لوگ تو آج تک نہ سمجھے مگر) کیا تم کو معلوم ہو گیا کہ صالح (علیہ السلام) (اپنے
رب کی طرف سے) (پیغمبر بنا کر بھیجے ہوئے) ہیں (انہوں نے) جواب میں (کہا کہ) صرف
معلوم ہی ہو گیا ہے کہ وہ نبی ہیں بلکہ ہم تو اس بات کو دل کی گہرائیوں سے مانتے ہیں اور ساتھ ہی
(بلکہ ہم اس پر جو ان کو دے کر) بھی (پورا یقین رکھتے ہیں جو وہ لے کر بھیجے گئے ہیں) ان غریب
مسلمانوں کے پختہ یقین و ایمان کو دیکھ کر وہ کھسیانے ہوئے اور (متکبر لوگ کہنے لگے کہ تم جس چیز پر
یقین لائے ہوئے ہو ہم تو اس کے منکر ہیں)۔

(غرض) نہ صالح علیہ السلام پر ایمان لائے اور نہ اونٹنی کے حقوق ادا کئے بلکہ اس اونٹنی سے بھی
تنگ دل ہونے لگے کیونکہ وہ اونٹنی بہت ہی بڑے جسم والی تھی اس لئے جس جنگل میں وہ چرتی تھی دوسرے
مویشی اس سے ڈر کر بھاگ جاتے اور جس کنوئیں میں پانی کی باری مقرر ہوتی اس کا تمام پانی پی جاتی
لہٰذا اس روز دوسرے مویشی کو وہاں پانی نہ ملتا۔ لہٰذا انہوں نے (اس اونٹنی کو) بھی (مار ڈالا اور اپنے
پروردگار) کے حکم سے (سرکشی کی) اور (اس پر یہ بیباکی تو

بوجہ ایمان نہ لانے کے (ان ہی لوگوں میں رہی جو پیچھے) عذاب میں (رہ گئے تھے اور) وہ عذاب جو ان پر نازل ہوا یہ تھا کہ (ہم نے ان پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا) کہ وہ پتھروں کی بارش تھی (سو) اے دیکھنے والے (دیکھ تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا) اگر تو غور سے دیکھے گا تو تعجب کرے گا اور سمجھے گا کہ نافرمانی کا کیا انجام ہوتا ہے۔

فائدہ: دوسری آیتوں میں پتھروں کی بارش اور ان بستیوں کا الٹ دینا بھی مذکور ہے جس کا بیان ان آیات کی تفسیر کے ساتھ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ

اس جگہ اہل مدین کی طرف ان کی بعثت مذکور ہے جب کہ قرآن میں دوسری جگہ اصحاب ایکہ کی طرف ان کا مبعوث ہونا مذکور ہے۔ ممکن ہے کہ ان دونوں سے ایک ہی قوم مراد ہو۔ ان کی قوم میں شرک کے علاوہ کم تولنے ناپنے کا مرض تھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے توحید وغیرہ کی عام دعوت کے علاوہ خاص معاشرتی معاملات کی اصلاح اور حقوق العباد کی حفاظت کی طرف بڑے زور سے توجہ دلائی۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ ۖ قَدْ جَآءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَأَوْفُوا۟ ٱلْكَيْلَ وَٱلْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا۟ ٱلنَّاسَ أَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَٰحِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَلَا تَقْعُدُوا۟ بِكُلِّ صِرَٰطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ مَنْ ءَامَنَ بِهِۦ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَٱذْكُرُوٓا۟ إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَٱنظُرُوا۟ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلْمُفْسِدِينَ ﴿٨٦﴾ وَإِن كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنكُمْ ءَامَنُوا۟ بِٱلَّذِىٓ أُرْسِلْتُ بِهِۦ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا۟ فَٱصْبِرُوا۟ حَتَّىٰ يَحْكُمَ ٱللَّهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ ٱلْحَٰكِمِينَ ﴿٨٧﴾

والوں میں سب سے بہتر ہے۔ کہا سرداروں نے کہ جنہوں نے تکبر کیا اس کی قوم میں سے
ضرور ہم نکال دیں گے تجھ کو اے شعیب اور ان کو جو ایمان لائے تیرے ساتھ اپنی بستی سے یا
تم لوٹ آؤ ہمارے دین میں۔ کہا (شعیب نے) کیا اگرچہ ہم ہوں (اس بات کو) ناپسند
کرنے والے۔ بے شک باندھا ہم نے اللہ پر جھوٹ اگر ہم لوٹ آئیں تمہارے دین میں
اس کے بعد کہ نجات دی ہم کو اللہ نے (تمہارے) اس (دین) سے۔ اور نہیں ہے ہمارا کام
کہ ہم لوٹ جائیں اس میں مگر یہ کہ چاہے اللہ ہمارا رب۔ گھیر لیا ہمارے رب نے ہر شے
کو علم سے۔ اللہ پر ہم نے توکل کیا۔ اے ہمارے رب فیصلہ کر دے ہمارے درمیان اور
ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ اور تو بہترین ہے فیصلہ کرنے والوں میں۔ اور کہا ان
سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اس کی قوم میں سے اگر تم نے پیروی کی شعیب کی تو بے شک تم
اس وقت نقصان اٹھانے والے ہو گے۔ پس پکڑ لیا ان کو زلزلے نے تو وہ ہو گئے اپنے گھروں
میں اوندھے پڑے ہوئے۔ جن لوگوں نے جھٹلایا شعیب کو گویا وہ جیسے بستے نہ تھے ان میں۔
جن لوگوں نے جھٹلایا شعیب کو وہی ہوئے نقصان اٹھانے والے۔ پھر پلٹا وہ ان سے اور کہا
اے میری قوم بے شک پہنچا دیئے تھے میں نے تم کو پیغامات اپنے رب کے اور خیر خواہی کی
میں نے تمہاری پس کیسے میں افسوس کروں کافر قوم پر۔

تفسیر: (اور ہم نے مدین) والوں (کی طرف ان کے بھائی شعیب) علیہ السلام (کو) پیغمبر بنا کر (بھیجا۔ انہوں نے) اہل مدین سے (فرمایا کہ اے میری قوم تم) صرف (اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود) بننے کے قابل (نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے) میرے نبی ہونے پر (واضح دلیل آ چکی ہے) تو اب میری نبوت ثابت ہے (تو) احکام شرعیہ میں میرا کہا مانو چنانچہ میں کہتا ہوں کہ (تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو) جیسا کہ تمہاری عادت ہے (اور روئے زمین میں اس کے بعد کہ) تعلیم و توحید اور بعثت انبیاء اور عدل و ادائے حقوق اور ناپ تول پورا کرنے کے حکم دے کر (اس کی درستی) ہو چکی (کر دی گئی تو فساد مت پھیلاؤ) یعنی ان احکام کی مخالفت اور نافرمانی کرو کہ موجب فساد ہے (یہ) جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرنا (تمہارے لئے) دنیا و آخرت دونوں میں (نافع ہے اگر تم) میری (تصدیق کرو) جس کے لئے دلائل موجود ہیں اور تصدیق کر کے عمل کرو تو دونوں دنیا و آخرت میں نافع ہیں۔ آخرت میں تو ظاہر ہے کہ نجات ہوگی اور دنیا میں شریعت پر عمل کرنے

مذہب میں آ جاویں گے تو ہم) دلیل و بصیرت سے (اس کو رد کر دیں) اور قائل (تو ہو گئے ہوں) یعنی
جب اس کے باطل ہونے پر دلیل قائم ہے تو ہم کیسے اس کو اختیار کر لیں (ہم تو اللہ پر بڑی جھوٹی
تہمت لگانے والے ہو جاویں اگر) خدا نہ کرے (ہم تمہارے مذہب میں آ جاویں) خصوصاً (اس کے
بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی ہو) کیونکہ اول تو مطلق کفر کو دین حق سمجھنا ہی اللہ پر
تہمت لگانا ہے کہ یہ دین نعوذ باللہ اللہ کو پسند ہے پھر خاص طور سے مومن کا کافر ہونا چونکہ علم اور دلیل
سے حق کے قبول کے بعد ہے تو اس میں اور زیادہ تہمت ہے ایک تو وہی تہمت دوسری وہ تہمت کہ اللہ
نے جو مجھ کو دلائل کا علم دیا تھا جس کو میں حق سمجھتا تھا وہ علم غلط دیا تھا۔ اور شعیب علیہ السلام نے لفظ عود
یعنی پلٹ آنا یا تو دوسرے مسلمانوں کے اعتبار سے یا قوم کے گمان کو فرض کر کے یا قوم کے کہنے کی
مشاکلت میں کہا (اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آ جاویں لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے جو
ہمارا مالک ہے) ہمارے (مقدر) میں (لکھا ہو) جس کی مصلحت انہی کے علم میں ہے تو خیر اور بات
ہے۔ (ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے) اس علم سے وہ سب تقدیر میں طے کردہ باتوں کی مصلحتوں
کو جانتے ہیں مگر (ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں) اور بھروسہ کر کے یہ امید کرتے ہیں کہ وہ ہم کو دین
حق پر ثابت رکھیں گے۔ اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ان کو اپنے خاتمہ بالخیر کا یقین نہ تھا کیونکہ انبیاء کو یہ
یقین دے دیا جاتا ہے بلکہ مقصود اظہار عجز اور مالک کی طرف تفویض ہے اور اگر اس بات کو دوسرے مومنین
کے اعتبار سے لیا جائے تو کوئی اشکال ہی نہیں۔ یہ جواب دے کر جب دیکھا کہ ان سے خطاب کرنا
بالکل موثر نہیں اور ان کے ایمان لانے کی بالکل امید نہیں ان سے خطاب ترک کر کے حق تعالیٰ سے
دعا کی کہ (اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری) اس (قوم کے درمیان فیصلہ کر دیجئے حق کے
موافق) اور آپ کا فیصلہ تو ہمیشہ حق کے موافق ہی ہوتا ہے۔ یعنی اب عملی طور پر حق کا حق اور باطل کا
باطل ہونا واضح کر دیجئے (اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔ اور ان کی قوم کے) ان کی
مذکور (کافر سرداروں نے) شعیب علیہ السلام کی یہ تبلیغ اور موثر تقریر سن کر اندیشہ کیا کہ کہیں سامعین پر
اس کا اثر نہ ہو جائے اس لئے انہوں نے باقی کفار سے (کہا کہ اگر تم شعیب) علیہ السلام (کی راہ چلنے
لگو گے تو بیشک بڑا نقصان اٹھاؤ گے) دین کا بھی کیونکہ باپ دادا کے مذہب کو چھوڑنا خسارہ ہے اور
دنیا کا بھی اس لئے کہ پورا ناپنے تولنے میں بچت کم ہو گی۔ غرض وہ سب اپنے کفر و ظلم پر جمے رہے۔
اب عذاب کی آمد ہوئی (پس ان کو زلزلہ نے آ پکڑا سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ
گئے۔ جنہوں نے شعیب) علیہ السلام (کی تکذیب کی تھی) اور مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالنے کو

أَهْلِهَا أَن لَّوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿١٠٠﴾ تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَائِهَا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِن قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ﴿١٠١﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِم مِّنْ عَهْدٍ ۖ وَإِن وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ﴿١٠٢﴾

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی مگر پکڑا ہم نے بستی والوں کو محتاجی اور بیماری کے ساتھ تاکہ وہ گڑگڑائیں۔ پھر بدل دیا ہم نے بدحالی کی جگہ خوشحالی کو یہاں تک کہ وہ بڑھ گئے اور کہنے لگے پہنچی تھی ہمارے باپ دادوں کو تنگی اور راحت تو پکڑا ہم نے ان کو اچانک اور نہ وہ خبر رکھتے تھے۔ اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو کھول دیتے ہم ان پر برکتیں آسمان اور زمین کی ولیکن انہوں نے جھٹلایا تو پکڑا ہم نے ان کو بسبب اس کے جو وہ عمل کرتے تھے۔ کیا پس بےفکر ہو گئے بستیوں والے (اس سے) کہ آئے ان پر ہمارا عذاب راتوں رات جب کہ وہ سوتے ہوئے ہوں یا بےخوف ہو گئے بستیوں والے (اس سے) کہ آئے ان کے پاس ہمارا عذاب دن چڑھے جب کہ وہ کھیلتے ہوں۔ کیا بے ڈر ہو گئے اللہ کے داؤ سے۔ تو نہیں بے ڈر ہوتے اللہ کے داؤ سے مگر لوگ نقصان اٹھانے والے۔ کیا نہیں رہنمائی کی ان لوگوں کی جو وارث ہوئے زمین کے اس کے رہنے والوں کے بعد (اس بات نے) کہ اگر ہم چاہتے تو پہنچتے ہم (عذاب لے کر) ان کے پاس بسبب ان کے گناہوں کے اور ہم نے مہر لگائی ہے ان کے دلوں پر سو وہ سنتے نہیں ہیں۔ یہ بستیاں ہیں ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر ان کی کچھ خبریں۔ اور بےشک لائے ان کے پاس ان کے رسول معجزے۔ تو نہیں تھے وہ کہ ایمان لائیں اس بات پر (جس کو) جھٹلایا انہوں نے پہلے۔ اسی طرح مہر کر دیتا ہے اللہ کافروں کے دلوں پر۔ اور نہیں پایا ہم نے ان کے اکثر لوگوں میں عہد وفا اور پایا ہم نے اکثر لوگوں کو نافرمان۔

تفسیر: (اور ہم نے) اوپر مذکور اور ان کے علاوہ اور بھی دوسری بستیوں میں سے (کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر پکڑ دیا اس کے بسنے والوں کو) اس نبی کے نہ ماننے پر اول اول تنبیہ کی غرض

سے (ہم نے بھی ان کو تنگی اور بیماری میں پکڑا کہ وہ گڑگڑائیں) یعنی ڈھیلے پڑ جائیں اور اپنے کفر و تکذیب سے توبہ کریں (پھر) جب انہوں نے تنبیہات کا اثر قبول نہیں کیا تو اور خوشحالی بخشی تاکہ یا تو احسانات سے متاثر ہو کر کچھ شرمائیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں یا عیش و ثروت کے نشہ میں چور ہو کر بالکل ہی غافل ہو جائیں اور سخت گرفت کے مستحق بن جائیں۔ غرض (ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوش حالی بدل دی) یعنی تنگیوں اور مصیبتوں کو ہٹا کر فراخی دی (یہاں تک کہ ان کو) غنا اور صحت کے ساتھ مال و اولاد میں (خوب ترقی ہوئی اور) اس وقت بے راہ کہنے لگی (کہنے لگے کہ) وہ پہلی مصیبت ہم پر کفر و تکذیب کے سبب نہ تھی ورنہ پھر خوش حالی کیوں ہوتی بلکہ یہ اتفاقات زمانہ سے ہے چنانچہ (ہمارے آباؤ اجداد کو بھی) یہ حالتیں کبھی (تنگی اور) کبھی (راحت پیش آئی تھیں) اسی طرح ہم پر یہ حالتیں گزر گئیں۔ جب وہ اس جہالت میں پڑ گئے (تو) اس وقت (ہم نے ان کو دفعۃً) مہلک عذاب میں (پکڑ لیا اور ان کو) اس عذاب کے آنے کی (خبر بھی نہ تھی) یعنی گو ان کو انبیاء نے خبر دی تھی مگر چونکہ وہ اس خبر کو غلط سمجھتے تھے اور عیش و آرام میں بھولے ہوئے تھے اس لئے ان کو گمان نہ تھا (اور) ہم نے جو ان کو مہلک عذاب میں پکڑا تو اس کا سبب صرف ان کا کفر اور مخالفت تھی ورنہ (اگر ان بستیوں کے رہنے والے) پیغمبروں پر (ایمان لے آتے اور) ان کی مخالفت سے (پرہیز کرتے تو ہم) ایسی رحمت و عافیت دیتے کہ (ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے) یعنی آسمان سے بارش اور زمین سے پیداوار ان کو برکت کے ساتھ عطا فرماتے اور گو اس حالت سے پہلے ایک مدت سے ان کو خوش حالی دی گئی لیکن اس خوش حالی میں ان کے لئے برکت نہ تھی کہ آخر وہ وبال جان ہو گئی۔ خلاف ان قوموں کے جو ایمان و طاعت کے ساتھ ملتی ہیں کہ ان میں یہ خیر و برکت ہوتی ہے کہ وہ وبال کبھی نہیں ہوتیں نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ حاصل یہ کہ اگر وہ ایمان و تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان کو بھی یہ برکتیں دیتے (لیکن انہوں نے تو) پیغمبروں کی (تکذیب کی تو ہم نے) بھی (ان کے اعمال) بد (کی وجہ سے ان کو مہلک عذاب میں پکڑ لیا) جس کو اوپر اخذنٰھم بغتۃ سے تعبیر فرمایا ہے۔ آگے موجودہ کفار کو عبرت دلاتے ہیں (کیا) ان قصوں کو سن کر (پھر بھی ان) موجودہ (بستیوں کے رہنے والے) جو رسول اللہ ﷺ کے دور نبوت میں موجود ہیں (اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر) بھی (ہمارا عذاب شب کے وقت آ پڑے جس وقت وہ پڑے سوتے ہوں اور کیا ان) موجودہ (بستیوں کے رہنے والے) باوجود کفر و تکذیب کے جو کہ گذشتہ کفار کی ہلاکت کا سبب تھا (اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ) ان گذشتہ کفار کی طرح (ان پر ہمارا عذاب دن دوپہر آ پڑے جس وقت کہ وہ اپنے لہو لعب

اور دنیوی کاروبار میں مشغول ہوں) ہاں (تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کی اس) ناگہانی (پکڑ سے) جس کا اوپر بیان ہوا ہے (بے فکر ہوگئے سو) سمجھ رکھو کہ (خدا تعالیٰ کی پکڑ سے سوائے ان کے جن کی شامت ہی آ گئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا)۔

آگے اس کی علت بتلاتے ہیں کہ ان کو عذاب سے کیوں ڈرنا چاہئے اور وہ علت ان کا سابقہ امتوں کے ساتھ کفر کے جرم میں شریک ہونا ہے (اور زمین پر رہنے والے سابقہ لوگوں کے بعد جو لوگ اب (زمین پر بجائے ان کے رہتے ہیں کیا ان مذکورہ واقعات نے ان کو یہ بات) ابھی تک (نہیں بتلائی کہ اگر ہم چاہتے تو ان کو) بھی سابقہ امتوں کی طرح (ان کے جرائم) کفر و تکذیب (کے سبب ہلاک کر ڈالتے) کیونکہ سابقہ امتیں ان ہی جرائم کے سبب ہلاک کی گئیں (اور) واقعی یہ واقعات تو ایسے ہی ہیں کہ ان سے سبق لینا چاہئے تھا لیکن اصل یہ ہے کہ (ہم ان کے دلوں پر بند لگائے ہوئے ہیں اس سے وہ) حق بات کو ماننا تو درکنار دل سے (سنتے) بھی (نہیں) دلوں پر بند لگانے سے ان کی قساوت بڑھتی ہے کہ ایسے عبرت خیز واقعات سے بھی عبرت نہیں ہوتی اور اس بند لگانے کا سبب انہی کا ابتداء میں کفر کرنا ہے، طبع اللہ علیہا بکفرھم۔ آگے رسول اللہ ﷺ کی تسلی کے لئے سارے مذکورہ مضمون کا خلاصہ ہے کہ (ان) مذکورہ (بستیوں کے کچھ کچھ قصے ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں اور ان سب) بستیوں میں رہنے والوں (کے پاس ان کے پیغمبر معجزات لے کر آئے تھے) مگر (پھر) بھی ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی یہ کیفیت تھی کہ (جس چیز کو انہوں نے اول) وہلہ (میں) ایک بار (جھوٹا کہہ دیا یہ بات نہ ہوئی کہ پھر اس کو مان لیتے) اور جیسے یہ لوگ تھے (اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں اور) ان میں سے بعض لوگ مصیبتوں میں ایمان لانے کا عہد بھی کر لیتے تھے لیکن (اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا) یعنی مصیبت کے دور ہو جانے کے بعد پھر ویسے کے ویسے ہی ہو جاتے تھے (اور ہم نے اکثر لوگوں کو رسولوں کے بھیجنے اور معجزات دکھلانے اور دلائل بیان کرنے اور پختہ عہد لینے کے باوجود (نافرمان ہی پایا) یعنی کفار ہمیشہ سے ایسے ہی ہوتے رہے ہیں، آپ بھی غم نہ کیجئے۔

فائدہ: آیت لا یامن مکر اللہ الا القوم الخسرون سے یہ مسئلہ نکلا ہے کہ عذاب الٰہی سے بے خوف ہونا کفر ہے کیونکہ قرآنی محاورہ میں خاسر سے اکثر کافر مراد ہوتا ہے۔ سورۂ یوسف کی آیت لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون سے اس مسئلہ کا دوسرا جزء ثابت ہوتا ہے یعنی خدا کی رحمت سے مایوسی بھی کفر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَى بِآيَاتِنَا إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا
بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَقَالَ مُوسَى يَا فِرْعَوْنُ
إِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ حَقِيقٌ عَلَى أَنْ لَا أَقُولَ عَلَى
اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ
بَنِي إِسْرَائِيلَ ۝ قَالَ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا إِنْ
كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ فَأَلْقَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُبِينٌ ۝
وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ ۝ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ
فِرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ۝ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ
أَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي
الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ۝ يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ۝ وَجَاءَ السَّحَرَةُ
فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ۝ قَالَ نَعَمْ
وَإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ قَالُوا يَا مُوسَى إِمَّا أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّا
أَنْ نَكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ ۝ قَالَ أَلْقُوا فَلَمَّا أَلْقَوْا سَحَرُوا أَعْيُنَ
النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرٍ عَظِيمٍ ۝ وَأَوْحَيْنَا إِلَى
مُوسَى أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ۝ فَوَقَعَ
الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا
صَاغِرِينَ ۝ وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ۝ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
رَبِّ مُوسَى وَهَارُونَ ۝ قَالَ فِرْعَوْنُ آمَنْتُمْ بِهِ قَبْلَ أَنْ

نے ایمان لے آئے تم اس (موسیٰ) پر پیشتر اس سے کہ میں اجازت دوں تم کو۔ بلاشبہ یہ مکر
ہے کیا ہے تم نے اس کو شہر میں تاکہ تم نکالو اس سے اس کے رہنے والوں کو۔ تو عنقریب تم
جان لو گے۔ ضرور میں کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں مخالف جانب سے پھر میں
ضرور سولی پر چڑھاؤں گا تم سب کو۔ (جادوگر) بولے بے شک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے
والے ہیں۔ اور نہیں تو عیب پاتا ہم میں مگر یہی کہ ایمان لائے ہم اپنے رب کی نشانیوں پر
جب وہ آگئیں ہمارے پاس۔ اے ہمارے رب بہا دے ہم پر صبر اور موت دے ہم کو اس
حال میں کہ ہم اسلام والے ہوں۔

تفسیر: (پھر ان) مذکورہ پیغمبروں (کے بعد ہم نے) حضرت (موسیٰ) علیہ السلام (کو اپنے
دلائل) یعنی معجزات (دے کر فرعون کے اور اس کے امراء کے پاس) ان کی ہدایت و تبلیغ کے
لئے (بھیجا۔ سو) جب موسیٰ علیہ السلام نے وہ دلائل ظاہر کئے تو (ان لوگوں نے ان) معجزات (کا
بالکل حق ادا نہ کیا) کیونکہ ان کا حق اور تقاضا یہ تھا کہ ایمان لے آتے (سو دیکھئے ان مفسدوں کا کیا برا
(انجام ہوا) کہ غرق اور ہلاک ہوئے۔ یہ تو پورے قصہ کا اجمال تھا۔ آگے تفصیل ہے یعنی (اور موسیٰ)
علیہ السلام (نے) اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرعون کے پاس جا کر (فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف
سے) تم لوگوں کی ہدایت کے واسطے (پیغمبر) مقرر ہوا (ہوں)۔ جو مجھ کو جھوٹا بتلاتے اس کی غلطی ہے
کیونکہ (میرے لئے یہی لائق ہے کہ سوائے سچ کے خدا کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں)۔ اور میں
رسالت کا خالی دعوی ہی نہیں کرتا بلکہ (میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل)
یعنی معجزہ (بھی لایا ہوں) جو طلب کے وقت دکھلا سکتا ہوں (سو) جب میں دلیل کے ساتھ رسول ہوں
تو میں جو کہوں اس کی اطاعت کرو۔ چنانچہ منجملہ ان امور کے ایک یہ کہتا ہوں کہ (تو بنی اسرائیل کو)
اپنی بیگار سے خلاصی دے کر (میرے ساتھ) ملک شام کو جو ان کا اصلی وطن ہے (بھیج دے۔ فرعون
نے کہا کہ اگر آپ) من جانب اللہ (کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو اس کو اب پیش کیجئے اگر آپ) اپنے
اس دعوے میں (سچے ہیں۔ پس آپ نے) فوراً (اپنا عصا) زمین پر (ڈال دیا سو دفعۃً وہ کھلا ایک
اژدھا بن گیا) جس کے اژدھا ہونے میں کوئی شک و شبہ نہ تھا یعنی وہ نظربندی نہ تھی بلکہ حقیقت
میں سانپ بن گیا تھا (اور) دوسرا معجزہ یہ ظاہر کیا کہ (اپنا ہاتھ) گریبان کے اندر بغل میں دبا کر (باہر
نکال لیا سو وہ یکایک سب دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا) کہ اس کو بھی سب نے
دیکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو یہ عظیم معجزے ظاہر ہوئے تو فرعون نے بات کو بدلنے کے لئے

(ظاہر ہو گیا اور انہوں نے) یعنی جادوگروں نے (جو کچھ بنایا تھا سب جاتا رہا پس وہ لوگ) یعنی فرعون اور اس کی قوم (اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہوئے) اور اپنا سا منہ لے کر رہ گئے (اور وہ جو جادوگر تھے وہ سجدہ میں گر گئے) اور پکار پکار کر (کہنے لگے کہ ہم ایمان لے آئے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون) علیہما السلام (کا بھی رب ہے)۔

(فرعون) بڑا گھبرایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ساری رعایا ہی مسلمان ہو جائے اس لئے ایک مضمون گھڑ کر جادوگروں سے (کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ) علیہ السلام (پر ایمان لائے ہو پیشتر اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں بیشک) معلوم ہوتا ہے کہ (یہ) جو کچھ بظاہر مقابلہ کے طور پر ہوا ہے (ایک کارروائی تھی جس پر تمہارا عمل درآمد ہوا ہے اس شہر میں) یعنی تمہاری یہ باہمی خفیہ سازش تھی کہ تم یوں کرنا ہم یوں کریں گے پھر اس طرح ہار جیت ظاہر کریں گے اور مل جل کر یہ کارروائی اس لئے کی ہے (تاکہ تم سب مل کر) (اس شہر سے وہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو) پھر اطمینان سے سب مل کر یہاں حکومت کرو۔ (سو) بہت اچھا (اب تم کو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے) اور وہ یہ ہے کہ (میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا پھر تم سب کو سولی پر ٹانگ دوں گا) تاکہ دوسروں کو عبرت ہو (انہوں نے جواب دیا کہ) کچھ پرواہ نہیں (ہم مر کر) کسی برے ٹھکانے تو نہ جائیں گے بلکہ (اپنے مالک ہی کے پاس جائیں گے) جہاں ہر طرح امن و راحت ہے سو ہمارا نقصان ہی کیا ہے (اور تو نے ہم میں کونسا عیب دیکھا ہے) جس پر اس قدر طیش و غضب ہے (سوائے اس کے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے) سو یہ کوئی عیب کی بات نہیں۔ پھر اس سے اعراض کر کے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ (اے ہمارے رب! ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما) کہ اگر فرعون سختی کرے تو استقامت پر رہیں (اور ہماری جان حالت اسلام پر نکالئے) کہ اس کی سختی سے پریشان ہو کر کوئی بات ایمان کے خلاف نہ ہو جائے۔

فائدہ: 1۔ یہ جو فرمایا کہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو بینات یعنی دلائل و معجزات دے کر بھیجا تو ان سے مراد سانپ اور ہاتھ کے دو معجزے بھی ہیں اور دیگر اور نشانیاں بھی ہیں جن کا ذکر اس سورت کے سولہویں رکوع میں ہے۔

2۔ اس مقام پر اژدھا فرمایا اور دوسری آیتوں میں جانٌّ یعنی پتلا سانپ فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جثہ میں تو وہ اژدہے کی طرح تھا البتہ تیزی سے حرکت کرنے میں پتلے سانپ کی طرح تھا تو اس کو مجازاً جانٌّ کہا۔

میں فساد کرتے پھریں (فساد یہ کہ اپنا مجمع بڑھاویں جس کے انجام میں بغاوت کا اندیشہ ہے) اور وہ (یعنی موسیٰ علیہ السلام) (آپ کو اور آپ کے (تجویز کیے ہوئے) معبودوں کو ترک کیے رہیں) یعنی ان کے معبود ہونے کے منکر ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم بھی ایسی ہی ہو رہی ہے یعنی آپ اس کا انتظام کیجئے (فرعون نے کہا کہ) مناسب یہ انتظام معلوم ہوتا ہے کہ (ہم ابھی ان لوگوں کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کر دیں تاکہ ان کا زور نہ بڑھنے پائے (اور) چونکہ عورتوں کے بڑھنے سے کوئی اندیشہ نہیں بلکہ وہ ہمارے کام کاج کے لئے بھی ضرورت ہے اس لئے (عورتوں کو زندہ رہنے دیں اور ہم کو ہر طرح کا ان پر زور ہے) (اس انتظام میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔

اس مجلس کی گفتگو کی خبر جو بنی اسرائیل کو پہنچی تو بڑے گھبرائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چارہ جوئی کی تو (موسیٰ) علیہ السلام (نے اپنی قوم سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا سہارا رکھو اور مستقل رہو) گھبراؤ مت (یہ زمین اللہ کی ہے جس کو چاہیں مالک) اور حاکم (بنا دیں اپنے بندوں میں سے) سو چند روز کے لئے فرعون کو دے دی ہے (اور اخیر کامیابی ان ہی کو ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں) سو تم ایمان وتقویٰ پر قائم رہو ان شاء اللہ تعالیٰ یہ سلطنت تم ہی کو مل جائے گی۔ تھوڑے دنوں انتظار کی ضرورت ہے (قوم کے لوگ) انتہائی حسرت و حزن سے جس کا طبعی تقاضا تکرار شکوہ ہے (کہنے لگے کہ) حضرت (ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے آپ کی تشریف آوری سے قبل بھی) (کہ فرعون بیگار لیتا تھا اور ہمارے لڑکوں کو قتل کرتا) (اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی) (کہ طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائی جا رہی ہیں یہاں تک کہ اب پھر قتل اولاد کی تجویز ٹھہری ہے (موسیٰ) علیہ السلام (نے فرمایا) گھبراؤ مت (عنقریب جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیں گے اور بجائے ان کے تم کو اس زمین کا حاکم بنا دیں گے پھر تمہارا طرز عمل دیکھیں گے) کہ شکر و قدر و طاعت کرتے ہو یا بے قدری اور غفلت و معصیت، اس میں ترغیب ہے طاعت کی اور ڈرانا ہے معصیت سے۔

فائدہ: الہتک سے یہ مراد ہے کہ فرعون نے اپنی صورت کے بت بنوا کر تقسیم کر دیئے تھے کہ ان کو پوجا کرنا اب مجھ کو ان کی مورت کیا کرو۔

وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝ فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَٰذِهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ ۗ أَلَا إِنَّمَا طَائِرُهُمْ

عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا
بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ
وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝
وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا
عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ
مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى
اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ
فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝

ترجمہ: اور پکڑا ہم نے فرعون والوں کو قحطوں سے اور کمی سے پھلوں کی تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔ پھر جب آتی ان پر خوشحالی کہتے تھے ہمارے لیے یہی (لائق) ہے۔ اور اگر پہنچتی ان کو بدحالی تو نحوست بتاتے موسیٰ کی اور (ان کے) ساتھ والوں کی۔ آگاہ رہو ان کی نحوست کا سبب تو صرف اللہ کے پاس ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اور کہنے لگے جو کچھ تو لے آئے ہمارے پاس کوئی نشانی کہ تو جادو کرے ہم پر اس کے ذریعہ تو نہیں ہیں ہم تجھ پر ایمان لانے والے۔ پھر بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون۔ کئی نشانیاں کھلی کھلی پھر بھی انہوں نے تکبر کیا اور وہ تھے مجرم لوگ۔ اور جب واقع ہوا ان پر کوئی عذاب تو کہنے لگے اے موسیٰ دعا کر ہمارے لئے اپنے رب سے جس کا وعدہ لیا ہے اس نے تجھ سے۔ اگر دور کر دیا تو نے ہم سے عذاب تو ضرور ایمان لے آئیں گے تجھ پر اور ضرور بھیج دیں گے تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو۔ پھر جب دور کر دیا ہم نے ان سے عذاب کچھ مدت تک کہ وہ پہنچنے والے تھے اس (مدت) کو تو اسی وقت عہد شکنی کرنے لگتے۔ پھر بدلہ لیا ہم نے ان سے سو غرق کر دیا ہم نے ان کو دریا میں اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور وہ تھے ان سے غافل۔

فائدہ: [illegible]

[illegible]

وَوٰعَدْنَا مُوسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا
بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ
هٰرُوْنَ اخْلُفْنِىْ فِىْ قَوْمِىْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝
وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِىْۤ اَنْظُرْ
اِلَيْكَ ۚ قَالَ لَنْ تَرٰىنِىْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ
مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِىْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا
وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ
وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى
النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ
الشّٰكِرِيْنَ ۝ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً
وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا
بِاَحْسَنِهَا ۚ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِىَ
الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ

اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ۝ وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا اور تمہ بنایا ہم نے انکا دس (راتوں) کے ساتھ پس پورا ہو گیا اس کے رب کا وقت چالیس راتیں۔ اور کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے تو نائب بن میرا میری قوم میں اور اصلاح کرتا رہ اور مت پیروی کرتے کی مفسدوں کے۔ اور جب آیا موسیٰ ہمارے وقت پر اور کلام کیا اس سے اس کے رب نے تو کہا (موسیٰ نے) اے میرے رب تو دکھا مجھ کو کہ میں دیکھوں تیری طرف۔ فرمایا ہرگز نہیں تو دیکھ سکتا مجھ کو۔ لیکن تو دیکھتا رہ پہاڑ کی طرف پس اگر وہ ٹھہرا رہے اپنی جگہ پر تو تو دیکھ لے گا مجھ کو۔ پھر جب تجلی کی اس کے رب نے پہاڑ پر کر دیا (تجلی نے) اس (پہاڑ) کو زمین کے برابر۔ اور گر گیا موسیٰ بے ہوش ہو کر۔ پھر جب افاقہ ہوا تو کہا تو پاک ہے۔ توبہ کی میں نے تیری طرف اور میں ہوں سب سے پہلا ماننے والوں میں۔ ماننے والوں میں (اللہ نے) فرمایا اے موسیٰ بے شک چن لیا میں نے تجھ کو لوگوں پر اپنے پیغاموں کے ساتھ اور اپنے کلام کے ساتھ پس لے لے جو دیا میں نے تجھ کو اور رہ شکر گزاروں میں سے۔ اور لکھ دی ہم نے موسیٰ کے لئے تختیوں پر ہر بات نصیحت کی اور تفصیل ہر چیز کی۔ پس لے ان کو مضبوطی سے اور حکم کر اپنی قوم کو کہ وہ پکڑے رہیں اس کی اچھی باتوں کو۔ عنقریب میں دکھاؤں گا تمہیں فاسقوں کا گھر۔ میں پھیر دوں گا اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق۔ اور اگر وہ دیکھیں تمام نشانیاں نہ ایمان لائیں ان پر اور اگر دیکھیں ہدایت کا راستہ تو نہ پکڑیں اس کو رستہ اور اگر دیکھیں گمراہی کا رستہ تو پکڑیں اس کو رستہ۔ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور تھے وہ ان سے غافل۔ اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو ضائع ہو گئے ان کے اعمال، انہیں بدلہ دیئے جائیں گے مگر (اس کا) جو وہ عمل کرتے تھے۔

تفسیر: (ہم نے موسیٰ) علیہ السلام (سے تیس راتوں کا وعدہ کیا) کہ ان میں کوہ طور پر آکر اعتکاف کریں تو آپ کو شریعت کی کتاب توراۃ دی جائے گی (اور) مزید (دس راتوں کو ان) تیس راتوں (کا تتمہ بنایا) یعنی توریت رہے کہ ان تیس راتوں میں دس راتیں عبادت کے لئے اور بڑھا دیں جس کی وجہ سورہ بقرہ میں ذکر ہو چکی ہے۔ (اس طرح ان کے پروردگار کا) مقرر کیا ہوا (وقت) سب مل کر (پوری چالیس راتیں ہو گیا۔ اور موسیٰ) علیہ السلام کوہ طور آنے لگے تو چلتے وقت انہوں (نے اپنے بھائی ہارون) علیہ السلام (سے کہہ دیا تھا کہ میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا اور) ان کی (اصلاح کرتے رہنا اور بدنظم لوگوں کی رائے پر عمل نہ کرنا)۔

(اور جب موسیٰ) علیہ السلام اس واقعہ میں (ہمارے وقت) موعود (پر آئے) جس کا قصہ بیان ہو رہا ہے (اور ان کے رب نے ان سے) بہت سی لطف و عنایت کی (باتیں کیں تو) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شدید خوشی ہوئی جس سے دیدار کا شوق بھی پیدا ہوا (عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھ کو دکھلا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں۔ ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو) دنیا میں (ہرگز نہیں دیکھ سکتے) کیونکہ یہ دنیوی آنکھیں تاب جمال نہیں لا سکتیں۔ (لیکن) تمہاری تسلی کے لئے یہ تجویز کرتے ہیں کہ (تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو) ہم اس پر ایک جھلک ڈالتے ہیں (سو اگر یہ اپنی جگہ برقرار رہا تو) خیر (تم بھی دیکھ سکو گے) غرض موسیٰ علیہ السلام اس کی طرف دیکھنے لگے (پھر ان کے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی تو تجلی نے اس) پہاڑ (کے پرخچے اڑا دیئے اور موسیٰ) علیہ السلام (بیہوش ہو کر گر پڑے، پھر جب افاقہ میں آئے تو عرض کیا بیشک آپ کی ذات) ان آنکھوں کی برداشت سے (منزہ) اور بلند (ہے میں آپ کی جناب میں) اس مشتاقانہ درخواست سے (معذرت کرتا ہوں اور) جو کچھ حضور کا ارشاد ہے کہ لن ترانی (سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں، ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ) یہی بہت ہے کہ (میں نے) تم کو (اپنی) طرف سے (پیغمبری) کا عہدہ دے کر (اور اپنی ہم کلامی) کا شرف بخش کر اس (سے اور لوگوں پر تم کو امتیاز دیا ہے تو) اب (جو کچھ تم کو میں نے عطا کیا ہے) یعنی رسالت و ہم کلامی اور توریت (اس کو لو اور شکر کرو۔ اور ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی) ضروری (نصیحت اور) احکام کے متعلق (ہر چیز کی تفصیل ان کو لکھ کر دی)۔ یہی تختیاں توراۃ ہیں، پھر حکم ہوا کہ جب یہ تختیاں ہم نے دی ہیں (تو ان کو کوشش کے ساتھ) خود بھی (عمل میں لاؤ اور اپنی قوم کو) بھی (حکم کرو کہ ان کے اچھے اچھے احکام پر) یعنی سب پر کہ سب ہی اچھے ہیں (عمل کریں) اور کسی بھی چیز کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ اور اگر انہوں نے نافرمانی کی اور کتاب کی قدر نہ کی تو (میں اب بہت جلد

تم لوگوں کو) یعنی بنی اسرائیل کو ان میں سے (نافرمانی کرنے والوں کا گھر دکھا دوں گا) یعنی آخرت میں دوزخ اور دنیا میں تباہی و رسوائی۔

آگے نافرمانوں کی اور ان کی سزا کی کچھ تفصیل بیان کرتے ہیں کہ (میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں) احکام ماننے سے (تکبر کرتے ہیں جس کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں) کیونکہ اپنے کو بڑا سمجھنا صرف اس کا حق ہے جو واقع میں بڑا ہو اور وہ ایک خدا کی ذات ہے (اور) برگشتگی کا ان پر یہ اثر ہوگا کہ (اگر تمام) دنیا بھر کی (نشانیاں) بھی (دیکھ لیں تب بھی) انتہائی قساوت کی وجہ سے (ان پر ایمان نہ لائیں اور) پھر برگشتگی اس درجہ کو پہنچ جاتی ہے کہ وہ (اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس کو اپنا طریقہ بنا لیں) اس درجہ کی برگشتگی یہ (اس سبب سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو) تکبر کی وجہ سے (جھوٹا بتلایا اور ان) کی حقیقت میں غور کرنے (سے غافل رہے) یہ سزا تو دنیا میں ہوئی کہ ہدایت سے محروم رہے (اور) آخرت میں یہ سزا ہوگی کہ (یہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو اور قیامت کے پیش آنے کو جھٹلایا ان کے سب اعمال) جن سے ان کو نفع کی توقع تھی (غارت گئے) اور ان کی اس کافری کا انجام جہنم ہے (ان کو وہی سزا دی جائے گی جو کچھ یہ کرتے تھے) یعنی ان کا کفر اسی کا تقاضا کرتا تھا۔

فائدہ: 1۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حق تعالیٰ نے کلام فرمایا مگر یہ کہ اس کی حقیقت کیا تھی؟ امام ابوالحسن اشعریؒ کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کلام نفسی کو سنا اگرچہ یہ عام عادت کے خلاف ہے۔ امام ابومنصور ماتریدی رحمہ اللہ کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسی آواز سنی جو اللہ تعالیٰ کے کلام نفسی پر دلالت کر رہی تھی۔

2۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دیدار سے متعلق درخواست دنیا میں اس کے امکان عقلی کی دلیل ہے۔

3۔ پہاڑ پر تجلی ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نور خاص اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی وجہ سے مخلوقات سے محجوب اور پردے میں ہے اور محجوب ہونے کے جو ذرائع اور واسطے ہیں ان کا تعین کے ساتھ علم بھی صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ غالباً ان میں سے صرف چند ایک حجاب اٹھائے گئے اور وہ بھی پہاڑ کے حق میں۔

4۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بے ہوشی اس وجہ سے نہ تھی کہ ان پر تجلی ہوئی کیونکہ یہ بظاہر

نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿١٥٢﴾ وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٥٣﴾ وَلَمَّا سَكَتَ عَن مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۖ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿١٥٤﴾

ترجمہ: اور بنالیا موسیٰ کی قوم نے ان کے پیچھے اپنے زیورات سے بچھڑا (اس کا) ایک بدن کہ اس کی (گائے کی) آواز تھی۔ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ وہ نہ کلام کرتا ہے ان سے اور نہ دکھاتا ہے ان کو راہ۔ بنالیا انہوں نے اس کو اور تھے وہ ظالم۔ اور جب وہ نادم ہوئے اور سمجھے کہ بے شک وہ گمراہ ہوئے تو کہنے لگے اگر نہیں رحم کیا ہم پر ہمارے رب نے اور (نہیں) بخشا ہم کو تو ہم ضرور ہو جائیں گے نقصان اٹھانے والوں میں سے۔ اور جب لوٹا موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرا ہوا رنجیدہ کہا بری ہے جو نیابت کی تم نے میری میرے پیچھے۔ کیا جلد بازی کی تم نے اپنے رب کے حکم سے۔ اور ڈال دیں تختیاں اور پکڑا اپنے بھائی (ہارون) کا سر کھینچنے لگا اس کو اپنی طرف۔ کہا (ہارون نے) اے میری ماں کے بیٹے بے شک لوگوں نے کمزور خیال کیا مجھ کو اور قریب تھے کہ قتل کر دیتے مجھ کو۔ سو تو مت ہنسا مجھ پر دشمنوں کو اور مت کر مجھ کو ظالم لوگوں کے ساتھ۔ کہا (موسیٰ نے) اے میرے رب بخش دے مجھ کو اور میرے بھائی کو اور داخل کر ہم کو اپنی رحمت میں اور تو زیادہ رحم کرنے والا ہے سب رحم کرنے والوں سے۔ بے شک جن لوگوں نے اختیار کیا بچھڑے کو پہنچے گا ان کو غضب ان کے رب کی طرف سے اور ذلت دنیا کی زندگی میں اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں افتراء کرنے والوں کو۔ اور جن لوگوں نے عمل کئے برے پھر توبہ کی ان کے بعد اور ایمان لائے بے شک تیرا رب اس (توبہ) کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جب تھم گیا موسیٰ سے غصہ اٹھایا اس نے تختیوں کو اور ان کے لکھے ہوئے میں ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

تفسیر: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تورات لینے کے لئے تشریف لے گئے تو (موسیٰ) علیہ السلام (کی قوم) یعنی بنی اسرائیل (نے ان کے) جانے کے (بعد اپنے) مجموعہ (زیورات کا) جو کہ مصر سے نکلتے وقت انہوں نے قبطیوں یعنی وہاں کے باشندوں سے شادی کے بہانے

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝

ترجمہ: وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں رسول نبی امی کی جو پاتے ہیں لکھا ہوا اس کو اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ حکم دیتا ہے ان کو نیکی کا اور روکتا ہے ان کو برائی سے اور حلال کرتا ہے ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو اور حرام کرتا ہے ان پر گندی چیزوں کو اور اتارتا ہے ان سے ان کے بوجھ اور ان طوق کو جو تھے ان پر۔ پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی) پر اور حمایت کی اس کی اور مدد کی اس کی اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا گیا آپ کے ساتھ وہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔ تو کہہ دے اے لوگو بے شک میں رسول ہوں (اس) اللہ کا تم سب کی طرف جس کے لئے بادشاہی ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔ نہیں کوئی معبود مگر وہی۔ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے اس رسول نبی امی پر جو ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور اس کے کلمات (یعنی کلام) پر اور پیروی کرو اس کی تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک گروہ ہے جو (ایسے افراد پر مشتمل ہے کہ) راہ بتاتے ہیں حق کی اور اس کے مطابق انصاف کرتے ہیں۔

تفسیر: (جو لوگ اپنے رسول نبی امی) جن کے علوم و معارف براہ راست اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں کسی انسانی واسطے کے مرہون منت نہیں ان (کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں) جن کی صفت یہ بھی ہے کہ (وہ ان کو نیک کاموں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال بتاتے ہیں) گو وہ پچھلی شریعتوں میں حرام تھیں (اور گندی چیزوں کو) بدستور (ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو) پچھلی شریعتوں میں سخت احکام کے (بوجھ اور طوق) لدے ہوئے (تھے) یعنی جن کا ان کو پابند کیا ہوا تھا (ان کو دور کرتے ہیں) یعنی ایسے سخت احکام ان کی شریعت میں منسوخ ہو جاتے ہیں (سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور) یعنی

قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ
بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ۟

ترجمہ: اور جب کہا گیا ان سے کہ (جاکر) رہو اس بستی میں اور کھاؤ اس میں سے جہاں چاہو اور کہو توبہ ہے اور داخل ہو دروازہ میں جھکے ہوئے تو ہم بخش دیں گے تمہارے لئے تمہاری خطائیں (اور) ہم زیادہ دیں گے نیکی کرنے والوں کو۔ تو بدل ڈالا ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا ان میں سے لفظ کو اس کے سوا جو کہا گیا تھا ان سے پھر بھیجا ہم نے ان پر عذاب آسمان سے بسبب اس کے جو وہ ظلم کرتے تھے۔

تفسیر: اور جب بنی اسرائیل سے کہا گیا (کہ تم لوگ اس آبادی میں جاکر رہو اور کھاؤ (اس) کی چیزوں میں (سے) جس جگہ تم رغبت کرو اور (یہ بھی حکم دیا گیا کہ جب اندر جانے لگو تو (زبان سے) یہ کہتے جانا کہ توبہ ہے) توبہ ہے (اور) عاجزی سے (جھکے جھکے دروازے میں داخل ہونا ہم تمہاری (پچھلی) خطائیں معاف کردیں گے (یہ تو سب کے لئے ہوگا اور) جو لوگ نیک کام کریں گے ان کو مزید اور دیں گے سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ (سے) جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس (کے کہنے) کی ان سے فرمائش کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ایک آفت سماوی بھیجی، اس وجہ سے کہ وہ حکم ضائع کرتے تھے۔

نافرمانی اور عذاب کی دوسری مثال: اہل سبت کے مسخ کا قصہ

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ
الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ
شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَٰلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا
يَفْسُقُونَ ۔ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا اللَّهُ
مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ
وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۔ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنْجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ
عَنِ السُّوٓءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا

يَفْسُقُونَ ۝ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خٰسِئِينَ

ترجمہ: اور پوچھ ان سے اس بستی کے بارے میں جو تھی دریا کے کنارے پر جب وہ حد سے بڑھنے لگے ہفتہ (کے دن کے حکم کے بارے) میں جب آتیں ان کے پاس ان کی مچھلیاں ہفتے کے دن ظاہر ہو ہو کر اور جس دن وہ ہفتہ نہ مناتے نہ آتیں ان کے پاس۔ اسی طرح ہم آزماتے تھے ان کو بسبب اس کے جو وہ نافرمانی کرتے تھے۔ اور جب کہا ایک گروہ نے ان میں سے کیوں تم نصیحت کرتے ہو ایسے لوگوں کو کہ جن کو اللہ ہلاک کرنے والا ہے ان کو یا عذاب دینے والا ہے ان کو سخت عذاب۔ (جواب میں) انہوں نے کہا عذر کرنے کے لئے تمہارے رب کی طرف اور شاید کہ یہ ڈر (بھی) جائیں۔ پھر جب انہوں نے بھلا دیا اس کو جو نصیحت کئے گئے وہ جس کی نجات دی ہم نے ان لوگوں کو جو روکتے تھے برائی سے اور پکڑا ہم نے ان لوگوں کو جنہوں نے زیادتی کی سخت عذاب کے ساتھ بسبب اس کے جو وہ نافرمانی کرتے تھے۔ پھر جب انہوں نے تجاوز کیا اس سے روکے گئے تھے جس سے تو کہا ہم نے ان کو ہو جاؤ بندر ذلیل۔

تفسیر: (اور آپ ان) اپنے ہمعصر یہودی (لوگوں سے) بطور تنبیہ کے (اس بستی) والوں (کا جو کہ دریا کے قریب آباد تھے) اور اس میں یہودی رہتے تھے جن کو ہفتہ کے روز شکار کرنا ممنوع تھا (اس وقت کا حال پوچھئے جب کہ وہ) بستی وہاں کے بسنے والے (ہفتہ) کے متعلق جو حکم تھا اس (کے بارے میں حد) شرعی (سے نکل رہے تھے جب کہ ان کے ہفتہ کے روز تو ان) کے دریا (کی مچھلیاں) پانی سے سر نکال نکال (ظاہر ہو ہو کر) سطح دریا پر (ان کے سامنے آتی تھیں اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں) بلکہ وہاں سے دور کہیں چلی جاتی تھیں اور یہ اس لئے تھا کہ (ہم ان کی اس طرح پر) شدید (آزمائش کرتے تھے) کہ کون حکم پر ثابت رہتا ہے اور کون بے صبر رہتا۔ اور یہ آزمائش (اس سبب سے) تھی (کہ وہ) پہلے سے (نافرمانی کیا کرتے تھے) اسی لئے ایسے سخت حکم سے ان کی آزمائش کی جب کہ اہل طاعت کی آزمائش لطف اور توفیق اور تائید کے ساتھ ہوا کرتی ہے (اور) اس وقت کا حال پوچھئے (جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے) جو کہ ان کو نصیحت کرتے کرتے ان پر اثر واقع ہونے سے مایوس ہو گئے تھے ایسے لوگوں سے جو اب بھی نصیحت کئے چلے جا رہے تھے اور اس قدر مایوس بھی نہ ہوئے تھے جیسا کہ ان کے قول لعلهم يتقون یعنی شاید کہ یہ ڈر جائیں سے معلوم ہوتا ہے (یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کئے جاتے ہو جن) سے قبول کی کچھ امید نہیں اور ایسا

وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

ترجمہ: اور جب (نکال) لیا تیرے رب نے بنی آدم سے (یعنی) ان کی پشتوں سے ان کی اولاد کو اور گواہ بنایا ان کو ان کی جانوں پر (کہ) کیا نہیں ہوں میں تمہارا رب (وہ سب) بولے کیوں نہیں۔ گواہ ہیں ہم (یہ) کہ کہیں تم کہنے لگو قیامت کے دن ہم تھے اس سے بے خبر یا تم کہنے لگو کہ شرک کیا ہمارے باپ دادوں نے اس سے پہلے اور ہم ہوئے اولاد ان کے بعد۔ کیا تو ہلاک کرتا ہے ہم کو بسبب اس کے جو کیا گمراہوں نے۔ اور اسی طرح ہم کھول کر بیان کرتے ہیں آیتوں کو اور تاکہ وہ پلٹ آئیں۔

تفسیر: (اور) ان سے اس وقت کا واقعہ ذکر کیجئے (جب کہ آپ کے رب نے) عالم ارواح میں آدم علیہ السلام کی پشت سے تو خود ان کی اولاد کو اور (اولاد آدم کی پشت سے) ان کی اولاد کو نکالا اور) ان کو سمجھ عطا کر کے (ان سے انہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے) اس عقل خداداد سے حقیقت امر کو سمجھ کر (جواب دیا کہ کیوں نہیں) واقعی آپ ہمارے رب ہیں۔ حق تعالیٰ نے وہاں جتنے ملائکہ اور مخلوقات حاضر تھے سب کو گواہ کر کے سب کی طرف سے فرمایا (ہم سب) اس واقعہ کے (گواہ بنتے ہیں) اور یہ اقرار اور شہادت سب اس لئے ہوا کہ (تاکہ تم لوگ) یعنی جو تم میں توحید کے ترک کرنے پر اور شرک اختیار کرنے پر سزا پائیں (قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس) توحید (سے محض بے خبر تھے یا یوں کہنے لگو کہ) اصل (شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے) اور عام طور سے اصل عقائد وخیالات میں اولاد بڑوں سے تابع ہوتی ہے اس لئے ہم بے خطا ہیں کیا اپنے فعل پر تو ہم سزا کے مستحق نہیں اگر سزا ہوئی تو لازم آتا ہے کہ ان بڑوں کی خطا میں ہم پکڑے جائیں (سو کیا ان غلط راہ) نکالنے (والوں کے فعل پر آپ ہم کو ہلاکت میں ڈالے دیتے ہیں) سو اب اس اقرار وگواہی کے بعد تم یہ عذر نہیں پیش کر سکتے۔ پھر اس کے بعد اس سب عہد کو بھلا دیا گیا کہ یہ عہد تم کو دنیا میں پیغمبروں کے ذریعہ سے یاد دلایا جائے گا

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس امت کی یاد دہانی کے لئے قرآن پاک کے اس مقام میں اذ اخذ کے ترجمہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو اس واقعہ کے ذکر کا حکم ہوا (اور) آخر میں بھی اس یاد دہانی کو جتلاتے ہیں کہ (ہم اسی طرح) اپنی (آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں) تاکہ ان کو اس عہد کا ہونا معلوم ہو جائے (اور تاکہ) معلوم ہونے کے بعد شرک وغیرہ سے (وہ باز آ جائیں)۔

فائدہ: 1 حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کی اولاد کی پشت سے ان کی اولاد اسی طرح آخر تک سلسلہ چلا۔ اسی لئے آخر کا اعتبار کرتے ہوئے من بنی آدم کہا صرف من آدم نہیں کہا۔

2۔ اگرچہ کسی کو یہ عہد یاد نہیں رہا لیکن انبیاء علیہم السلام ہمیشہ توحید کی دعوت دیتے رہے اور یہ عہد یاد دلاتے رہے۔ ان کا اس کا تذکرہ کرنا ہمارے لئے بطور حجت کافی ہے۔

ربط: شیطان کی دشمنی اور انجام بد کی واقعاتی شہادتیں اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر عہد ان سب کے ذکر سے حق کو سمجھنا کچھ دشوار نہیں۔ حق کو پوری طرح سمجھ لینے کے باوجود جو لوگ محض دنیوی طمع اور نفسانی خواہشات کی پیروی کریں اور حق کو چھوڑ دیں آگے ان کی مثال ذکر کرتے ہیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ

اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ

هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ

تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ سَاۗءَ مَثَلَاْ ۨ الْقَوْمُ

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝

ترجمہ: اور پڑھ ان پر حال اس شخص کا دیں ہم نے جس کو اپنی آیتیں پھر وہ نکل گیا ان سے اور پیچھے لگ گیا اس کے شیطان تو ہو گیا وہ گمراہوں میں سے۔ اور اگر ہم چاہتے تو بلند کرتے اس کو ان (آیتوں) کے سبب و لیکن وہ مائل ہوا زمین کی طرف اور اس نے پیروی کی اپنی خواہش کی تو اس کی مثال مانند بے کتے کی مثال ہے۔ اگر تو حملہ کرے اس پر تو ہانپے

انسلاخ یعنی راہ حق سے نکل جانا بن جاتا ہے مگر یہاں اتبعہ الشیطان سے شیطان کا مسلسل پیچھا کرنا مراد ہے محض پیچھا کرنا مراد نہیں ہے، اور مسلسل پیچھا کرنا انسلاخ کے بعد ہی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں غوایت و گمراہی سے بھی اس کا دوام اور کفر پر خاتمہ مراد ہے اور یہ بھی انسلاخ کے بعد ہوتا ہے۔ انسلاخ کے بعد اتبعہ الشیطان کو ذکر کرنے میں اشارہ ہے کہ مطلق معصیت سے شیطان کا کامل تسلط نہیں ہو جاتا۔ البتہ جب انسان اس کے ناکمل تسلط کے باوجود راہ حق کی مکمل تابعداری کو چھوڑ کر مکمل انسلاخ اور راہ حق سے مکمل انحراف اختیار کر لیتا ہے کہ عملی مخالفت کے ساتھ ساتھ انکار اعتقادی بھی ہو جائے تب شیطان کا تسلط مکمل ہوتا ہے۔ پس آدمی اپنے ہاتھوں بگڑتا ہے۔

ربط: آگے اس حقیقت کو بیان کرتے ہیں کہ تمام آیتوں اور نشانیوں سے آگاہ ہونے کے باوجود بہت سے لوگ ہدایت کو کیوں قبول نہیں کرتے؟ وہ حقیقت یہ ہے کہ علم بھی انسان کو جب ہی کام دیتا ہے جب خدا کی ہدایت اور دستگیری سے علم صحیح کے موافق چلنے کی توفیق ہو۔ جسے خدا ہی سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق نہ دے وہ راہ ہدایت پر نہیں آسکتا۔ اور ایسا اس لئے ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی جہنم کے لئے کیا ہے البتہ یہ لوگ جہنم میں جاتے ہیں تو اپنے اختیار اور ارادے کو استعمال کر کے ہی جاتے ہیں۔

مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ ۚ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا ۗ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

ترجمہ: جس کو ہدایت دے اللہ تو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو گمراہ کرے (اللہ) تو وہی لوگ نقصان والے ہیں۔ اور پیدا کئے ہیں ہم نے جہنم کے لئے بہت سے جن اور انسان۔ ان کے دل ہیں (لیکن) نہیں سمجھتے ان سے اور ان کی آنکھیں ہیں (لیکن) نہیں دیکھتے ان سے اور ان کے کان ہیں (لیکن) نہیں سنتے ان سے۔ وہ مانند چوپایوں کے ہیں بلکہ وہ زیادہ بے راہ ہیں۔ وہی لوگ ہیں غافل۔

تفسیر: (جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے سو ہدایت پانے والا وہی ہوتا ہے اور جس کو گمراہ کر دے سو ایسے ہی لوگ) ابدی (خسارہ میں پڑ جاتے ہیں) پھر ان سے ہدایت کی توقع کرنا بیکار ہے

(اور) جب وہ لوگ اپنی قوتوں سے کام ہی نہیں لیتے تو ہدایت کہاں سے ہو، سو ان کے نصیب میں تو
دوزخ ہی ہے چنانچہ (ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ) ہی میں رہنے (کے لئے پیدا کئے
ہیں جن کے) نام کو تو (دل) ہیں مگر (ایسے ہیں جن سے) حق بات کو (نہیں سمجھتے) کیونکہ اس کا ارادہ
ہی نہیں کرتے (اور جن کی) نام کو تو (آنکھیں) ہیں مگر (ایسی ہیں جن سے) نظر استدلال کے طور پر
کسی چیز کو (نہیں دیکھتے اور جن کے) نام کو تو (کان) ہیں مگر (ایسے ہیں جن سے) متوجہ ہو کر حق
بات کو (نہیں سنتے) غرض (یہ لوگ) آخرت کی طرف سے بے توجہ ہونے میں (چوپایوں کی طرح
ہیں بلکہ) اس حیثیت سے کہ چوپایوں کو آخرت کی طرف متوجہ ہونے کا مکلف ہی نہیں بنایا گیا لہٰذا ان
کا توجہ نہ ہونا مذموم نہیں جب کہ ان کو تو اس کا حکم ہے پھر بھی بے توجہی کرتے ہیں سو اس اعتبار سے
(یہ لوگ) ان چوپایوں سے بھی (زیادہ بے راہ ہیں) کیونکہ (یہ لوگ) باوجود توجہ دلانے کے آخرت
سے (غافل ہیں)۔

ربط: غافلوں کا حال ذکر کر کے مومنوں کو تنبیہ کرتے ہیں کہ تم غفلت اختیار نہ کرنا۔ غفلت دور
کرنے والی چیز خدا کی یاد ہے سو تم ہمیشہ اس کو اچھے ناموں سے پکارو اور اچھی صفات سے یاد کرو اور
غفلت کرنے کی تو کوئی وجہ ہی نہیں کیونکہ نہ تو تنبیہ کرنے والے رسول کوئی دیوانے ہیں اور نہ ہی
آفاقی دلائل رسول کی بات کے خلاف پر دلالت کرتے ہیں اور نہ ہی آدمی اپنی زندگی کی مہلت پر مطمئن
ہو سکتا ہے کیونکہ کوئی پتہ نہیں کب موت آ جائے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا
الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِيْ
لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ٚ مَا بِصَاحِبِهِمْ
مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى
اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ ۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۚ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔

ترجمہ: اور اللہ کے لئے ہیں اچھے نام سو پکارو اس کو ان سے اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جو کج روی کرتے ہیں اس کے ناموں میں۔ وہ بدلہ دیئے جائیں گے اس کا جو وہ کرتے ہیں۔ اور ان میں سے جن کو پیدا کیا ہم نے ایک جماعت ہے جو راہ بتاتے ہیں حق کے مطابق اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو ہم بتدریج لئے جا رہے ہیں (جہنم کی طرف) ان کو اس طور پر کہ وہ جانتے نہیں ہیں۔ اور میں مہلت دیتا ہوں ان کو بے شک میری تدبیر مضبوط ہے۔ کیا نہیں غور کیا انہوں نے۔ نہیں ہے ان کے ساتھی کو کچھ جنون۔ نہیں ہے وہ مگر ڈرانے والا کھلا۔ کیا نہیں دیکھا انہوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور (اس میں) جو پیدا کیا اللہ نے ہر چیز سے اور (اس میں) کہ شاید قریب ہو گئی ہو ان کی اجل۔ سو کس بات پر اس (قرآن) کے بعد ایمان لائیں گے۔ جس کو گمراہ کرے اللہ سو نہیں کوئی راہ پر لانے والا اس کے لئے اور (اللہ) چھوڑتا ہے ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکتے ہیں۔

تفسیر: (اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے) خاص (ہیں سو تم) ہمیشہ (اللہ کو ان) اچھے ناموں (سے پکارو) اور اچھی صفات سے یاد کرو (اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں) اور خدا کے ناموں اور صفتوں میں کجروی یہ ہے کہ خدا پر ایسے نام یا صفت کا اطلاق کرے جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی مثلاً خدا کو عاقل کہنا یا جو حق تعالیٰ کی تعظیم کے لائق نہیں مثلاً اس کو کندی کا خالق کہنا یا اس کے مخصوص نام اور صفت مثلاً رحمٰن اور اللہ کا اطلاق غیر اللہ پر کرے یا ان کے معانی بیان کرنے میں بے اصول تاویل اور کھینچ تان کرے یا ان کو معصیت مثلاً سحر وغیرہ کرنے کے مواقع میں استعمال کرے۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں اور ان کی صفات میں کجروی کرنے والے (ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی)۔

(اور ہماری مخلوق جن و انس میں) سب گمراہ ہی نہیں بلکہ (ایک جماعت) ان میں (ایسی بھی ہے) جو دین (حق) یعنی اسلام (کے موافق) لوگوں کو (ہدایت) بھی (کرتے ہیں اور اسی کے موافق) اپنے اور غیروں کے معاملات میں (انصاف بھی کرتے ہیں۔ اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو بتدریج) جہنم کی طرف (لئے جا رہے ہیں اس طور سے کہ ان کو خبر بھی نہیں)

کیونکہ وہ اپنی حماقت سے سمجھتے ہیں کہ ہم پر مہربانی ہو رہی ہے (اور میں) دنیا میں عذاب نازل کرنے میں (ان کو مہلت دیتا ہوں، بیشک میری تدبیر) جو ظاہر میں رحمت اور حقیقت میں قہر و عذاب ہے (بہت مضبوط ہے) جس کی کسی حیلہ اور تدبیر سے مدافعت نہیں ہو سکتی۔ ان حقائق کے باوجود آیات الٰہی کو جھٹلانے اور اس کے انجام بد سے غافل ہو جانے کا کیا سبب ہے؟ اگر ان آیات کے لانے والے کے بارے میں کچھ شبہ ہے تو (کیا ان لوگوں نے اس بات میں غور نہ کیا کہ ان کا جن) پیغمبر (سے سابقہ ہے ان کو ذرا بھی جنون نہیں) ان کی عقل و دانش اور امانت و دیانت تو تمہارے نزدیک پہلے سے مسلم و معروف ہے (وہ تو صرف ایک صاف صاف) عذاب سے (ڈرانے والے ہیں) جو کہ پیغمبر کا اصلی کام ہوتا ہے۔ اور اگر جس کے پاس سے وہ آیات لاتے ہیں اس کے یعنی خدا کے بارے میں کچھ شبہ ہے تو (کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور) نیز (دوسری چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں) کہ ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ آفاقی آیات ان کی نازل کردہ آیات کی تائید کرتی ہیں اور اس طرح وہ خدا تعالیٰ کی توحید پر استدلال کرتے (اور اس بات میں) بھی غور نہیں کیا (کہ ممکن ہے کہ ان کی اجل قریب ہی آ پہنچی ہو) تا کہ عذاب کے اندیشے ہی سے ڈرتے اور اس سے بچنے کی فکر کرتے جس سے دین حق مل جاتا۔ اور جب قرآن جیسے موثر کلام کو سن کر بھی یہ غور و فکر پر آمادہ نہیں ہوتے تو (پھر قرآن کے بعد کونسی بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے) کہ یہ مقدر کر دے کہ وہ اپنے کسب و اختیار سے گمراہی کا عزم کرے (اس کو کوئی راہ پر نہیں لا سکتا اور اللہ تعالیٰ ان کو) جو گمراہی کا عزم کر چکے ہیں (ان کی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے) تا کہ ایک وقت ہی پوری سزا دے۔

فائدہ: یہ جو فرمایا میں ان کو مہلت دیتا ہوں اس کا حاصل یہ ہے کہ ان کی شرارتوں پر شدید سزا دینا منظور ہے اس لئے اس کی یہ تدبیر کی گئی کہ دنیا میں ان کو فوراً سزا نہیں دی جاتی بلکہ دنیوی عیش اور فراخی کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں حتیٰ کہ خدائی سزا سے بے فکر ہو کر جرائم اور گناہوں کے ارتکاب پر اور زیادہ دلیر ہو جاتے ہیں۔ اس طرح جو انتہائی سزا ان پر جاری کرنی ہے وہ رفتہ رفتہ اعلانیہ اور کامل طور پر اپنے کو اس کا مستحق ثابت کر دیتے ہیں۔ یہی خدا کی ڈھیل اور استدراج ہے۔ اور دونوں مضمون کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی حماقت اور بے حیائی سے سمجھتے ہیں کہ ہم پر مہربانی ہو رہی ہے اور حقیقت میں انتہائی عذاب کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔

ربط: پیچھے یہ ذکر ہوا کہ کسی بھی شخص کو اپنی موت کا علم نہیں نہ جانے کب آ جائے۔ آگے

فرماتے ہیں کہ اسی طرح تمام دنیا کی اجل یعنی قیامت کا کسی کو کچھ پتہ نہیں وہ بھی اچانک آجائے گی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی اس کے ہونے کے وقت کا علم نہیں دیا گیا۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: وہ سوال کرتے ہیں تجھ سے قیامت کے بارے میں کہ کب ہے اسکا وقوع، تو کہہ اس کا علم تو محض میرے رب کے پاس ہے۔ نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر وہی (اللہ)۔ بھاری ہوگی (قیامت) آسمانوں اور زمین میں۔ نہیں آئے گی تمہارے پاس مگر اچانک۔ وہ سوال کرتے ہیں تجھ سے گویا کہ تو تحقیق کرنے والا ہے اس کے بارے میں۔ کہہ محض اس کا علم اللہ کے پاس ہے ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

تفسیر: (لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا، آپ فرما دیجئے کہ اس کا) یہ (علم) کہ کب واقع ہوگی (صرف میرے رب ہی کے پاس ہے) دوسرے کسی کو اس کی اطلاع نہیں (اس کے وقت پر اس کو سوائے اللہ کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا) اور وہ ظاہر کرنا یہ ہوگا کہ اس کو واقع کر دے گا۔ اس وقت سب کو پوری خبر ہو جائے گی۔ اس سے پہلے محض کسی کو بتانے کے طور پر بھی اس کو ظاہر نہ کیا جائے گا کیونکہ (وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری حادثہ ہوگا) اس لئے (وہ تم پر محض اچانک) بے خبری میں (آپڑے گی) تاکہ وہ جس طرح اشیاء و اجسام برباد اور فنا کرنے کے اعتبار سے بھاری ہے اسی طرح دلوں پر بھی اس کا بھاری اثر ہو۔ اور کسی بڑے حادثہ کے وقوع کے وقت کا پہلے سے علم ہو تو دلوں پر وہ بوجھ نہیں ہوتا کیونکہ اس وقت میں وقوع کے لئے دل پہلے سے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا پوچھنا بھی تو معمولی طور پر نہیں بلکہ (وہ آپ سے اس طرح) اصرار و مبالغہ سے (پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں) اور تحقیقات کے بعد آپ کو اس کا پورا علم ہو گیا ہے۔ (آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم) مذکور (خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ) اس بات کو (نہیں جانتے) کہ بعض علوم حق تعالیٰ نے اپنے خزانہ علم میں چھپا رکھے ہیں انبیاء کو بھی ان کی اطلاع نہیں دی لہٰذا ان کے نہ جاننے کو عدم نبوت پر دلیل نہیں بنا سکتے۔

اصل مقصود امور تکوینیہ یعنی اللہ تعالیٰ کے کاموں کا احاطہ نہیں ۔ اس لئے ان امور کا علم نبی کو ملنا ضروری
نہیں اور ان ہی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ قیامت کب ہوگی ۔ البتہ نبوت کا اصل مقصود امور دینیہ
یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کا علم ہے سو وہ مجھ کو حاصل ہے۔

فائدہ: 1 ۔ ایمان رکھنے والوں کی تخصیص اس لئے کی کہ نفع ان ہی لوگوں نے اٹھایا ورنہ آپ
کا بشیر و نذیر ہونا تمام مکلفین کے لئے عام ہے۔

2۔ نفع و ضرر میں جو تکوینی کی قید لگائی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کسی امر میں بھی
اختیار حاصل نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مقام پر تکوینی امور ہی کے علم کی نفی کا قصد کیا ہے۔

ربط: یہ بتا کر کہ علم غیب خاص اللہ کو حاصل ہے اور اس میں کوئی اس کا شریک نہیں آگے شرک
کا مزید ابطال کرتے ہیں۔

هُوَ الَّذِي

خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ
إِلَيْهَا ۖ فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ ۖ فَلَمَّا
أَثْقَلَتْ دَعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَنَكُونَنَّ مِنَ
الشَّاكِرِينَ ﴿١٨٩﴾ فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا ۚ
فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٩٠﴾ أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ
يُخْلَقُونَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنْفُسَهُمْ
يَنْصُرُونَ ﴿١٩٢﴾ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ ۚ
سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ ﴿١٩٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ
تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ ۖ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا
لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٩٤﴾ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا ۖ أَمْ
لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا ۖ
أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۗ قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ

فَلَا تُنظِرُونِ ﴿١٩٥﴾ إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿١٩٦﴾ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿١٩٧﴾ وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَسْمَعُوا ۖ وَتَرَاهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿١٩٨﴾

ترجمہ: وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور بنایا اس سے اس کا جوڑا تاکہ سکون حاصل کرے (اپنے) اس (جوڑے) سے۔ پھر جب ڈھانپ لیا مرد نے عورت کو تو اٹھایا (عورت نے) ایک بوجھ ہلکا اور چلتی رہی اس کے ساتھ۔ پھر جب وہ بوجھل ہوئی تو دعا کی دونوں (میاں بیوی) نے اپنے رب سے کہ اگر دیا تو نے ہمیں صحیح سالم (بچہ) تو ضرور ہم ہوں گے شکر گزاروں میں سے۔ پھر جب دیا (اللہ نے) ان کو صحیح سالم (بچہ) تو بنانے لگے دونوں اس (اللہ) کے لئے شریک اس میں جو دیا (اللہ نے) ان کو۔ سو بلند ہے اللہ اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔ کیا وہ شریک ٹھہراتے ہیں ایسے کو جو نہیں پیدا کرتا کچھ بھی اور (بلکہ) وہ پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور نہیں طاقت رکھتے ان کے لئے مدد کی اور نہ ہی اپنی مدد کر سکتے ہیں۔ اور اگر تم پکارو ان کو ہدایت کی طرف تو نہیں پیروی کریں تمہاری۔ برابر ہے تم پر یا تو پکارو تم ان کو یا تم خاموش رہو۔ بے شک جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے علاوہ وہ بندے ہیں تم جیسے سو تم پکارو ان کو پس چاہئے کہ وہ قبول کریں تمہارے لئے (دعا کو) اگر تم سچے ہو۔ کیا ان کے پاؤں ہیں چلتے ہیں جن سے، یا ان کے ہاتھ ہیں پکڑتے ہیں جن سے، یا ان کی آنکھیں ہیں دیکھتے ہیں جن سے، یا ان کے کان ہیں سنتے ہیں جن سے۔ تو کہہ دے پکارو اپنے شریکوں کو پھر تدبیر کرو میرے ساتھ (میرے نقصان کی) اور مت ڈھیل دو مجھ کو۔ بے شک میرا مددگار اللہ ہے جس نے نازل کی کتاب اور وہ مدد کرتا ہے نیک لوگوں کی۔ اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے علاوہ وہ نہیں طاقت رکھتے وہ تمہاری مدد کی اور نہ اپنی جانوں کی مدد کر سکیں۔ اور اگر تم پکارو ان کو ہدایت کی طرف تو نہ سنیں (کچھ)۔ اور تو دیکھتا ہے ان کو کہ وہ دیکھ رہے ہیں تیری طرف اور وہ (کچھ) نہیں دیکھتے۔

تفسیر: (ہو الذی انشاکم) قتادہ اور منظم (ہے جس نے تم کو ایک تن واحد) یعنی آدم علیہ السلام (سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا) جس سے مراد حوا علیہا السلام ہیں۔ بنانے کی کیفیت سورہ

نساء کی تفسیر کے شروع میں گذر چکی۔ اور جوڑا اس لئے بنایا (تا کہ وہ اس اپنے جوڑے سے انس حاصل کرے) پس جب وہ خالق بھی ہے اور محسن بھی تو عبادت اسی کا حق ہے۔ (پھر) آگے ان کی اولاد بڑھی اور ان میں بھی میاں بیوی ہوئے لیکن ان میں بعض کی یہ حالت ہوئی کہ (جب میاں نے بیوی سے قربت کی تو اس کو حمل رہ گیا) جو اول اول (ہلکا سا) رہا (سو وہ اس کو) پیٹ میں (لئے ہوئے) بے تکلف (چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ) حاملہ اس حمل کے بڑھ جانے سے (بوجھل ہوگئی) اور دونوں میاں بیوی کو یقین ہو گیا کہ حمل ہے (تو) اس وقت ان کو طرح طرح کے اندیشے اور توہمات ہونے لگے جیسا کہ بعضے حمل میں خطرات پیش آتے ہیں اس لئے (دونوں میاں بیوی اللہ، اپنے رب سے دعا کرنے لگے کہ اگر آپ نے ہم کو صحیح سالم اولاد دے دی تو ہم خوب شکر گزاری کریں گے) جیسا عام عادت ہے کہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے بڑے بڑے عہد و پیمان ہوا کرتے ہیں۔ (سو جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو صحیح سالم اولاد دے دی تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں) جدا جدا طریقوں سے (اللہ کے شریک قرار دینے لگے) کسی نے اعتقاد سے کہ یہ اولاد فلاں زندہ یا مردہ بزرگ نے دی ہے، کسی نے عمل سے کہ اس کے نام کی نذر و نیاز کرنے لگے یا بچہ کو لے جا کر اس کے سامنے اس کا ماتھا ٹیک دیا، کسی نے قول سے کہ اس کی بندگی پر نام رکھ دیا جیسے نبی بخش یا بندہ علی وغیرہ، یعنی یہ حق تو تھا خدا کا جو کہ منعم اور خالق اور قادر و محسن ہے لیکن دیا دوسروں کو (سو اللہ تعالیٰ پاک ہے ان کے شرک سے)۔ یہاں تک تو حق تعالیٰ کی صفات مذکور تھیں جو مقتضی ہیں کہ وہی معبود ہونے کا مستحق ہے۔ آگے معبودان باطل کے نقائص کا ذکر ہے جو مقتضی ہیں کہ وہ معبود ہونے کے مستحق نہ ہوں لہٰذا فرماتے ہیں کہ (کیا) اللہ تعالیٰ کے ساتھ (ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو بنا نہ سکیں اور) بلکہ (وہ خود ہی بنائے جاتے ہوں) چنانچہ ظاہر ہے کہ بتوں کو بت پرست خود تراشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ (اور) کسی چیز کا بنانا تو بڑی بات ہے (وہ) تو ایسے عاجز ہیں کہ اس سے آسان کام بھی نہیں کر سکتے مثلاً (ان کو کسی قسم کی مدد) بھی (نہیں دے سکتے اور) اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ اگر کوئی حادثہ ان کو پیش آ جائے مثلاً ان بزرگوں کو کوئی تکلیف پہنچ جائے یا کوئی شخص بتوں کو توڑنے پھوڑنے ہی لگے تو (وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے۔ اور) اس سے بھی بڑھ کر سنو کہ (اگر تم ان کو کوئی بات بتانے کے لئے پکارو تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں) اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ تم ان کو پکارو کہ وہ تم کو کوئی بات بتائیں تو تمہارا کہنا نہ کریں یعنی نہ بتائیں اور دوسرے اس سے زیادہ یہ کہ تم ان کو پکارو کہ آؤ ہم تم کو کچھ بتائیں تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں یعنی تمہاری بتائی ہوئی بات

بر عمل نہ کر سکیں۔ بہر حال (تمہارے اعتبار سے دونوں باتیں برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو) وہ جب بھی
نہیں سنتے (اور یا تم خاموش رہو) جب تو نہ سننا ظاہر ہی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو کام سب سے سہل تر
ہے کہ کوئی بات جتانے کے لئے پکارے تو سن لینا وہ اسی سے عاجز ہیں تو جو اس سے بھی مشکل ہے کہ
اپنی حفاظت کرنا اور پھر جو اس سے مشکل ہے کہ دوسروں کی مدد کرنا اور پھر جو ان سب سے دشوار تر ہے
کہ کسی شے کو پیدا کرنا اس سے تو اور بھی زیادہ عاجز ہوں گے پھر ایسے عاجز محتاج معبودیت کے لائق
کب ہو سکتے ہیں۔

غرض (واقعی تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے) اللہ کے مملوک (بندے
ہیں سو اگر تم) ان کی الوہیت کے اعتقاد میں (سچے ہو) نے کے دعویدار ہو تو ہم تو تمہیں سچا تب
جانیں جب (تم ان کو پکارو اور یہ تمہارا کہنا کر دیں) اور وہ بے چارے تمہارا کہنا تو کیا کریں گے کہنا ماننے
کے آلات تک ان کو نصیب نہیں، دیکھ لو (کیا ان) بتوں (کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہوں یا ان
کے ہاتھ ہیں جن سے کسی چیز کو تھام سکیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں یا ان کے کان
ہیں جن سے وہ سنتے ہوں) جب ان میں یہ تھوڑی ہی نہیں تو کوئی فعل ان سے کیا صادر ہوگا اور (آپ)
یہ بھی (کہہ دیجئے کہ) جس طرح وہ اپنے معتقدین کو نفع پہنچانے سے عاجز ہیں اسی طرح اپنے مخالفین
کو ضرر بھی نہیں پہنچا سکتے، جیسا تم کہا کرتے ہو کہ ہمارے بتوں کی بے ادبی نہ کیا کرو ورنہ وہ تم پر کوئی
آفت نازل کر دیں گے۔ اور اگر تم سمجھتے ہو کہ وہ مجھ کو ضرر پہنچا سکتے ہیں تو (تم) اپنا ارمان نکال لو اور
(اپنے سب شرکا کو بلا لو پھر) سب مل کر (میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو پھر) جب تدبیر بن جائے تو
(مجھ کو ذرا مہلت مت دو) بلکہ فوراً اس کو نافذ کر دو میں بھی دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ اور کچھ بھی نہ ہوگا
کیونکہ شرکاء تو محض بے کار ہیں وہ کیسے تم تو جو کچھ ہاتھ پاؤں ہلا سکتے ہو ہلا لو لیکن تم میرا اس لئے کچھ
نہیں کر سکتے کہ یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس) کے مددگار اور حامی ہونے کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ
اس (نے) مجھ پر مبارک کتاب (نازل فرمائی) اگر وہ میرا رفیق و محسن نہ ہوتا تو اتنی بڑی نعمت کیوں
عطا فرماتا (اور) اس خاص دلیل کے علاوہ ایک عام قاعدہ سے بھی اس کا مددگار ہونا معلوم ہے۔ وہ
قاعدہ یہ ہے کہ (وہ) عموماً (نیک بندوں کی مدد کیا کرتا ہے) تو انبیاء تو ان نیک بندوں میں اعلیٰ درجہ
کے ہیں اور چونکہ میں بھی نبی ہوں تو میرا بھی ضرور مددگار ہوگا۔ غرض یہ کہ تم جن سے ڈراتے ہو وہ تو
عاجز ہیں اور جو مجھ کو ضرر سے بچانے پر قادر ہے پھر اندیشہ کس بات کا ہے (اور) اگرچہ ان کا عاجز
ہونا اوپر کامل طور پر پہلے سے بیان ہو چکا لیکن چونکہ وہاں مقصود بالذات عجز کا بیان نہ تھا بلکہ ان کے لئے
معبودیت کے استحقاق کی نفی تھی اس لئے آگے ان کے عجز کے بیان کو مقصود بالذات بنا کر فرماتے ہیں

ابھارے تجھ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ تو پناہ مانگ اللہ سے بلاشبہ وہی سننے والا جاننے والا ہے۔ بے شک جو ڈرتے ہیں جب پہنچتا ہے ان کو کوئی خیال شیطان کی طرف سے تو یاد کرتے ہیں (خدا کو) سو اچانک وہ دیکھنے والے ہوتے ہیں اور (رہے) شیطانوں کے بھائی تو وہ (شیطان) کھینچتے ہیں ان کو گمراہی میں پھر وہ (شیطانوں کے تابعدار) باز نہیں آتے۔

تفسیر: لوگوں سے یہ برتاؤ رکھئے کہ ان کے اعمال و اخلاق میں سے (سرسری) نظر میں جو (برتاؤ) معقول و مناسب معلوم ہوں ان (کو قبول کر لیا کیجئے) ان کی تہہ اور حقیقت کی تلاش نہ کیجئے بلکہ ظاہری نظر میں سرسری طور پر جو کام کسی نے اچھا کیا ہو اس کو بھلائی پر محمول کیجئے اور باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد کیجئے کیونکہ کام میں پورے اخلاص کا اور معافی میں اس کی قبولیت کی تمام شرائط کا پورے طور پر پایا جانا خاص خاص لوگوں ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا معاشرت میں سہولت رکھئے تشدد نہ کیجئے یہ برتاؤ تو اچھے کاموں میں ہے۔ (اور) جو کام ظاہر نظر میں بھی برے ہوں ان میں یہ برتاؤ رکھئے کہ اس کی جگہ میں (نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجئے) اور ان کے بہت درپے نہ ہوں۔ (اور) اے نبی (اگر) اتفاقاً ان کی جہالت پر (آپ کو کوئی وسوسہ شیطان) یعنی ابلیس (کی طرف سے) غصہ کا (آنے لگے) جس میں احتمال ہو کہ کوئی بات مصلحت کے خلاف صادر ہو جائے (تو) ایسی حالت میں فوراً (اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے) آپ کے استعاذہ کو سنتا ہے آپ کے مقصود کو جانتا ہے وہ آپ کو اس سے پناہ دے گا۔ اور جس طرح استعاذہ و توجہ الی اللہ آپ کے لئے نافع ہے اسی طرح تمام خداترس لوگوں کے لئے بھی نافع ہے چنانچہ (یقیناً) یہ بات ہے کہ (جو لوگ خداترس ہیں جب ان کو کوئی خیال شیطان کی طرف سے) غصہ کا یا اور کسی بات کا (آ جاتا ہے تو وہ) فوراً خدا کی (یاد میں لگ جاتے ہیں) جیسے استعاذہ و دعا کرنا اور خدا تعالیٰ کی عظمت و عذاب و ثواب کو یاد کرنا (سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں) اور حقیقت حال ان پر واضح ہو جاتی ہے جس سے وہ خیال اثر نہیں کرتا (اور) اس کے برخلاف (جو شیطانوں کے تابعدار ہیں وہ) شیطان (ان کو گمراہی میں کھینچتے چلے جاتے ہیں پس وہ) تابعدار گمراہی سے (باز نہیں آتے) نہ وہ استعاذہ کریں نہ گمراہی سے محفوظ رہیں اور یہ مشرکین بھی شیطان کے تابعدار ہیں تو یہ کب باز آئیں گے اس لئے ان کے فکر و قصہ میں پڑنا بے کار ہے۔

فائدہ: نزغ شیطان کا مضمون عصمت انبیاء علیہم السلام کے منافی نہیں کیونکہ عصمت کا حاصل یہ ہے کہ وہ گناہ کے مرتکب نہیں ہوتے یہ نہیں کہ شیطان ان کو گناہ کی رائے نہیں دے سکتا کیونکہ جس

طرح کسی کافر انسان کا کسی نبی کے سامنے آ کر کوئی کفر کی بات کہنا جب کہ اس کا نبی پر کوئی اثر نہ ہو نبوت کی شان میں مخل نہیں اسی طرح کا فر جن کا معاملہ ہے۔ البتہ چونکہ صحیح مسلم کی حدیث میں تصریح ہے کہ ہر شخص کے ساتھ رہنے والے شیطان کے برعکس آپ کے ساتھ رہنے والا جن آپ کو بری رائے بھی نہ دیتا تھا بلکہ غالبا وہ خود مسلمان ہو گیا تھا اور اس لئے آپ کو بھلی بات ہی کی رائے دیتا تھا اس لئے آیت میں شیطان سے ابلیس مراد ہے جس کا کسی وقت آپ ﷺ کے پاس آ جانا محال نہیں۔

ربط: ان مشرکین کی ناشائستہ باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنے خدا سے کہہ کر ہماری مانگی ہوئی نشانی چھانٹ کر کیوں نہیں لے آتے تو ایسے موقع پر آپ ان کو اس قسم کا شائستہ جواب دیجئے کہ نشانی کے طور پر تو قرآن موجود ہے جو بذات خود نشانیوں کا مجموعہ ہے لہٰذا اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِن رَّبِّي ۚ هَٰذَا بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

ترجمہ: اور جب تو نہ لے کر آئے ان کے پاس کوئی نشانی تو کہتے ہیں کیوں نہیں چھانٹ لایا تو اس کو۔ تو کہہ دے محض میں اتباع کرتا ہوں اس کی جو وحی کی گئی میری طرف میرے رب کی جانب سے۔ یہ دلیلیں ہیں تمہارے رب کی جانب سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

تفسیر: (اور جب آپ) ان کے فرمائشی معجزات میں سے جن کی فرمائش وہ براہ عناد کرتے تھے (کوئی معجزہ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے) اس وجہ سے کہ حق تعالیٰ کی حکمت اس معجزہ کے ظہور کا تقاضا نہیں کرتی (تو وہ لوگ) رسالت کی نفی کرنے کی غرض سے آپ سے (کہتے ہیں کہ آپ) اگر نبی ہیں تو (یہ معجزہ کیوں نہ) ظہور میں (لائے، آپ فرما دیجئے کہ) یہ میرا کام نہیں کہ میں اپنے اختیار سے معجزے لے آؤں بلکہ میرا اصلی کام یہ ہے کہ (میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے) جس کا ایک اہم شعبہ تبلیغ بھی ہے۔ ہاں نبوت کے اثبات کے لئے نفس معجزہ ضروری ہے سو ان کا وقوع ہو چکا ہے چنانچہ ان میں سب سے بڑا معجزہ ایک یہی قرآن ہے جس کی شان یہ ہے کہ (یہ) بجائے خود (گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے) کیونکہ اس

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾

ترجمہ: اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور (ایسی آواز سے جو) کمتر (ہو) پکار کر بولنے سے صبح کے وقت اور شام کے وقت اور مت ہو غافلوں میں سے۔ بیشک جو ہیں تیرے رب کے نزدیک (مقدس) نہیں تکبر کرتے وہ اس کی بندگی سے اور پاکی بیان کرتے ہیں اس کی اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

تفسیر: (اور) آپ ہر شخص سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ (اے شخص اپنے رب کی یاد کیا کر) قرآن سے یا تسبیح وغیرہ سے خواہ (اپنے دل میں) یعنی آہستہ آواز سے (عاجزی اور خوف کے ساتھ اور) خواہ زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ) اسی عاجزی اور خوف کے ساتھ (صبح اور شام) یعنی مداومت کرو (اور) مداومت کا مطلب یہ ہے کہ (اہل غفلت میں شمار مت ہونا) کہ جن عبادات و اذکار کا حکم ہوا ہے ان کو بھی ترک کر دو کیونکہ (یقیناً جو) ملائکہ (تیرے رب کے نزدیک) مقرب (ہیں ان کو اس کی بندگی سے عار نہیں اور (وہ اس کی عبادت سے) جس میں اصلی عقائد کو ماننا بھی شامل ہے (تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں) جو کہ طاعت لسانی ہے (اور اس کو سجدہ کرتے ہیں) جو کہ اعمال جوارح سے ہے۔ تو انسان کو اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ اللہ کے ذکر وعبادت وسجود سے غافل نہ رہے چنانچہ اس آیت پر بھی سجدہ کرنا چاہئے۔

فائدہ: ذکر الٰہی کے ادب کا حاصل یہ ہے کہ دل میں بھی تذلل اور خوف ہو اور انداز میں بھی عاجزی ہو اور آواز کے اعتبار سے جہر زیادہ نہ ہو، یا تو زبان کی حرکت کے ساتھ بالکل آہستہ ہو یا معتدل جہر ہو۔ اور جہر فی نفسہ ممنوع نہیں۔ جن حدیثوں میں اس کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد زائد یعنی مفرط جہر ہے۔ البتہ اگر دل کے خیالات کو دفع کرنا ہو یا دل کی قساوت کو دور کرنا ہو اور رقت پیدا کرنی ہو تو اس وقت زائد جہر بھی جائز ہے بشرطیکہ کسی محقق شیخ نے تجویز کیا ہو اور اس کو ثواب نہ سمجھتا ہو بلکہ علاج سمجھتا ہو، پھر کسی سونے والے کی یا کسی نمازی وغیرہ کی تشویش کا باعث نہ ہو۔

سورۃ انفال

یہ سورت مدنی ہے، جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی۔ مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں مشرکین نے مسلمانوں پر ہر قسم کا ظلم وستم روا رکھا لیکن مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہ تھی۔ صبر وتحمل کے امتحان کی آخری حد یہ تھی کہ مسلمانوں نے مکہ مکرمہ جیسا مقدس وطن، عزیز و اقارب، اہل وعیال، مال دولت سب چیزوں کو خالص خدا ورسول کی خوشنودی کی خاطر خیر باد کہا۔ جب مشرکین کا ظلم وتکبر اور مسلمانوں کی مظلومیت وبے کسی حد سے گذر گئی، ادھر اہل ایمان کے قلوب وطن وقوم، بیوی بچوں، مال ودولت غرض ہر ایک ماسوی اللہ کے تعلق سے خالی اور پاک ہو کر محض خدا و رسول کی محبت اور توحید واخلاص کی دولت سے بھر گئے تب ان مظلوموں کو ظالموں سے لڑنے اور بدلہ لینے کی اجازت دی گئی۔ مکہ مکرمہ کا ادب اس سے مانع تھا کہ مسلمان وہاں ابتداءً حملہ آور ہوں اس لئے ہجرت کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال تک یہ لائحہ عمل رہا کہ مشرکین مکہ کے تجارتی سلسلوں کو جو شام اور یمن وغیرہ سے قائم تھے ان سے تعرض کر کے ظالموں کی اقتصادی حالت کمزور اور مسلمانوں کی مالی پوزیشن مضبوط کی جائے۔ 2ھ میں ابوسفیان کی سرکردگی میں ایک بھاری تجارتی مہم شام کو گئی ہے۔ ابوسفیان کا یہ تجارتی قافلہ جس کے ساتھ تقریباً ساٹھ قریشی، ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار سونے کے دینار کا مال تھا جب شام سے مکہ کو واپس ہونے لگا تو آپ ﷺ کو اس کی خبر پہنچی۔ آپ نے صحابہ سے ذکر کیا کہ اس جماعت سے تعرض کیا جائے۔ صحابہ کو قافلہ کی نفری کی قلت اور مال کی کثرت کا حال معلوم ہونے سے مال غنیمت کا خیال ہوا اور تین سو سے کچھ زائد آدمی تجارتی قافلہ کی طرف روانہ ہوئے۔ چونکہ کسی بڑے معرکہ کی توقع نہ تھی اس لئے افراد اور سامان اسلحہ وغیرہ کا زیادہ اہتمام نہیں کیا گیا۔ فی الوقت جو لوگ اکٹھے ہو گئے سرسری سامان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ جنگ کی صورت پیدا فرما دی۔ وہ اس طرح کہ ابوسفیان کو آپ کے ارادہ کا پتہ چل گیا۔ اس نے فوراً مکہ آدمی بھیجا۔ وہاں سے تقریباً ایک ہزار کا لشکر جس میں قریش کے بڑے بڑے سردار تھے پورے سازوسامان کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ نبی ﷺ مقام صفراء میں تھے جب آپ کو اطلاع ملی کہ یہ لشکر چلا آرہا ہے۔ اس غیر متوقع صورت کے پیش آجانے پر آپ نے صحابہ کو اطلاع کی کہ اس وقت دو جماعتیں

تمہارے سامنے ہیں۔ تجارتی قافلہ اور فوجی لشکر۔ خدا کا وعدہ ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک پر تم کو تسلط کرے گا۔ تم بتاؤ کہ کس جماعت کی طرف بڑھنا چاہتے ہو؟ چونکہ اس لشکر کے مقابلہ کی تیاری کر کے نہ آئے تھے اس لئے اپنی تعداد اور سامان جنگ کی قلت کو دیکھتے ہوئے بعض حضرات کی یہ رائے ہوئی کہ تجارتی قافلہ پر حملہ کرنا زیادہ مفید اور آسان ہے۔ مگر نبی ﷺ اس رائے سے خوش نظر نہ آئے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت مقداد بن اسود نے دوسری رائے دی اور آخر میں حضرت سعد بن معاذ کی تقریر کے بعد یہی فیصلہ ہوا کہ فوجی لشکر کے مقابلہ پر نکلیں۔ چنانچہ مقام بدر میں دونوں فوجیں بھڑ گئیں اور حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو عظیم فتح عنایت کی۔ بڑی وجہ مسلمانوں کا خلوص اور للّٰہیت اور ان کا باہمی اتفاق تھا۔ یہ اخلاص و اتفاق خود نتیجہ ہے اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت کا۔ اس لئے سورت کے شروع میں ہی جب کہ جنگ بدر کے مال غنیمت کے بارے میں کچھ لوگوں کو اختلاف ہوا اس بات کی تعلیم دی گئی کہ باہمی اختلاف سے بچیں اور تقویٰ اور اطاعت حق اور ذکر الٰہی اور توکل پر قائم رہیں تو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل رہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۴﴾

ترجمہ: یہ لوگ پوچھتے ہیں تجھ سے اموال غنیمت کے (حکم کے) بارے میں۔ کہہ دے اموال غنیمت ہیں واسطے اللہ کے اور رسول کے۔ تو تم ڈرو اللہ سے اور اصلاح کرو آپس میں اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اگر ہو تم ایمان والے۔ بس ایمان والے تو وہ

لوگ ہیں جب ذکر کیا جائے اللہ کا (نام تو) ڈر جاتے ہیں ان کے دل، اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر اللہ کی آیتیں تو وہ بڑھا دیتی ہیں ان کو ایمان میں اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ وہ لوگ (جو) قائم کرتے ہیں نماز کو اور اس میں سے جو دیا ہم نے ان کو خرچ کرتے ہیں۔ وہی ہیں ایمان والے سچے۔ ان کے لئے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور مغفرت ہے اور روزی ہے عزت والی۔

تفسیر: (یہ لوگ آپ سے اموال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ یہ اموال غنیمت اللہ کے ہیں) یعنی وہ اللہ کی ملک ہیں۔ ان کو ہی حق ہے کہ ان کے متعلق جو چاہیں حکم دیں (اور رسول کے ہیں) بایں معنی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حکم پا کر اموال غنیمت میں اس کو نافذ کرتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ اموال غنیمت کے بارے میں تمہاری رائے اور تجویز کو کوئی دخل نہیں بلکہ اس کا فیصلہ حکم شرعی پر ہوگا (تو تم) دنیا کی حرص مت کرو آخرت کے طالب رہو اس طرح پر کہ (اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو) کہ آپس میں حسد اور بغض نہ رہے (اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو) کیونکہ (بس ایمان والے تو وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے (اللہ کا ذکر آتا ہے تو) اس کی عظمت کے استحضار سے (ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ) مضبوط (کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں) اور (جو کہ نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں) بس (سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں۔ ان کے لئے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور) ان کے لئے (مغفرت ہے اور عزت کی روزی) ہے۔

فائدہ: 1۔ اللہ و رسول کی اطاعت میں سب احکام آ گئے اس طرح سے کہ احکام کی دو قسمیں ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ حقوق العباد کی طرف اشارہ ہے اصلحوا ذات بینکم میں یعنی باہمی تعلقات کی اصلاح کرو۔ اور حقوق اللہ کی دو قسمیں ہیں ظاہری و باطنی۔ پھر ظاہری یا تو بدنی ہوتے ہیں یقیمون الصلوۃ میں انکا ذکر ہوا یا مالی ہوتے ہیں تو ینفقون میں انکا بیان ہوا۔ اور باطنی کی بھی دو قسمیں ہیں یا تو عقائد ہیں زادتھم ایمانا میں ان کی طرف اشارہ ہے یا اخلاق ہیں تو یتوکلون میں انکا بیان ہوا۔ اور سب کی بنیاد خوف الٰہی ہے۔ تو اس کا ذکر اتقوا اللہ اور وجلت قلوبھم میں ہوا۔

2۔ آیت بھی اس کی تمام قسموں کو جامع ہے کیونکہ تقویٰ کا حاصل دو چیزیں ہیں۔ ایک تعظیم

کی آگ کی مضرت سے بچنا تو مغفرت میں اس کی طرف اشارہ ہوا اور دوسرے جنت کی منفعت حاصل ہونا پھر یہ منفعت یا تو روحانی ہے جس کا ذکر درجات کے لفظ میں ہوا یا جسمانی ہے جس کا بیان رزق کے لفظ میں ہوا۔

ربط: مال غنیمت کا لوگوں کی مرضی کے موافق تقسیم نہ ہونا اگرچہ بعض لوگوں کو طبعاً گراں محسوس ہو مگر بہت سی مصلحتوں کی وجہ سے یہی خیر اور بہتر ہے اور طبعاً گراں ہونے لیکن مصلحتوں کو متضمن ہونے میں اس کی مثال ایسی ہے جیسی آگے مذکور جنگ بدر کے قصہ میں پیش آئی۔

كَمَآ اَخۡرَجَكَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَيۡتِكَ بِالۡحَـقِّ وَاِنَّ فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ لَـكٰرِهُوۡنَ ۙ‏ يُجَادِلُوۡنَكَ فِى الۡحَـقِّ بَعۡدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوۡنَ اِلَى الۡمَوۡتِ وَهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ ؕ‏ وَاِذۡ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحۡدَى الطَّآئِفَتَيۡنِ اَنَّهَا لَـكُمۡ وَتَوَدُّوۡنَ اَنَّ غَيۡرَ ذَاتِ الشَّوۡكَةِ تَكُوۡنُ لَـكُمۡ وَيُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّحِقَّ الۡحَـقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقۡطَعَ دَابِرَ الۡـكٰفِرِيۡنَ ۙ‏ لِيُحِقَّ الۡحَـقَّ وَيُبۡطِلَ الۡبَاطِلَ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ‌ ۚ‏

ترجمہ: جیسے نکالا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کام میں اور بے شک ایک جماعت ایمان والوں میں سے ناگوار سمجھتی ہے۔ وہ جھگڑتے ہیں تجھ سے حق کے بارے میں بعد (اس کے) ظاہر ہونے کے گویا کہ وہ ہنکائے جاتے ہیں موت کی طرف اور وہ دیکھ رہے ہیں۔ اور جس وقت وعدہ کر رہا تھا تم سے اللہ دو جماعتوں میں سے ایک کا کہ وہ تمہارے واسطے ہے اور تم چاہتے تھے کہ بغیر کانٹے والی (جماعت) ہو تمہارے لئے اور ارادہ کرتا تھا اللہ کہ سچا کر دے حق کو اپنے کلمات سے اور کاٹ دے جڑ کافروں کی تاکہ ثابت کرے سچ کو اور ابطال کرے باطل کا اگرچہ ناپسند کریں مجرم لوگ۔

تفسیر: (جیسا آپ کے رب نے آپ کو آپ کے گھر) اور بستی (سے مصلحت کے ساتھ) بدر کی طرف (نکالا اور مسلمانوں کی ایک جماعت) اپنی تعداد اور سامان جنگ کی قلت کی وجہ سے طبعاً (اس کو گراں سمجھتی تھی) اور (وہ اس مصلحت) کے کام (میں) یعنی جہاد اور لشکر سے مقابلہ کے معاملے میں (اس کے بعد کہ وہ) مصلحت (ظاہر ہو چکی تھی) مشورہ میں اپنے بچاؤ کے لئے (آپ سے اس

والے۔ اور نہیں کی یہ امداد مگر بشارت (ہو تم کو) اور تاکہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمہارے دل۔ اور نہیں ہے مدد مگر اللہ کی طرف سے۔ بیشک اللہ غلبہ والا حکمت والا ہے۔

تفسیر: اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے) اپنی قلت اور ان کی کثرت دیکھ کر (فریاد کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری) فریاد (سن لی) اور وعدہ فرمایا (کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو سلسلہ وار چلے آئیں گے اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد صرف اس) حکمت کے (لئے کی کہ) (تم کو غلبہ پانے کی (بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو قرار آ جائے) یعنی انسان کی تسلی طبعی طور پر اسباب اور سامان سے ہوتی ہے اس لئے وہ بھی جمع کر دیا گیا (اور) حقیقت میں تو (نصرت) اور غلبہ (صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے جو زبردست حکمت والے ہیں)۔

دوسری مدد

مشرکین مقام بدر میں پہلے جا پہنچے تھے اور پانی پر قبضہ کر لیا تھا۔ مسلمان بعد میں پہنچے اور ایک خشک ریگستان میں اترے جہاں پانی نہ ہونے سے پیاس کی بھی شدت ہوئی اور نماز کے وقت وضو اور غسل سے بھی عاجز ہوئے اور تیمم کا حکم اس وقت تک نازل نہ ہوا تھا۔ اور ریگستان میں چلنا پھرنا مصیبت کہ اس میں پاؤں دھنستے تھے۔ ان وجوہات سے دل سخت پریشان ہوئے۔ اوپر سے شیطان نے وسوسہ ڈالنا شروع کیا کہ اگر تم اللہ کے نزدیک مقبول و منظور ہوتے تو اس پریشانی میں کیوں پھنستے۔ اگرچہ یہ وسوسہ محض بے بنیاد تھا مگر پریشانی بڑھانے کے لئے کافی تھا۔ حق تعالیٰ نے پہلے تو باران رحمت نازل فرمائی جس سے پانی کی افراط ہو گئی پیا بھی اور وضو و غسل بھی کیا اور اس سے ریت بھی جم گئی اور چلنا آسان ہو گیا۔ اس کے برخلاف کفار نرم زمین میں تھے وہاں کیچڑ ہو گئی جس سے چلنے پھرنے میں تکلیف ہوئی۔ غرض سب تشویش رفع ہو گئی۔ اس کے بعد ان پر اونگھ کا غلبہ ہوا جس سے پوری راحت ہو گئی اور سب بے چینی جاتی رہی۔ اس آیت میں ان انعامات کی طرف اشارہ ہے۔

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ
مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ
وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ

ترجمہ: جب ڈھانپ دی (اللہ نے) تم پر اونگھ (تمہارے) امن (چین) کے واسطے اپنی طرف سے اور اتارا تم پر آسمان سے پانی تاکہ پاک کرے تم کو اس کے ذریعے اور

فائدہ: ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے بذات خود لڑائی کی۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتوں کو حکم ہوا کہ تم اہل ایمان کی اس طرح تثبیت کرو کہ ان کے دلوں میں یہ بات ڈالو کہ میں (یعنی اللہ تعالیٰ) ابھی کفار کے دلوں میں رعب ڈالے دیتا ہوں جس سے ان کے دل میں یہ عزم پیدا ہو جائے کہ وہ کافروں کی گردنوں کو ماریں اور ان کے پور پور کو کاٹیں۔ اور خود فرشتوں کا لڑائی میں شریک ہونا حدیثوں سے ثابت ہے۔

ربط: کافروں کے مقتول ہونے کو مومنین کے حق میں بطور مدد کے ذکر کیا آگے اس کو کافروں

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ۝

سے انتقام بتاتے ہیں اور اس کی اصل وجہ کو ذکر کرتے ہیں۔

ترجمہ: یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے مخالفت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی۔ اور جو کوئی مخالفت کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی تو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے۔ یہ (سزا ہے) سو چکھو تم اس کو اور (جان رکھو) کہ کافروں کے لئے ہے عذاب آگ کا۔

تفسیر: (یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ) اس کو (سخت سزا دیتے ہیں) خواہ کسی حکمت سے صرف دنیا میں یا صرف آخرت میں یا دونوں میں (سو) اس مخالفت کی وجہ سے سردست تو (یہ سزا چکھو اور جان رکھو کہ کافروں کے لئے جہنم کا عذاب مقرر ہی ہے) دنیوی سزا سے وہ ختم نہیں ہو گیا بلکہ اصلی وہی ہے۔

ربط: اوپر فرشتوں کو حکم تھا کہ مومنین کی تثبیت کریں آگے مومنین کو حکم ہے کہ وہ خود بھی عزم کر کے ثابت قدمی اختیار کریں اور چونکہ اس کی ضرورت ہر جہاد میں ہوتی ہے اس لئے عام عنوان سے اس کا ذکر فرمایا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ

وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا

كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ شَرَّ

الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ

لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا

وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ

لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ

بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً

لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ

فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَ

اَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا

اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ

اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يٰۤاَيُّهَا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ

سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ وَ

اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ

وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

نہ کرنے والے اور ایک اعتقاد کے بغیر سننے والے جو نہ سننے والوں کے برابر ہیں برے ہونے میں متفاوت ضرور ہیں کیونکہ کافر اور عاصی برابر نہیں چنانچہ (بدترین خلائق اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو) حق بات کو اعتقاد کے ساتھ سننے سے (بہرے ہیں) اور حق بات کے کہنے سے (گونگے ہیں) اور (جوکہ) حق بات کو (ذرا نہیں سمجھتے)۔ اور مان لینے کے باوجود جن سے عمل میں کوتاہی ہو جاتی ہے وہ بدتر نہیں ہیں اگرچہ بد ہیں لیکن بد بھی نہ ہونا چاہئے (اور) جن کا حال مذکور ہوا کہ وہ اعتقاد سے نہیں سنتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں ایک بڑی خوبی کی کمی ہے اور وہ خوبی طلب حق ہے کیونکہ اعتقاد کا مبدا بھی طلب اور تلاش ہے اور آدمی جب حق کی طلب وتلاش میں رہتا ہے تو اس کی برکت سے حق واضح ہو جاتا ہے اور صحیح اعتقاد حاصل ہو جاتا ہے۔ غرض سننے کا نافع ہونا موقوف ہے طلب حق کی موجودگی پر اور ان میں طلب حق ہی مفقود ہے چنانچہ (اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی خوبی دیکھتے) مراد یہ کہ اگر ان میں وہ مذکورہ خوبی یعنی طلب حق ہوتی تو وہ اللہ کے علم میں بھی ہوتی، تو خوبی کے وجود اور علم الٰہی میں تعلق لازم اور ملزوم کا ہوا۔ یہاں مجازاً ملزوم یعنی خوبی کا ذکر کیا لیکن مراد لازم یعنی علم الٰہی ہے۔ اور کوئی بھی خوبی اس لئے کہا کہ جب ایسی خوبی نہیں جس پر نجات کا مدار ہے تو گویا کوئی خوبی بھی نہیں۔ یعنی اگر ان میں طلب حق ہوتی (تو) اللہ تعالیٰ (ان کو) اعتقاد کے ساتھ (سننے کی توفیق دیتے) جیسا ذکر ہوا کہ طلب سے اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے (اور اگر) اللہ تعالیٰ (ان کو اب) موجودہ حالت میں کہ ان میں طلب حق نہیں ہے (سنا دیں) جیسا کہ کبھی کبھی ظاہری اسباب سے سن ہی لیتے ہیں (تو ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے) یعنی یہ نہیں کہ غور وفکر کے بعد بات کے غلط ثابت ہونے کی وجہ سے روگردانی کی ہو کیونکہ یہاں غلطی کا نام ونشان ہی نہیں بلکہ غضب تو یہ ہے کہ ادھر توجہ ہی نہیں کرتے۔ اور (اے ایمان والو) ہم نے جو اوپر تم کو اطاعت کا حکم کیا ہے تو یاد رکھو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے کہ وہ حیات ابدی ہے۔ جب یہ بات ہے تو (تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جب کہ رسول) جن کا ارشاد خدا ہی کا ارشاد ہے (تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف) یعنی دین کی طرف جس سے ابدی زندگی میسر ہوتی ہے (بلاتے ہوں) تو اس حالت میں جب کہ ہر طرح تمہارا ہی فائدہ ہے کوئی وجہ نہیں کہ تم عمل نہ کرو (اور) اس کے متعلق دو باتیں اور (جان رکھو)۔ ایک بات یہ (کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی اور اس کے قلب کے درمیان میں) دو طریقوں سے، ایک طریقہ یہ کہ مومن کے قلب میں طاعت کی برکت سے کفر ومعصیت کو نہیں آنے دیتا دوسرا طریقہ یہ کہ کافر کے قلب میں مخالفت کی نحوست سے ایمان وطاعت کو نہیں آنے دیتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ طاعت کی

جب کہ نہیں ہیں وہ اس کے متولی۔ نہیں ہیں اس کے متولی مگر متقی لوگ ولیکن ان میں اکثر علم نہیں رکھتے۔ اور نہیں ہے ان کی نماز بیت اللہ کے پاس مگر سیٹیاں بجانا اور تالیاں پیٹنا تو چکھو عذاب کو بسبب اس کے جو تم کفر کرتے تھے۔ بے شک کافر لوگ خرچ کر رہے ہیں اپنے اموال تا کہ روکیں اللہ کے رستے سے۔ تو یہ خرچ کرتے رہیں گے ان (اموال) کو پھر وہ (اموال) ہو جائیں گے ان پر باعث حسرت پھر وہ (خود) مغلوب ہو جائیں گے۔ اور جنہوں نے کفر کیا جہنم کی طرف وہ جمع کیے جائیں گے تاکہ جدا کر دے اللہ ناپاک (لوگوں) کو پاک (لوگوں) سے اور کر دے ناپاک کو ایک دوسرے کے اوپر پھر ڈھیر کر دے اس کو اکٹھا پھر کر دے اس کو جہنم میں۔ یہی لوگ ہیں خسارہ والے۔

تفسیر: (اور) ان کفار کی یہ حالت ہے کہ (جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن) کر دیکھ (لیا) یہ تو کوئی معجزہ نہیں کیونکہ (اگر ہم ارادہ کریں تو اس کی مانند ہم بھی کہہ لائیں) پس (یہ) قرآن (تو) کلام الٰہی اور معجزہ وغیرہ (کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آ رہی ہیں) کہ پچھلی قومیں بھی توحید و بعثت وغیرہ کے ایسے ہی دعوے کرتی آئی ہیں انہی کے مضامین آپ نقل کر رہے ہیں (اور) اس سے بڑھ کر قابل ذکر وہ حالت ہے (جب کہ ان لوگوں نے) اپنے اس جہل مرکب میں خوب پختگی سے مبتلا ہونے کو ظاہر کرنے کے لئے یہ بھی (کہا کہ اے اللہ اگر یہ قرآن واقعی آپ کی طرف سے ہے تو ہم پر) اس کے نہ ماننے کی وجہ سے (آسمان سے پتھر برسایئے یا ہم پر کوئی) اور (دردناک عذاب واقع کر دیجئے) جو کہ خارق عادت ہونے میں پتھروں کی بارش کی مثل ہو۔ اور جب ایسے عذاب واقع نہ ہوئے تو اپنی حقانیت پر ناز کرتے ہیں (اور) یہ نہیں سمجھتے کہ ان کے باطل پر ہونے کے باوجود خاص موانع کی وجہ سے مذکورہ مطلوبہ عذاب نازل نہیں ہوا۔ ان موانع کا بیان یہ ہے (اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو) ایسا (عذاب دیں اور) نیز (اللہ تعالیٰ ان کو) ایسا (عذاب نہ دیں گے جس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں) گو صحیح اور مکمل ایمان نہ ہونے کی وجہ سے وہ آخرت میں نافع نہ ہو لیکن دنیا میں تو کفار کو نافع ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ مذکورہ عذاب سے دو امر مانع ہیں ایک حضور ﷺ کی موجودگی خواہ مکہ میں یا دنیا میں۔ اور دوسرا ان کافر لوگوں کا اپنے طواف وغیرہ میں یہ کہنا غفرانک (ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں) جو کہ ہجرت کے بعد بھی باقی تھا۔

(اور) ان موانع کے سبب مطلوبہ عذاب نازل نہ ہونے سے بالکل ہی عذاب سے مطمئن نہ ہو

یہ ہے کہ (کافر لوگوں کو دوزخ کی طرف) لے جانے کے لئے قیامت میں (جمع کیا جائے گا تا کہ اللہ تعالیٰ ناپاک) لوگوں (کو پاک) لوگوں (سے الگ کر دے) کیونکہ جب دوزخیوں کو دوزخ کی طرف لائیں گے ظاہر ہے کہ اہل جنت ان سے علیحدہ رہ جائیں گے (اور) ان سے الگ کر کے (ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا دے یعنی ان سب کو متصل کر دے پھر) ان کی ڈھیری بنا کر (ان سب کو جہنم میں ڈال دے۔ ایسے ہی لوگ پورے خسارہ میں ہیں) جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

ربط: کفار کے کفریہ اقوال و اعمال اور ان کے انجام بد کا ذکر ہوا تو کافروں کو اصلاح احوال کا آخری موقع دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو حکم دیتے ہیں کہ اگر یہ اس آخری موقع سے فائدہ نہ اٹھائیں تو تم ان کفار سے لڑو ہم اس طریقہ سے ان کو سزا دیں گے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۞ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۞ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۚ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۞

ترجمہ: تو کہہ دے کافروں کو (کہ) اگر وہ باز آ جائیں معاف کر دیئے جائیں گے ان کو جو (گناہ) پہلے ہو چکے۔ اور اگر وہی عادت رکھیں گے تو پڑ چکا ہے طریقہ پہلوں کا۔ اور (اے مسلمانو) تم لڑو ان (کافروں) سے یہاں تک کہ نہ رہے فساد اور ہو جائے دین سارا کا سارا اللہ کے لئے۔ پھر اگر یہ (کافر کفر سے) باز آ جائیں تو اللہ اس کو جو یہ عمل کرتے ہیں خوب دیکھنے والا ہے اور اگر یہ (اسلام سے) روگردانی کریں تو جان لو کہ اللہ تمہارا رفیق ہے اور کیا ہی اچھا رفیق ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

تفسیر: اے محمد ﷺ (آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ) اپنے کفر سے (باز آ جائیں گے) اور اسلام قبول کر لیں گے (تو ان کے سارے گناہ جو) اسلام سے (پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر اپنی وہی) کفر کی (عادت رکھیں گے تو) ان کو سنا دیجئے کہ (اگلے کفار کے حق میں) ہمارا (قانون نافذ ہو چکا ہے) کہ دنیا میں ہلاکت ہے اور آخرت میں عذاب

ہے۔ وہی تمہارے لئے ہوگا۔ چنانچہ مکے کے کافر قتل سے ہلاک بھی ہوئے اور آخرت کا عذاب الگ ہوگا۔

(اور) پھر ان کے کفر پر اصرار کرنے کی صورت میں اے مسلمانو (تم ان) کفار عرب (سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد) یعنی ان کا زور (نہ رہے) کہ ایمان سے روک سکیں یا دین حق کو ختم کرنے کی دھمکی دے سکیں۔ غرض جہاد و قتال کا اولین مقصد یہ ہے کہ کافروں کی دست برد سے اہل اسلام کے ایمان بھی محفوظ رہیں اور وہ امن و اطمینان سے خدا کی عبادت بھی کر سکیں اور جہاد کا آخری مقصد یہ ہے کہ کفر کی شوکت نہ رہے اکیلے خدا کا حکم چلے اور سرزمین عرب میں اس کی یہ صورت تھی کہ مشرکین کو اگر وہاں رہنا ہے تو وہ اسلام اختیار کر لیں تاکہ (دین) خالص (اللہ ہی کا ہو جائے) کفار عرب کے لئے اس وجہ سے کہ نبی ﷺ ان ہی میں مبعوث ہوئے تھے صرف یہ اختیار تھا کہ یا تو مسلمان ہو جائیں یا میدان میں مقابلہ کریں۔ جزیہ دے کر اور ذمی بن کر رہنے کا اختیار ان کے لئے نہیں تھا۔ (پھر اگر یہ) کفر سے (باز آ جائیں تو) ان کے ظاہری اسلام کو قبول کرو دل کا حال مت ٹٹولو کیونکہ اگر یہ دل سے ایمان نہ لائیں گے تو (اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں) وہ آپ سمجھ لیں گے تم کو کیا (اور اگر) اسلام سے (روگردانی کریں تو) اللہ کا نام لے کر ان کے مقابلہ سے مت ڈرو اور (یقین رکھو کہ حق تعالیٰ) ان کے مقابلہ میں (تمہارا رفیق ہے وہ بہت اچھا رفیق ہے اور بہت اچھا مددگار ہے) سو وہ تمہاری رفاقت اور نصرت کرے گا۔

ترجمہ: جس وقت تم تھے ورے کنارہ پر اور وہ تھے پرے کنارہ پر اور قافلہ نیچے تھا تم سے۔ اور اگر (جنگ کے لئے) تم وقت ٹھہراتے آپس میں تو ضرور اختلاف کرتے تم وقت (کی تعیین کے بارے) میں ولیکن (اللہ نے یہ حالات بنائے) تا کہ کر ڈالے اللہ اس کام کو جو تھا کیا جانے والا۔ تا کہ ہلاک ہو جس کو ہلاک ہونا ہے حجت کے بعد اور جئے جس کو جینا ہے حجت کے بعد۔ اور بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ جب دکھائے تجھ کو وہ لوگ اللہ نے تیرے خواب میں تھوڑے۔ اور اگر دکھاتا (اللہ) تجھ کو وہ لوگ کثیر تو ہمت ہار دیتے تم اور جھگڑا کرتے تم (جنگ کے) معاملہ میں ولیکن اللہ نے بچا لیا (تم کو کم ہمتی سے اور اختلاف سے)۔ بلاشبہ وہ خوب جاننے والا ہے سینوں کی باتوں کو۔ اور جب دکھائے تم (مسلمانوں) کو وہ لوگ جب تم مقابل ہوئے تمہاری آنکھوں میں تھوڑے اور تھوڑا کر دیا تم کو ان کی آنکھوں میں تا کہ کر ڈالے اللہ اس کام کو جو تھا کیا جانے والا اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سارے کام۔

تفسیر: (یہ وہ وقت تھا کہ جب تم اس میدان کے ادھر والے کنارہ پر تھے اور وہ لوگ) یعنی کفار (اس میدان کے ادھر والے کنارہ پر تھے) ادھر والے سے مراد مدینہ سے نزدیک کی جگہ اور ادھر والے سے مراد مدینہ سے دور کی جگہ (اور وہ قافلہ) قریش کا (تم لوگوں سے نیچے کی طرف کو) بچا ہوا (تھا) یعنی سمندر کے کنارے کنارے جا رہا تھا۔ حاصل یہ کہ پورے جوش کا سامان جمع ہو رہا تھا کہ دونوں آپس میں آمنے سامنے تھے کہ ہر ایک دوسرے کو دیکھ کر جوش میں آتے۔ ادھر قافلہ ابھی رستہ ہی میں تھا اور اس کی حمایت کے خیال سے کفار کے لشکر میں مزید جوش بھڑکتا تھا غرض وہ بہت سخت وقت تھا۔ پھر جب خدا تعالیٰ نے تم پر غیبی امداد نازل کی جیسے اوپر ارشاد ہوا کہ ہم نے اپنے بندے پر غیبی امداد نازل کی۔ (اور) وہ تو مصلحت یہ ہوئی کہ اتفاقاً مقابلہ ہو ورنہ (اگر) پہلے سے حسب معمول و عادت (تم اور وہ) لڑائی کے لئے (کوئی بات ٹھہراتے) کہ فلاں وقت لڑیں گے (تو) موجودہ حالت کا تقاضا یہ تھا کہ (ضرور اس تقرر کے بارے میں تم میں اختلاف ہوتا) یعنی خواہ صرف باہم مسلمانوں میں کہ بے سروسامانی کی وجہ سے کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ کہتا اور خواہ کفار کے ساتھ اختلاف ہوتا جس کی وجہ مسلمانوں کی طرف کی بے سروسامانی اور کافروں کی طرف مسلمانوں کا رعب۔ بہرحال دونوں طرح اس جنگ کی نوبت نہ آتی اور اس میں جو فائدے ہوئے وہ ظہور میں نہ آتے جن کا بیان لیہلک میں آتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا سامان کر دیا کہ اس کی نوبت نہیں آئی بالقصد لڑائی ٹھن گئی (تا کہ جو کام

دکھانی بہت تھی کہ (لوگوں کو اللہ کے رستہ) یعنی دین (سے روکتے تھے) کیونکہ مسلمانوں کو ذلیل کرنے چاہتے تھے جس کا اثر عام لوگوں پر یہ پڑتا کہ وہ دین سے دور ہوتے (اور اللہ تعالیٰ) ان لوگوں کو پوری سزا دے گا چونکہ وہ (ان کے اعمال کو اپنے علم کے) احاطہ میں لئے ہوئے ہے)۔

ربط: ابھی تو کفار کے تکبر وریاء کا ذکر ہوا تو آگے اس کی علت اور اس کا قصہ ذکر کرتے ہیں۔ وہ علت یہ تھی کہ شیطان نے کفر کے اعمال اور حق کے ساتھ عداوت کو خوشنما کر کے دکھلایا۔ یہ قصہ اس طرح ہوا تھا کہ قریش اور بنی کنانہ میں کچھ رنجش چلی آتی تھی۔ جب کفار قریش مکہ سے مسلمانوں کے مقابلے کے لئے چلے تو ان کو بنی کنانہ کی طرف سے کچھ اندیشہ ہوا اور جانے میں پس و پیش کرنے لگے۔ اس وقت ابلیس بنی کنانہ کے سردار سراقہ کی صورت میں ظاہر ہوا اور کہا کہ تم اندیشہ نہ کرو میں بنی کنانہ کی طرف سے ذمہ دار ہوں۔ سب یہی سمجھے کہ یہ سراقہ ہے لہٰذا سب اطمینان کے ساتھ بدر میں پہنچے۔ جب لڑائی کا وقت آیا اور فرشتے نازل ہونے شروع ہوئے اس وقت اس کا ہاتھ حارث بن ہشام کے ہاتھ میں تھا چھڑا کر بھاگا۔ حارث نے پوچھا تو جواب دیا انی بریٔ منکم الخ لوگوں میں سراقہ کی بدنامی کا چرچا ہوا تو اصل سراقہ نے قسم کھائی کہ مجھ کو خبر بھی نہیں

وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ

ترجمہ: اور جس وقت خوشنما کر دیا ان (کافروں) کے لئے شیطان نے ان کے اعمال کو اور کہا کوئی غالب آنے والا نہیں تم پر آج لوگوں میں سے اور بے شک میں حمایتی ہوں تمہارا۔ پھر جب آمنے سامنے ہوئیں دونوں جماعتیں تو وہ شیطان الٹا پھرا اپنی ایڑیوں پر اور بولا بلاشبہ میں بری ہوں تم سے میں بے شک میں دیکھتا ہوں جو نہیں تم دیکھتے۔ بے شک میں ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ سخت عذاب والا ہے۔

تفسیر: (اور اس وقت کا ان سے ذکر کیجئے جب کہ شیطان نے ان) کفار (کو) بذریعہ وسوسہ (ان کے) کفریہ (اعمال) یعنی رسول اللہ ﷺ کی عداوت و مخالفت (خوشنما کر کے دکھلا دئے)

کہ انہوں نے ان باتوں کو اچھا سمجھا (اور) وسوسے سے یوں کہ یہ کیا کہ سراقہ کی انسانی صورت میں آ کر بالمشافہ ان سے (کہا کہ) تم کو وہ قوت و شوکت حاصل ہے کہ تمہارے مخالف (لوگوں میں سے آج کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور میں تمہارا حامی ہوں) نہ بیرونی دشمنوں سے ڈرو اور نہ اندرونی دشمنوں یعنی کنانہ سے اندیشہ کرو (پھر جب دونوں جماعتیں) کفار اور مسلمانوں کی (ایک دوسرے کے بالمقابل ہوئیں) اور اس نے فرشتوں کو اترتے دیکھا (تو وہ الٹے پاؤں بھاگا اور) جب ابوجہل نے کہا سراقہ عین وقت پر دغا دے کر کہاں جاتے ہو تو (یہ کہا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں) میں حامی وغیرہ کچھ نہیں بنتا کیونکہ (میں ان چیزوں) یعنی فرشتوں (کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتیں میں تو خدا سے ڈرتا ہوں) کہ کہیں کسی فرشتہ سے دنیا ہی میں تکلیف نہ دلوا دے (اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں)۔

فائدہ: شیطان کا یہ ڈرنا محض اس وجہ سے تھا کہ کہیں فرشتوں کے ہاتھوں کسی مصیبت و تکلیف میں نہ پڑ جائے۔ اللہ تعالیٰ سے وہ ڈر جو نجات کا ذریعہ ہے اس وقت معتبر ہوتا ہے جب اس کے ساتھ صحیح ایمان بھی ہو اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تکبر نہ ہو۔

ربط: شیطان کے وسوسہ کی وجہ سے کفار تکبر میں مبتلا تھے جس کو لازم تھا کہ وہ مسلمانوں کو حماقت پر سمجھتے تھے لیکن ان کی دونوں ہی باتیں غلط ثابت ہوئیں۔

إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ ۗ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

ترجمہ: جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں بیماری ہے، دھوکہ میں ڈالا ان (مسلمانوں) کو ان کے دین نے۔ اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر تو بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

تفسیر: (اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب) مدینہ کے (منافقین اور) مکہ کے وہ لوگ (جن کے دلوں میں) شک کی (بیماری تھی) مسلمانوں کا بے سروسامانی کے ساتھ کفار کے مقابلہ میں آنے کو دیکھ کر (یوں کہتے تھے کہ ان) مسلمان (لوگوں کو ان کے دین نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے) کہ اپنے دین کے حق ہونے کے بھروسے پر ایسے خطرہ میں آ پڑے اور حماقت کا ارتکاب کرنے لگے۔ اللہ

جواب دیتے ہیں کہ یہ بات تو ہوتی نہیں بلکہ اللہ پر توکل اور بھروسہ ہے (اور جو شخص اللہ (ہی) زبردست قدرت پر اعتماد اور یقین رکھتے ہوئے اس (پر بھروسہ کرتا ہے تو (وہ بے فکر اور دلیر ہو جاتا ہے اور اللہ غالب ہی آتا ہے کیونکہ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں) اس لئے اپنے اوپر بھروسہ کرنے والے کو غالب کر دیتے ہیں اور اگر کبھی ایسا شخص مغلوب ہو جائے تو اس میں کچھ مصلحت ہوتی ہے کیونکہ وہ (حکمت والے) بھی (ہیں)۔ غرض ظاہری سامان و بے سامانی پر غلبہ کا مدار نہیں بلکہ اس کا مدار تو اللہ تعالیٰ پر ہے جو ہر طرح کی قدرت والے ہیں۔

ربط: کفار کی مذکورہ بالا دونوں باتیں غلط ثابت ہوگئیں اور غالب ہونے کے بجائے دنیا میں مغلوب ہوئے۔ اس سزا پر بس نہیں بلکہ برزخی اور اخروی عذاب میں بھی مبتلا ہوں گے۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۔ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۔ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۔ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۔ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَكُلٌّ كَانُوا ظَالِمِينَ ۔

ترجمہ: اور اگر تو دیکھے جس وقت جان قبض کرتے ہیں کافروں کی فرشتے، مارتے ہیں ان کے چہروں کو اور ان کی پشتوں کو اور (کہتے ہیں) چکھو عذاب جلانے والا۔ یہ (عذاب) بوجہ اس کے ہے جو آگے بھیجا تمہارے ہاتھوں نے اور اللہ نہیں ہے ظلم کرنے والا بندوں پر۔ (ان کی حالت) مانند حالت آل فرعون کی (ہے) اور ان لوگوں کی (ہے) جو ان

سے پہلے تھے (کہ) انکار کیا اللہ کی آیتوں کا تو پکڑا ان کو اللہ نے بسبب انکے گناہوں کے۔
بے شک اللہ زور آور ہے سخت عذاب والا ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ اللہ نہیں ہے بدلنے والا
نعمت کو انعام کی اس نے جو کسی قوم پر یہاں تک کہ وہ بدل ڈالیں (وہ اعمال) جو ان کے اپنے
ساتھ ہیں۔ اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔ (ان کی حالت) مانند حالت آل فرعون کی
(ہے) اور ان لوگوں کی (ہے) جو ان سے پہلے ہوئے کہ جھٹلائیں انہوں نے اپنے رب کی
آیتیں تو ہلاک کیا ہم نے ان کو بوجہ ان کے گناہوں کے اور غرق کیا ہم نے آل فرعون کو اور
(وہ) سارے تھے ظالم۔

تفسیر: (اور اگر آپ) اس وقت کا واقعہ (دیکھیں) تو عجیب واقعہ نظر آئے (جب کہ فرشتے
ان) موجودہ (کافروں کی جان قبض کرتے جاتے ہیں) اور (ان کے چہروں پر اور ان کی پشتوں پر
مارتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ) ابھی کیا ہے آگے چل کر (آگ کی سزا بھگتنا) اور (یہ
عذاب ان اعمال) کفریہ (کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ
اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں) سو اللہ تعالیٰ نے بلا جرم سزا نہیں دی پس (ان کی حالت)
اس بارے میں کہ کفر پر سزایاب ہوئے (ایسی ہے جیسی فرعون والوں کی اور ان سے پہلے) کافر
(لوگوں کی حالت تھی کہ انہوں نے آیات الٰہیہ کا انکار کیا سو خدا تعالیٰ نے ان کے) ان (گناہوں پر
ان کو) عذاب میں (پکڑ لیا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے سخت سزا دینے والے ہیں) کہ ان کے
مقابلہ میں کوئی ایسی قوت نہیں کہ ان کے عذاب کو ہٹا سکے اور (یہ بات) کہ بلا جرم ہم سزا نہیں دیتے
(اس سبب سے ہے) کہ ہمارا ایک ضابطہ مقرر ہے اور بلا جرم سزا نہ دینا اسی ضابطہ کی ایک فرع ہے۔
اور وہ ضابطہ یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطا فرمائی ہو نہیں بدلتے جب تک کہ وہی
لوگ اپنے ذاتی اعمال کو نہیں بدل ڈالتے اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے
جاننے والے ہیں) پس وہ تغیر قولی کو سنتے ہیں تغیر فعلی کو جانتے ہیں۔ سو ان موجودہ کفار نے اپنی یہ
حالت بدلی کہ ان میں کفر کے باوجود شروع میں ایمان لانے کی استعداد قوی تھی لیکن انکار و مخالفت
کر کر کے اس کو کمزور کر ڈالا اور ہماری دی ہوئی داخلی اور خارجی نعمتوں کو ہمارے بتائے ہوئے مواقع
میں خرچ کرنے کے بجائے ہماری مخالفت میں صرف کیا لہٰذا ہم نے ان کو مہلت اور اس کے علاوہ جو
جو نعمتیں دے رکھی تھیں ان کو گرفت اور عذاب سے بدل دیا۔ اور اس تبدیلی میں بھی (ان کی حالت
فرعون والوں اور ان سے پہلے والوں کی سی حالت ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا اس پر
ہم نے ان کو ان کے) ان (گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور) ان میں (فرعون والوں کو) خاص طور

پر ہلاک کیا کہ ان کو (غرق کر دیا اور وہ) فرعون والے اور پہلے والے (سب ظالم تھے) کہ ہم سے بغاوت اور شرارت کر کے خود اپنی جانوں پر ظلم کیے۔

تیسرا حکم دوسری قوم کے ساتھ عہد کیا ہو تو اس کے احکام

اس کا سبب نزول یہود کے بنو قریظہ کی عہد شکنی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عہد کیا تھا کہ ہم آپ کے مخالفین کو مدد نہ دیں گے اور پھر غزوہ احزاب میں مشرکین کو مدد دی۔ اور بھی چند مرتبہ ایسا ہو چکا تھا ہر مرتبہ کہہ دیتے تھے کہ ہم بھول گئے پھر دوبارہ عہد کرتے اور پھر عہد شکنی کرتے اس پر ان آیتوں میں آپ کو ان سے قتال کا حکم ہوا۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٥﴾ الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥٦﴾ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾

ترجمہ: بے شک بدتر سب جانداروں میں اللہ کے نزدیک وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا پھر وہ نہیں ایمان لاتے۔ وہ لوگ معاہدہ کیا تو نے جن سے پھر وہ توڑتے ہیں اپنے عہد کو ہر مرتبہ میں اور وہ نہیں ڈرتے۔ سو اگر تو قابو پائے ان پر لڑائی میں تو (ان کو ایسی سزا دے کہ) منتشر کر دے ان کے ذریعہ سے ان کو جو ان کے پیچھے ہیں تاکہ وہ سمجھ جائیں۔ اور اگر تو خوف کرے کسی قوم سے خیانت کا تو پھینک دے ان کی طرف (ان کا عہد اس طرح سے کہ تم اور وہ برابر ہو جائیں) برابری پر۔ بے شک اللہ نہیں پسند کرتا خیانت کرنے والوں کو

تفسیر: (بلاشبہ بدترین خلائق اللہ کے نزدیک یہ کافر لوگ ہیں) جو انجام سے بالکل بے خوف ہو کر غداری اور بد عہدی کے خوگر ہو رہے ہیں۔ جب یہ علم الٰہی میں ایسے ہیں (تو یہ ایمان نہ لائیں گے جن کی یہ کیفیت ہے کہ آپ ان سے) کئی بار (عہد لے چکے ہیں) مگر (پھر) بھی (وہ ہر بار اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں اور وہ) عہد شکنی سے (ڈرتے نہیں سو اگر آپ لڑائی میں ان لوگوں پر قابو

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦١﴾ وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ۚ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۚ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٣﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٤﴾

ترجمہ: اور اگر وہ جھکیں صلح کی طرف تو تو (بھی) جھک اسی طرف اور بھروسہ کر اللہ پر، بیشک وہی ہے سننے والا جاننے والا۔ اور اگر وہ چاہیں کہ دھوکہ دیں تجھ کو تو بے شک کافی ہے تجھ کو اللہ، اسی نے تائید کی تیری اپنی مدد سے اور مسلمانوں سے اور الفت ڈالی درمیان ان کے دلوں کے، اگر خرچ کرتا تو جو کچھ زمین میں ہے سارا نہ الفت ڈال سکتا درمیان ان کے دلوں کے ولیکن اللہ نے الفت ڈالی ان کے درمیان، بیشک وہ زور آور ہے حکمت والا۔ اے نبی کافی ہے تجھ کو اللہ اور جنہوں نے پیروی کی تیری مسلمانوں میں سے۔

تفسیر: (اور اگر وہ) کفار (صلح کی طرف جھکیں تو آپ) کو (بھی) اجازت ہے کہ اگر اس میں مصلحت دیکھیں تو (اس طرف جھک جائیے کیونکہ جہاد سے خونریزی نہیں اعلائے کلمۃ اللہ اور رفع فساد اور کفر کی شوکت کا توڑ مقصود ہے۔ اگر خونریزی کے بغیر یہ مقصد حاصل ہو سکے تو خون بہانے کی کیا حاجت ہے (اور) اگر باوجود مصلحت کے یہ احتمال ہو کہ یہ کہیں ان کی چال نہ ہو تو (اللہ پر بھروسہ رکھئے) ایسے احتمالوں سے اندیشہ نہ کیجئے (بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے) ان کے اقوال اور احوال کو سنتا جانتا ہے ان کا خود انتظام کر دے گا (اور اگر) واقع میں وہ احتمال صحیح ہو اور (وہ لوگ) سچ مچ صلح سے (آپ کو دھوکا دینا چاہیں) اور بظاہر صلح کر کے دغا بازی کرنا چاہیں (تو اللہ تعالیٰ آپ) کی مدد اور حفاظت کرنے (کے لئے کافی ہیں) جیسا کہ اس کے قبل بھی آپ کی کفایت فرماتے تھے چنانچہ وہ وہی ہے جس نے آپ کو اپنی) غیبی (امداد) یعنی فرشتوں (سے اور) ظاہری امداد یعنی (مسلمانوں سے قوت دی)۔

(اور) مسلمانوں کو ذریعہ امداد بنانے کے لئے (ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا) کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اگر باہم اتفاق نہ ہو تو کوئی بھی کام خواہ وہ دین کی نصرت ہی ہو نہیں کر سکتے۔ ...

اسلام سے پہلے ان میں خصوصاً مدینہ کے دو قبیلوں اوس اور خزرج میں سب تعلق اور باہمی بغض و عداوت کی وجہ سے اتفاق ایسا دشوار تھا کہ (اگر آپ) باوجودیکہ عقل و تدبیر بھی کامل رکھتے ہیں اور سامان بھی اس کے لئے آپ کے پاس کافی ہوتا یہاں تک کہ (دنیا بھر کا مال) اس کام کے لئے (خرچ کرتے جب بھی ان کے قلوب میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے لیکن) پر (اللہ ہی) کا کام تھا کہ اس (نے) ان میں سے ہر ایک میں معرفت الٰہی اور حب نبوی کی روح پھونک کر اور توحید و سنت کی پختگی پیدا کر کے (ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا بیشک وہ زبردست ہیں) کہ جو چاہیں اپنی قدرت سے کر دیں اور (حکمت والے ہیں) کہ جس طریقے سے مناسب جانیں اس کام کو کر دیں اور جب اللہ تعالیٰ کا اپنی غیبی امداد اور مؤمنین سے آپ کی نصرت فرمانا معلوم ہو گیا تو (اے نبی) اس سے ثابت ہو گیا کہ (آپ کے لئے) حقیقت میں (اللہ کافی ہے اور جن مؤمنین نے آپ کا اتباع کیا ہے) ظاہرا (وہ کافی ہیں)۔

چھٹا حکم: کافر اگر مسلمانوں سے دوگنے تک ہوں تو مسلمانوں کو مقابلہ سے بھاگنا جائز نہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ

ترجمہ: اے نبی ابھار مسلمانوں کو لڑائی پر۔ اگر ہوں تم میں سے بیس شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں گے دو سو پر اور اگر ہوں تم میں سے سو شخص تو غالب ہوں گے ہزار پر کافروں میں سے اس وجہ سے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔ اب بوجھ ہلکا کر دیا اللہ نے تم سے اور جانا کہ تم میں کمزوری ہے، سو اگر ہوں تم میں سے سو شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں گے دو سو پر اور اگر ہوں تم میں سے ہزار تو غالب ہوں گے دو ہزار پر اللہ کے حکم سے، اور اللہ ساتھ ہے ثابت قدم رہنے والوں کے۔

تفسیر: (اے پیغمبر) ﷺ (آپ مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے) اور اس کے متعلق یہ

قانون بنا دیجئے کہ (اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو) اپنے سے دس گنا عدد پر یعنی (دو سو پر غالب آ جائیں گے اور) اسی طرح (اگر تم میں سو آدمی ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب آ جائیں گے اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو) دین کو (کچھ نہیں سمجھتے) اور اسی وجہ سے کفر پر مصر ہیں اور اسی سبب سے ان کو غیبی امداد نہیں پہنچتی اور یوں وہ مغلوب ہو جاتے ہیں پس تم پر واجب ہے کہ اپنے سے دس گنا کے مقابلہ سے بھی پسپا نہ ہو۔ پہلے یہ حکم نازل ہوا تھا جب صحابہؓ پر شاق ہوا تو نبی ﷺ سے عرض کیا۔ ایک مدت کے بعد یہ دوسری آیت جس سے وہ پہلا حکم منسوخ ہو گیا نازل ہوئی یعنی (اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا کہ تم میں ہمت کی کمی ہے سو) یہ حکم دیا جاتا ہے کہ (اگر تم میں سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو) اپنے سے دو گنا عدد پر یعنی (دو سو پر غالب آ جائیں گے اور) اسی طرح (اگر تم میں ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آ جائیں گے اور) ہم نے جو صابر کی قید لگائی تو اس لئے کہ (اللہ تعالیٰ صابرین) یعنی جو دین اور قدم سے ثابت رہیں ان (کے ساتھ ہیں) یعنی ان کی مدد کرتے ہیں۔

فائدہ: 1- اگرچہ یہاں الفاظ خبر کے ہیں کہ اتنے آدمیوں پر اتنے غالب آ جائیں گے لیکن مقصود خبر نہیں بلکہ انشاء و امر ہے یعنی ثابت قدم رہو غرض ثابت قدمی واجب ہے اور فرار حرام ہے اور خبر سے تعبیر کرنے میں مبالغہ و تاکید مراد ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جیسے غالب کی خبر سچی ہونے پر ثابت قدمی واجب ہے اسی طرح اب جب کہ ایک اور دو کی نسبت ہے ثابت قدمی واجب ہے۔

2- تخفیف کی وجہ یہ ہے کہ یہ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جب کام کرنے والے کم ہوتے ہیں اور کام ضروری سمجھا جاتا ہے تو اس وقت زیادہ ہمت ہوتی ہے ہر شخص چاہتا ہے کہ میرے کرنے سے ہی ہو گا اور جب کام کرنے والے بڑھ جاتے ہیں تو بہت سے لوگوں کو خیال ہوتا ہے کہ صرف مجھ پر تو منحصر نہیں اور بھی تو کام کرنے والے ہیں اس لئے جوش میں کمی آ جاتی ہے۔ اسی لئے ابتدائے اسلام میں جب مسلمان تھوڑے تھے ہمت کی حالت اور تھی اور جب مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو طبیعت اور ہمت کا رنگ بدل گیا۔ یہ ایک امر طبعی ہے لہٰذا صحابہ پر یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ ان کے باطنی اوصاف و کمالات تو روز بروز ترقی پر تھے جب کہ اس حکم سے تخفیف کا شبہ ہوتا ہے۔

3- مسلمان اگر کبھی دو گنے سے زیادہ پر حملہ کریں تو یہ منع نہیں بلکہ اس میں زیادہ ثواب ہے غرض دو چند سے زیادہ کے مقابلہ میں ہٹ جانا جائز ہے۔

ساتواں حکم جنگی قیدیوں کا جنگ بدر کے قیدیوں کے ضمن میں حکم بیان فرماتے

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

ترجمہ: اے نبی کہہ دے ان سے جو تمہارے ہاتھوں میں ہیں قیدی اگر جانے گا اللہ تمہارے دلوں میں کچھ نیکی تو دے گا تم کو بہتر اس سے جو لیا گیا تم سے اور بخش دے گا تم کو اور اللہ ہے بخشنے والا رحم کرنے والا۔ اور اگر وہ چاہیں گے خیانت کرنا تجھ سے سو وہ خیانت کر چکے ہیں اللہ سے اس سے پہلے پھر اس نے پکڑوا دیا ان کو اور اللہ خوب جاننے والا حکمت والا ہے۔

تفسیر: (اے پیغمبر آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں) ان میں جو مسلمان ہو گئے ہیں (آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلب میں ایمان معلوم ہو گا) یعنی اگر تم دل سے مسلمان ہوئے ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو واقع کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمان اسی کو جانیں گے جو واقع میں مسلمان ہو گا اور جو شخص غیر مسلم ہو گا اس کو غیر مسلم ہی جانیں گے۔ پس اگر تم دل سے مسلمان ہو گے (تو جو کچھ تم سے) فدیہ میں (لیا گیا ہے) دنیا میں (اس سے بہتر تم کو دے دے گا اور) آخرت میں (تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں) اس لئے تم کو بخش دیں گے اور (بڑی رحمت والے ہیں) اس لئے تم کو نعم البدل دیں گے (اور اگر) بالفرض (یہ لوگ) صدق دل سے مسلمان نہ ہوئے ہوں بلکہ اپنے اظہار اسلام سے محض آپ کو دھوکا ہی دینا چاہیں اور دل میں (آپ کے ساتھ خیانت کرنے کا) یعنی عہد توڑ کے مخالفت و مقابلہ کا (ارادہ رکھتے ہوں تو) کچھ فکر نہ کیجئے اللہ تعالیٰ ان کو پھر آپ کے ہاتھوں میں گرفتار کرا دے گا جیسا (اس سے پہلے انہوں نے اللہ کے ساتھ خیانت کی تھی) کہ فطری عہد الست کے خلاف کفر و شرک کو اختیار کیا اور آپ کی مخالفت کی اور آپ سے مقابلہ کیا (پھر اللہ نے ان کو) آپ کے ہاتھوں میں (گرفتار کرا دیا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں) کہ کون خیانت کرنے والا ہے اور (بڑی حکمت والے ہیں) اس لئے ایسی صورتیں پیدا کر دیتے ہیں جس سے خیانت کرنے والا مغلوب ہو جائے۔

فائدہ: اِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَکَ (اگر وہ آپ کے ساتھ خیانت کا ارادہ کریں) سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ مسلمان ہونے والے قیدیوں کا ایمان مشکوک تھا بلکہ یہاں جملہ شرطیہ سے مقصود خیانت پر امکن منھم یعنی گرفتار کرا دینے کو بطور نتیجہ بتانا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو ان پر خوب قدرت ہے۔ یہ اس لئے بتایا تا کہ آپ کو تسلی ہو جائے۔

نواں حکم: جنگ بدر کے قیدیوں میں بعض ایسے تھے جو دل سے مسلمان تھے مگر نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت نہ کر سکے اور مجبوری سے کفار کے ساتھ ہو کر بدر میں آ گئے۔ یہاں یہ بتانا ہے کہ ان مسلمانوں کا کیا حکم ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جتنے مسلمان نبی ﷺ کے ساتھ حاضر ہیں خواہ وہ مہاجرین ہوں یا انصار ہوں ان سب کی صلح و جنگ ایک ہے ان میں سے کسی ایک کا موافق سب کا موافق اور کسی ایک کا مخالف سب کا مخالف ہے اور آغاز ہجرت میں مہاجرین اور انصار کے درمیان رشتہ مواخات قائم کیا تھا اس کے لحاظ سے کچھ عرصہ تک ایک دوسرے کے ترکہ کا وارث بھی ہوتا تھا۔

ان کے برخلاف جو مسلمان اپنے ملک میں رہے جہاں کافروں کا زور و تسلط ہو یعنی دارالحرب میں رہے وہاں سے ہجرت نہ کی ان کے احکام یہ ہیں کہ:

[1] ان کی صلح و جنگ میں دارالاسلام کے رہنے والے مسلمان شریک نہیں۔ اگر دارالحرب کے مسلمانوں نے کافروں کی کسی جماعت سے صلح کا معاہدہ کیا تو دارالاسلام کے آزاد مسلمان اس معاہدہ کے پابند نہیں ہو سکتے بلکہ ان سے اگر مصلحت ہو تو جنگ کر سکتے ہیں۔

[2] ہاں اگر دارالحرب کے مسلمان کسی دینی معاملہ میں آزاد مسلمانوں سے مدد طلب کریں تو ان کو جہاں تک ہو سکے مدد کرنا ضروری ہے۔

[3] مگر کافروں کی جس جماعت سے آزاد یعنی دارالاسلام کے مسلمانوں کا معاہدہ ہو چکا ہو اس کے مقابلہ میں معاہدہ کی مدت تک دارالحرب کے مسلمانوں کی امداد نہیں کی جا سکتی۔

[4] مہاجرین و انصار کے درمیان باہمی وراثت کا جو سلسلہ قائم کیا گیا ہے اس میں بھی دارالحرب کے مسلمان شامل نہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ

آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن
شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ
النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا

والے مہاجرین میں (جو لوگ) پہلے والے مہاجرین کے (رشتہ دار ہیں) گو فضل و رتبہ میں کم ہوں لیکن میراث کے اعتبار سے (کتاب اللہ) یعنی حکم شرعی (میں ایک دوسرے) کی میراث (کے) بہ نسبت غیر رشتہ داروں کے (زیادہ حقدار ہیں) گو غیر رشتہ دار فضل و رتبہ میں زیادہ ہوں (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں) اس لئے وہی جانتے ہیں کہ کس کا کس قدر حق ہونا چاہئے۔

سورۃ توبہ

ربط۔ سورہ انفال پوری کی پوری غزوہ بدر اور اس سے متعلقہ مضامین پر مشتمل تھی۔ یوم بدر کو قرآن نے یوم الفرقان کہا کیونکہ اس نے حق و باطل، اسلام و کفر اور مومنین و کافرین کی پوزیشن کو بالکل جدا جدا کر دیا۔ بدر کا معرکہ اسلام کی عالمگیر برادری کی تعمیر کا سنگ بنیاد اور اسلام کی بین الاقوامی حکومت کا دیباچہ تھا۔ اسی طرح والذین کفروا بعضهم اولیاء بعض کے مقابلہ میں جس خالص اسلامی برادری کے قیام کی طرف سورہ انفال کے خاتمہ پر الا تفعلوه تکن فتنة فی الارض و فساد کبیر کہہ کر توجہ دلائی اس کا صریح تقاضا ہے کہ اس عالمگیر برادری کا کوئی طاقتور مرکز کسی طرح پر بھی دنیا میں قائم ہو جو ظاہر ہے کہ جزیرۃ العرب کے علاوہ نہیں ہو سکتا۔ سورہ انفال کے اخیر میں یہ بھی جتلا دیا گیا تھا کہ جو مسلمان مکہ وغیرہ سے ہجرت کر کے نہیں آئے اور کافروں کے زیر سایہ رہ رہے ہیں دار الاسلام کے مسلمانوں پر ان کی ولایت و رفاقت کی کوئی ذمہ داری نہیں ہاں حسب استطاعت ان کے دینی مدد بہم پہنچانی چاہئے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اخوت اسلامی کی کڑیوں کو مضبوطی سے جوڑنے کے لئے دو باتوں میں سے ایک ضرور ہونی چاہئے۔ یا تو عرب کے مسلمان ترک وطن کر کے مدینہ آ بسیں اور اسلامی برادری میں بلا روک ٹوک شامل ہوں یا دار الاسلام کے مسلمان [illegible] قریشیوں سے کفر کی قوت کو توڑ کر پورے جزیرۃ العرب کو خالص اسلامی مرکز بنا دیں تا کہ کسی مسلمان کو ہجرت کی ضرورت ہی نہ رہے۔ یہ دوسری صورت ہی ایسی تھی جس سے روز روز کے فتنہ و فساد کی بیخ کنی ہو سکتی تھی اور مرکز اسلام کفار کے اندرونی فتنوں سے بالکل پاک و صاف ہو سکتا تھا۔ اس مقصد کے لئے 2ھ میں پہلا قدم میدان بدر کی طرف اٹھا جو متعدد غزوات کے مراحل طے کر کے فتح مکہ 8ھ میں

دوسری جماعت: یہ بنی کنانہ کے دو قبیلے بنی ضمرہ اور بنی مدلج تھے جنہوں نے آپ سے معاہدہ کیا تھا اور نزول براءت کے وقت معاہدہ کی مدت ختم ہونے میں نو ماہ باقی تھے۔ چونکہ انہوں نے عہد شکنی نہیں کی تھی اس لئے ان کے بارے میں حکم نازل ہوا کہ ان کی مدت پوری کرو۔

تیسری جماعت: بعض دیگر قبائل جن سے بلا تعیین مدت معاہدہ ہوا تھا۔

چوتھی جماعت: بعض دیگر قبائل جن سے کچھ معاہدہ نہ ہوا تھا۔

تیسری اور چوتھی جماعت کا حکم ایک ہی ہے یعنی اعلان کے وقت سے چار ماہ کی مہلت ہے جہاں جاہیں چلے جائیں اس کے بعد قتل کے مستحق ہوں گے۔

دوسری جماعت کا حکم بھی نو ماہ گزرنے کے بعد یہی تیسری چوتھی کا سا ہو جائے گا کہ ان کے لئے امان ختم ہو جائے گا

یہ سب احکام اس غرض سے تھے کہ سال بھر کے اندر یہ علاقہ کفار سے بالکل پاک ہو جائے۔ آپ ﷺ نے ۹ ھ میں حج کی تاریخوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معرفت مکہ اور عرفات اور منیٰ میں اس کا اعلان کرا دیا کیونکہ وہاں قبائل عرب کا عام اجتماع تھا اور ان کے ذریعے سے تمام عرب میں اس کی شہرت ہو جانا لازمی تھا۔

تنبیہ: سورت انفال ہجرت نبوی کے بعد مدنی دور کے شروع کے زمانہ میں اور یہ سورت براءت مدنی دور کے آخری زمانہ میں نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی کہ جو آیات قرآنی نازل ہوتیں فرما دیتے کہ ان کو فلاں سورت میں فلاں موقع پر رکھو ان آیات کے متعلق جنہیں اب سورت توبہ یا سورت براءت کہا جاتا ہے آپ نے کوئی تصریح نہیں فرمائی کہ کس سورت میں درج کی جائیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مستقل سورت ہے کسی دوسری سورت کا جزء نہیں لیکن عام قاعدہ یہ تھا کہ جب نئی سورت نازل ہوتی تو پہلی سورت سے جدا کرنے کے لئے بسم اللہ لکھواتے۔ سورت توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھوائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جدا سورت نہیں۔ ان وجوہ پر نظر کر کے مصاحف عثمانیہ میں اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی لیکن کتابت میں اس کے اور سورت انفال کے درمیان فصل کر دیا گیا تاکہ نہ تو اس کا مستقل سورت ہونا ظاہر ہو اور نہ دوسری سورت کا جزء ہونا۔

باقی سورت انفال کے بعد متصل لانے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کے مضامین باہم اس قدر مربوط ہیں کہ گویا یہ پوری سورت انفال کا تتمہ و تکملہ کہا جا سکتا ہے۔

سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـــًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: بیزاری ہے اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ان لوگوں کی طرف جن سے تم نے عہد کیا تھا مشرکوں میں سے۔ سو چلو پھرو زمین میں چار مہینے اور جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے اور یہ کہ اللہ رسوا کرنے والا ہے کافروں کو۔ اور اعلان ہے اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے لوگوں کی طرف بڑے حج کے دن کہ اللہ بری ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول (بھی) سو اگر تم توبہ کرو تو یہ بہتر ہے تمہارے لئے اور اگر [illegible]

منہ موڑو تو جان لو کہ تم نہیں ہو عاجز کرنے والے اللہ کو اور خوشخبری دیدے کافروں کو دردناک عذاب کی۔ مگر وہ جن سے عہد کیا تم نے مشرکین میں سے پھر نہیں کمی کی انہوں نے (عہد پورا کرنے میں) تمہارے ساتھ کچھ بھی اور نہ مدد کی تمہارے مقابلہ میں کسی کی تو پورا کرو تم ان کی طرف ان کے عہد کو ان کی مدت تک۔ بلاشبہ اللہ پسند کرتا ہے احتیاط والوں کو۔ پھر جب گذر جائیں مہینے حرمت والے تو قتل کرو مشرکوں کو جہاں بھی پاؤ تم ان کو اور پکڑو ان کو اور گھیرو ان کو اور بیٹھو ان کی تاک میں ہر گھات میں۔ پھر اگر وہ توبہ کریں اور قائم کریں نماز کو اور ادا کریں زکوٰۃ کو تو چھوڑ دو ان کا راستہ۔ بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اور اگر کوئی مشرکوں میں سے پناہ مانگے تجھ سے تو پناہ دے اس کو یہاں تک کہ وہ سن لے اللہ کا کلام پھر پہنچا دے اس کو اس کی امن کی جگہ پر۔ یہ اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے۔

تفسیر: (اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے) مذکورہ بالا تیسری جماعت یعنی (ان مشرکین) کے عہد (سے دست برداری ہے جن سے تم نے) بلا تعیین مدت (عہد کر رکھا تھا) اور چوتھی جماعت یعنی جن سے کچھ بھی عہد نہ تھا ان کا بھی حکم اس سے بدرجہ اولیٰ معلوم ہو گیا کیونکہ جب ان لوگوں سے امن کو ختم کیا جا رہا ہے جن سے معاہدہ تھا تو جن لوگوں سے کوئی معاہدہ ہی نہیں ان کے لئے امن کیوں رہے گا۔ (سو) ان دونوں جماعتوں کو اطلاع کر دو کہ تمہیں مہلت دی جاتی ہے کہ (تم لوگ اس سرزمین) عرب (میں چار مہینے چل پھر لو) اور اس مدت کے اندر یا تو مسلمان ہو جاؤ یا وطن چھوڑ کر ایمان و توحید کے مرکز کو اپنے وجود سے خالی کر دو یا جنگی مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ (اور) اس کے ساتھ (یہ) بھی (جان رکھو کہ) اگر تم اسلام نہ لائے تو (تم خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے) کہ اس کے قبضہ سے نکل سکو (اور یہ) بھی جان رکھو (کہ بے شک اللہ تعالیٰ) آخرت میں (کافروں کو رسوا کریں گے) یعنی عذاب دیں گے۔ اور دنیا میں قتل کئے جانے کا احتمال الگ رہا۔ لہٰذا توبہ کر کے اسلام قبول کر لو کہ اسی میں دنیا و آخرت کا بچاؤ ہے۔ (اور) مذکورہ بالا پہلی جماعت یعنی قریش جنہوں نے عہد شکنی کی تھی ان کا حکم یہ ہے کہ (اللہ اور رسول کی طرف سے بڑے حج کی تاریخوں میں عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول دونوں) کسی مہلت کے بغیر ابھی (دست بردار ہوتے ہیں ان مشرکین) کو امن دینے (سے) جنہوں نے خود عہد شکنی کی۔ مگر (پھر) بھی ان سے کہا جاتا ہے کہ (اگر تم) کفر سے (توبہ کر لو تو تمہارے لئے) یہ دونوں جہان میں (بہتر ہے) دنیا میں تو اس لئے کہ تمہاری عہد شکنی معاف ہو جائے گی اور قتل سے بچ جاؤ گے اور آخرت میں ظاہر ہے کہ نجات ہوگی۔ (اور اگر تم نے) اسلام سے (اعراض کیا تو یہ سمجھ رکھو کہ تم خدا کو عاجز نہیں کر سکو گے) کہ کہیں

2- اگرچہ اقامت صلوٰۃ وغیرہ قبول اسلام میں شرط نہیں لیکن یہ کنایہ ہے اظہار اسلام سے جس پر بندوں کے نزدیک احکام کا دارومدار ہے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کو بطور مثال ذکر کیا۔

3- براءت کی نسبت اللہ و رسول کی طرف کی حالانکہ عہد کی پاسداری اور اس کو ختم کرنے کا تعلق مسلمانوں سے ہے۔ یہ اس بنا پر ہے کہ عہد ختم کرنے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کی زبانی فرض کر دیا گیا تھا اور صحابہ کے لئے اس میں اختیار نہ رہا تھا۔

4- حج اکبر کے مقابلہ میں حج اصغر ہوتا ہے جو عمرہ کو کہتے ہیں۔

ربط: پچھلی آیتوں میں جو دست برداری کا اعلان کیا گیا تھا آگے اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ ان مشرکین عرب سے نہ تو معاہدہ قائم رہ سکتا ہے اور نہ ہی ان سے صلح ہو سکتی ہے کیونکہ ان کا حال تم مسلمانوں کے ساتھ یہ ہے کہ اگر کسی وقت ذرا بھی تم پر قابو پا لیں تو ستانے اور نقصان پہنچانے میں نہ قرابت کا بالکل لحاظ کریں اور نہ قول و قرار کا۔ تم سے زبانی عہد و پیمان کرنے کے باوجود دل سے ایک منٹ کے لئے بھی اس عہد پر راضی نہیں اور ہر وقت عہد شکنی کے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔

پھر بھی ان کے لئے اسلام کی دعوت موجود ہے۔ اگر یہ اسلام قبول کر لیں تو فبہا اور اگر کفر پر مصر رہیں اور عہد شکنی بھی کریں تو اے مسلمانو تم بھی کفر کے ان سرداروں سے لڑو تا کہ یہ سرکشی سے باز آئیں۔

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ
اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُتَّقِينَ ۝ كَيْفَ وَإِنْ يَّظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ
إِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۚ يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبٰى قُلُوبُهُمْ ۚ وَ
أَكْثَرُهُمْ فٰسِقُونَ ۝ إِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوا
عَنْ سَبِيلِهِ ۚ إِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ لَا يَرْقُبُونَ
فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ ۝ فَإِنْ
تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۗ
وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُونَ ۝ وَإِنْ نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ

مِّنۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ ۝

ترجمہ: کیسے (قابل رعایت) ہو گا مشرکین کے لئے عہد اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک مگر جن لوگوں سے عہد کیا تھا تم نے مسجد حرام کے پاس۔ سو جب تک وہ سیدھے رہیں تم سے تم (بھی) سیدھے رہو ان سے۔ بے شک اللہ پسند کرتا ہے احتیاط والوں کو۔ کیسے (رہے گا صلح کا معاہدہ) اس حال میں کہ اگر وہ قابو پائیں تم پر تو نہ لحاظ کریں تمہارے بارے میں قرابت کا اور نہ عہد کا۔ یہ (عہد کر کے) خوش کرتے ہیں تم کو اپنے منہ (کی باتوں) سے اور انکار کرتے ہیں (عہد سے) ان کے دل۔ اور ان کے اکثر فاسق ہیں۔ لے لی انہوں نے بعوض اللہ کے احکام کے تھوڑی قیمت سو ہٹ گئے اس کے رستے سے۔ بے شک یہ لوگ برا ہے جو یہ کام کرتے ہیں۔ یہ نہیں لحاظ کرتے کسی (بھی) مسلمان کے حق میں قرابت کا اور نہ عہد کا اور یہی لوگ زیادتی کرنے والے ہیں۔ پھر اگر توبہ کریں اور قائم کریں نماز کو اور ادا کریں زکوٰۃ کو تو (یہ) تمہارے بھائی ہیں دین میں۔ اور ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں (اپنے) احکام ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں۔ اور اگر وہ (اسلام سے صرف اعراض ہی نہ کریں بلکہ) توڑ دیں اپنی قسمیں اپنے عہد کرنے کے بعد اور طعن کریں تمہارے دین میں تو تم لڑو کفر کے سرداروں سے۔ بے شک نہیں (باقی رہیں) قسمیں ان کے لئے (عرض خبر) شاید کہ یہ باز آجائیں۔

تفسیر: (ان مشرکین) قریش یعنی پہلی جماعت (کا عہد اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کیسے) قابل رعایت (رہے گا) کیونکہ رعایت تو اس عہد کی ہوتی ہے جس کو دوسرا شخص نہ توڑے ورنہ رعایت باقی نہیں رہتی۔ مطلب یہ کہ یہ لوگ عہد کو توڑنے کے درپے ہیں۔ اگر توڑ دیں تو پھر تمہیں بھی ان سے لڑنے کی اجازت ہے۔ (مگر جن لوگوں سے تم نے مسجد حرام) یعنی حرم (کے نزدیک عہد لیا ہے) مراد دوسری جماعت ہے جن کا استثناء پہلے بھی اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ الخ میں آچکا ہے یعنی ان سے امید ہے کہ یہ عہد کو قائم رکھیں گے (سو جب تک یہ لوگ تم سے سیدھی طرح رہیں) یعنی عہد نہ توڑیں (تم بھی ان سے سیدھی طرح رہو) اور عہد کی مدت ان سے پوری کرو چنانچہ سورت براءت کے نزول کے وقت اس مدت میں نو ماہ باقی تھے اور ان کے عہد شکنی نہ کرنے کی وجہ سے ان کی یہ مدت پوری کی گئی (بلاشبہ اللہ تعالیٰ) بدعہدی سے

(احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں) پس تم بھی احتیاط رکھنے سے حق تعالیٰ کے پسندیدہ ہو جاؤ گے۔ یہ استثناء کر کے پھر پہلی جماعت سے متعلق فرماتے ہیں (کیسے) ان کا عہد قابل رعایت رہے گا یعنی وہ لوگ عہد پر کب قائم رہیں گے (حالانکہ ان کی یہ حالت ہے کہ اگر وہ تم پر کہیں غلبہ پا جائیں تو تمہارے بارے میں نہ قرابت کا پاس کریں اور نہ قول و قرار کا) کیونکہ ان کی یہ صلح مجبوری اور خوف جہاد سے ہے دل سے نہیں۔ پس (یہ لوگ تم کو) صرف (اپنی زبانی باتوں سے راضی کر رہے ہیں اور ان کے دل) ان باتوں کو (نہیں مانتے)۔ پس جب دل سے اس عہد کے پورا کرنے کا عزم نہیں ہے تو پھر یہ کیسے پورا ہوگا (اور ان میں زیادہ آدمی شریر ہیں) کہ عہد پورا کرنا نہیں چاہتے اور اگر ایک آدھ پورا کرنا بھی چاہتا ہو تو زیادہ کے سامنے ایک دو کی کب چلتی ہے۔ اور ان کے شریر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ (انہوں نے احکام الہیہ کے عوض) دنیا کی (متاع ناپائدار کو اختیار کر رکھا ہے) جیسا کہ کفار کی حالت ہوتی ہے کہ دین کو چھوڑ کر دنیا کو اس پر ترجیح دیتے ہیں۔ جب دنیا زیادہ محبوب ہوگی تو اگر عہد شکنی میں دنیوی غرض حاصل ہوتی نظر آئے گی اس میں کچھ باک نہ ہوگا بخلاف اس شخص کے جو دین کو ترجیح دیتا ہے کہ وہ احکام الہیہ اور وفائے عہد وغیرہ کا پابند ہوگا۔ (سو) دنیا کو دین پر ترجیح دینے کی وجہ سے (یہ لوگ اللہ کے) سیدھے (رستہ سے) جس میں وفائے عہد بھی شامل ہے (ہٹے ہوئے ہیں) اور (یقیناً یہ ان کا عمل بہت ہی برا ہے) اور ہم نے جو اوپر کہا ہے لَا یَرْقُبُوْا فِیْکُمْ الخ یعنی یہ لحاظ نہیں کرتے تمہارے بارے میں قرابت کا اور نہ قول و قرار کا سو اس میں تمہاری کچھ تخصیص نہیں ہے ان کی تو یہ حالت ہے کہ (یہ لوگ کسی مسلمان کے بارے میں) بھی (نہ قرابت کا پاس کریں اور نہ قول و قرار کا اور یہ لوگ) بالخصوص اس بارے میں (بہت ہی زیادتی کر رہے ہیں سو) جب ان کے عہد پر اعتماد و اطمینان نہیں اور ان سے عہد شکنی کا بھی خطرہ ہے تو ہم ان کے بارے میں مفصل حکم سناتے ہیں کہ (اگر یہ لوگ) کفر سے (توبہ کرلیں) یعنی مسلمان ہو جائیں (اور) اپنے اسلام کو ظاہر بھی کر دیں مثلاً (نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو) پھر ان کی عہد شکنی وغیرہ نظر انداز کر دی جائے گی اور اسلام لانے سے (وہ تمہارے دینی بھائی ہو جائیں گے) اور پچھلا کیا ہوا سب معاف ہو جائے گا (اور ہم سمجھدار لوگوں) کو بتلانے (کے لئے احکام کو خوب تفصیل سے بیان کرتے ہیں) لہٰذا اس مقام پر بھی ایسا ہی کیا گیا ہے۔

(اور اگر وہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں) یعنی عہدوں (کو توڑ ڈالیں) جیسا کہ ان کی حالت سے قوی اندیشہ ہے (اور) عہد توڑ کر ایمان بھی نہ لائیں بلکہ اپنے کفر پر قائم رہیں جسکا ایک اثر

کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے اور نہیں بنایا سوا اللہ کے اور نہ (سوا) اس کے رسول کے اور نہ (سوا) مومنین کے کوئی خصوصی دوست۔ اور اللہ باخبر ہے اس سے جو تم عمل کرتے ہو۔

تفسیر: (تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا) اور خزاعہ کے مقابلہ میں بنو بکر کی مدد کی (اور رسول) ﷺ (کے جلاوطن کر دینے کی تجویز کی، اور انہوں نے تم سے خود پہلے چھیڑ نکالی) کہ تمہاری طرف سے وفائے عہد میں کوئی کمی نہیں ہوئی، انہوں نے بیٹھے بٹھائے خود ایک شوشہ چھوڑا، پس ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو، (کیا ان سے) لڑنے میں (ڈرتے ہو) کہ ان کے پاس ہتھیار اور جمعیت زیادہ ہے (سو) اگر یہ بات ہے تو ہرگز ان سے مت ڈرو، کیونکہ (اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم ان سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو) اور ان سے ڈرنے کا یہ تقاضا ہے کہ ان کے حکم کے خلاف مت کرو اور وہ چونکہ حکم دیتے ہیں لڑائی کا لہذا (ان سے لڑو، اللہ تعالیٰ) کا وعدہ ہے کہ (ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دے گا اور ان کو ذلیل) وخوار (کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور) اس طرح سے (بہت سے) ایسے (مسلمانوں کے قلوب کو شفا دے گا اور ان کے قلوب کے غیظ) وغضب (دور کر دے گا) جو خود مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے اور ان کی حرکات کو دیکھ کر دل ہی دل میں گھٹتے ہیں (اور) ان ہی کفار میں سے (جس پر) توجہ وفضل کرنا (منظور ہوگا اللہ تعالیٰ توجہ) بھی (فرمائے گا) یعنی مسلمان ہونے کی توفیق دے گا، چنانچہ فتح مکہ میں بعضے لڑے اور ذلیل ومقتول ہوئے اور بعضے مسلمان ہو گئے (اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں) کہ علم سے ہر ایک کا انجام کہ اسلام ہے یا کفر جانتے ہیں، اور اسی لئے اپنی حکمت سے مناسب احکام مقرر فرماتے ہیں۔ اور تم جو لڑنے سے جی چراتے ہو گو بعضے ہی سہی تو (کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی) اسی حالت پر (چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے) ظاہری طور پر تم میں سے (ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے) ایسے موقع پر (جہاد کیا ہو اور اللہ ورسول اور مومنین کے سوا کسی کو خصوصیت کا دوست نہ بنایا ہو) اور اس بات کے ظاہر ہونے کا اچھا ذریعہ ایسا جہاد ہے جس میں مقابلہ اعزہ واقارب سے ہو کہ کیونکہ اس میں پورا امتحان ہو جاتا ہے کہ کون اللہ کو چاہتا ہے اور کون برادری کو (اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے تمہارے سب کاموں کی) پس اگر جہاد میں چستی کرو گے یا سستی کرو گے اسی کے موافق تم کو جزا دے گا۔

ربط: مشرکین مکہ کی قباحتیں اوپر ذکر ہوئیں۔ ان کے باوجود ان کو اس پر بڑا فخر وناز تھا کہ ہم حاجیوں کی خدمت کرتے، انہیں پانی پلاتے، کھانا کپڑا دیتے اور مسجد حرام کی مرمت یا کعبہ کے غلاف

یا روشنی وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں۔ اگر مسلمان اپنے جہاد وہجرت وغیرہ پر نازاں ہیں تو ہمارے پاس بھی عبادات کا یہ ذخیرہ موجود ہے۔ آگے مشرکین کے اس فخر وناز کو رد کرتے ہیں کہ اصل تو اللہ پر ایمان اور اس کے احکام پر عمل ہے۔ جب تمہارا اللہ پر ایمان ہی صحیح نہیں تو تمہارے ان بے روح اعمال کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں بلکہ تم تو اللہ کی مسجدوں کے انتظام کے بھی لائق نہیں۔ درحقیقت قابل تعریف اور کامیاب تو وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر صحیح صحیح ایمان لائیں اور اس کی مکمل تابعداری کریں اور اپنے جان ومال کو بھی اس کی راہ میں لٹانے سے دریغ نہ کریں۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ

اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

ترجمہ: نہیں ہے (لائق) مشرکوں کے لئے کہ وہ آباد کریں اللہ کی مسجدوں کو اس حال میں کہ وہ خود گواہ ہیں اپنے اوپر کفر کے۔ یہ لوگ ہیں ضائع ہو گئے ان کے عمل اور آگ

میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ محض آباد کرتے ہیں اللہ کی مسجدوں کو وہ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور قائم کی نماز اور ادا کی زکوۃ اور نہیں ڈرے مگر اللہ سے۔ سو امید ہے کہ یہ لوگ ہوں ہدایت والوں میں سے۔ (اے مشرکو) کیا تم نے کر دیا حاجیوں کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے (ظاہری) بسانے کو مانند اس شخص کے (عمل کے) جو ایمان لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور (جس نے) جہاد کیا اللہ کی راہ میں۔ یہ (تو) برابر نہیں ہیں اللہ کے نزدیک اور اللہ سمجھ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ (یہ لوگ) بہت بڑے ہیں درجہ کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک اور یہی لوگ ہیں کامیاب۔ خوشخبری دیتا ہے ان کو ان کا رب رحمت کی اپنی طرف سے اور رضامندی کی اور باغوں کی کہ ان کے لئے ہے ان میں نعمت دائمی۔ رہنے والے ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ۔ بلاشبہ اللہ کے پاس ہے بڑا اجر۔

تفسیر: (مشرکین کی یہ لیاقت ہی نہیں کہ وہ) مسجد حرام سمیت (اللہ کی مسجدوں کو) (آباد کریں جس حالت میں وہ خود اپنے کفر) کی باتوں (کا اقرار کر رہے ہیں) چنانچہ وہ خود اپنا دین و مذہب بتلانے کے وقت ایسے عقائد کا اقرار کرتے تھے جو واقع میں کفر ہیں، مطلب یہ ہے کہ مساجد کو آباد کرنا اگرچہ قابل تعریف عمل ہے لیکن جب شرک موجود ہے جو کہ ہر نیک عمل کے منافی ہے تو اس عمل کی اہلیت ہی مفقود ہے اور اس لئے وہ محض بے قیمت ہے، پھر اس پر فخر کی کیا گنجائش ہے۔ (ان) مشرک (لوگوں کے سب اعمال) نیک مثلاً مسجد کو آباد کرنا اور اس کا انتظام کرنا اور حاجیوں کو پانی پلانا وغیرہ (اکارت) اور ضائع (ہیں) کیونکہ ان کی قبولیت کی شرط یعنی شرک سے بیزاری موجود نہیں تو ضائع عمل پر فخر ہی کیا۔ (اور دوزخ میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے) کیونکہ سبب نجات یعنی اللہ پر صحیح صحیح ایمان موجود نہیں اور جو عمل کئے وہ محض ضائع ہوئے (ہاں اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے) یعنی علی وجہ الکمال ان سے قبول کیا جاتا ہے (جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر) دل سے (ایمان لائیں) اور اعضاء و جوارح سے اس کا اظہار بھی کریں مثلاً اس طرح کہ (نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ دیں اور) اللہ پر ایسا توکل رکھتے ہوں کہ (سوائے اللہ کے کسی سے نہ ڈریں سو ایسے لوگوں کے بارے میں توقع) یعنی وعدہ (ہے کہ اپنے مقصود) یعنی جنت و نجات (تک پہنچ جائیں گے) کیونکہ ایمان ہونے کی وجہ سے ان کے اعمال مقبول ہوں گے، اس لئے آخرت میں نفع ہوگا۔

اے مشرکو (کیا تم لوگوں نے حجاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص) کے

عمل (کے برابر قرار دے رہے ہو جو کہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو اور اس نے اللہ کی راہ میں
جہاد کیا ہو) حالانکہ یہ عمل برابر نہیں اور جب عمل برابر نہیں تو (یہ) عمل کرنے والے (لوگ) بھی باہم
(برابر نہیں اللہ کے نزدیک۔ اور) یہ جو بات ذکر ہوئی بہت ہی ظاہر ہے لیکن (جو لوگ بے انصاف
ہیں) یعنی مشرک ہیں (اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ نہیں دیتا) اس لئے وہ نہیں مانتے۔ آگے اس مضمون کی
تصریح ہے جو اوپر لا یستوون سے مقصود تھی یعنی (جو لوگ ایمان لائے اور) اللہ کی واسطے (انہوں نے
ترک وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا وہ درجہ میں اللہ کے نزدیک) ان
حاجیوں کو پانی پلانے والوں سے اور مسجد حرام کو آباد کرنے والوں سے (بہت بڑے ہیں) کیونکہ ان
لوگوں میں جب ایمان ہی نہیں تو اللہ کے ہاں ان کا کچھ درجہ بھی نہیں۔ (اور یہی لوگ پورے کامیاب
ہیں) آگے اس درجہ اور کامیابی کا بیان ہے کہ (ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی
رحمت اور بڑی رضامندی اور) جنت کے (ایسے باغوں کی کہ ان کے لئے ان) باغوں (میں دائمی
نعمت ہوگی) اور (ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے، بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے) اس میں سے ان
کو دیا جائے گا۔

فائدہ: آخری آیت سے پہلے والی آیت میں تین چیزوں کا ذکر ہوا ایمان، جہاد اور ہجرت ان
تین پر آخری آیت میں بشارت بھی تین چیزوں کی دی رحمت، رضوان اور جنت میں ہمیشہ کی زندگی۔
ابوحیان نے لکھا ہے کہ رحمت ایمان پر مرتب ہے۔ ایمان نہ ہو تو آخرت میں خدا کی رحمت و مہربانی
میں سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔ اور رضوان جو بہت ہی اعلیٰ مقام ہے جہاد فی سبیل اللہ کا صلہ ہے۔ اللہ
کی راہ میں جہاد کرنے والا تمام نفسانی خواہشات اور تعلقات ترک کر کے خدا کے راستہ میں جان و مال
نثار کرتا ہے اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انتہائی قربانی پیش کرتا ہے لہٰذا اس کا صلہ بھی
انتہائی ہونا چاہئے۔ رہی ہجرت تو وہ خدا کے لئے اپنا وطن اور اپنا گھر بار چھوڑنے کا نام ہے۔ اس لئے
مہاجر کو خوشخبری دی گئی کہ تیرے وطن سے بہتر وطن اور تیرے گھر سے بہتر گھر تجھ کو ملے گا جس میں
ہمیشہ کی دوامی آسائش و راحت سے رہنا ہوگا جس سے نکلنے کی بھی نوبت نہ آئے گی۔

ربط: پچھلی آیات میں بتایا تھا کہ جہاد اور ہجرت اعظم اور افضل ترین اعمال ہیں۔ بسا اوقات
ان دونوں اعمال میں عزیز و اقارب وغیرہ دنیوی کے تعلقات مخل و حائل ہوتے ہیں اس لئے فرما دیا
کہ جن لوگوں کو ایمان سے زیادہ کفر پسند ہے کوئی مومن انہیں کیسے عزیز رکھ سکتا ہے۔ اس سے ان کے
ساتھ تعلقات تمہارے ان عظیم اعمال میں رکاوٹ نہیں بننے چاہئیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰي يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والوں مت بناؤ اپنے باپوں کو اور بھائیوں کو رفیق اگر وہ عزیز رکھیں کفر کو ایمان پر اور جو رفاقت رکھے ان سے تم میں سے تو وہی لوگ ہیں گنہگار۔ تو کہہ دے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور اموال کمایا تم نے جن کو اور تجارت ڈرتے ہو تم جس کے بند ہونے کا اور مکان تم پسند کرتے ہو جن کو زیادہ پیارے ہوں تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور لڑنے سے اس کی راہ میں تو انتظار کرو یہاں تک کہ لائے اللہ اپنا حکم، اور اللہ نہیں پہنچاتا مقصود تک نافرمان لوگوں کو۔

تفسیر: (اے ایمان والو اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو) اپنا (رفیق مت بناؤ اگر وہ لوگ کفر کو ایمان کے مقابلہ میں) ایسا (عزیز رکھیں) کہ ان کے ایمان لانے کی امید نہ رہے (اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ رفاقت رکھے گا سو ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں) مطلب یہ ہے کہ جہاد و ہجرت سے بڑا مانع ان لوگوں کا تعلق ہے اور خود وہی جائز نہیں پھر جہاد و ہجرت میں کیا دشواری ہے۔ آگے اسی مضمون کی زیادہ تفصیل ہے کہ اے محمد ﷺ (آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے بند ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن میں) رہنے (کو تم پسند کرتے ہو) اگر یہ چیزیں (تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہوں تو تم

منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (ہجرت و جہاد ترک کرنے پر سزا کا) اپنا حکم بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ نا
فرمانی کرنے والے لوگوں کو (اصل مقصود یعنی حقیقی کامیابی تک نہیں پہنچاتا)۔

ربط: پچھلی آیت میں تنبیہ تھی کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے وقت مسلمانوں کو خویش و اقارب اور
اموال و املاک پر نظر نہ کرنی چاہئے۔ یہاں آگاہ کرتے ہیں کہ مجاہدین کو خود اپنی فوجی جمعیت اور کثرت
پر گھمنڈ نہ کرنا چاہئے۔ کامیابی تنہا خدا کی مدد سے ہوتی ہے جس کا تجربہ تم بدر وغیرہ میں پہلے کر چکے
ہو۔ اور اب اخیر میں غزوۂ حنین میں خاص آسمانی نصرت و امداد کا ہونا تو بالکل صریح ہے اور تم میں سے
بعض کو تو یہ غرہ ہوا کہ آج ہم بڑی فوج ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر یہ فوج کچھ بھی نہ کر سکی۔

قصہ یہ ہوا کہ فتح مکہ کے فوراً بعد آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ہوازن اور ثقیف قبیلوں نے ایک بڑا
لشکر تیار کر کے بڑے ساز و سامان سے مسلمانوں پر حملہ کا ارادہ کیا ہے۔ یہ خبر پاتے ہی آپ نے فتح
مکہ کے لئے آئے ہوئے مہاجرین و انصار کی دس ہزار کی فوج کے ساتھ طائف کا رخ کیا۔ فتح مکہ کے
وقت سے نئے مسلمان ہونے والے دو ہزار طلقاء ان کے علاوہ تھے۔ بارہ ہزار کی عظیم الشان فوج دیکھ کر
بعض صحابہ سے ضبط نہ ہو سکا اور بے ساختہ بول اٹھے کہ جب ہم بہت تھوڑے تھے اس وقت ہمیشہ غالب
رہے تو آج ہماری اتنی بڑی تعداد کسی سے مغلوب ہونے والی نہیں۔ یہ جملہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوا۔ مکہ
سے کچھ فاصلہ پر دونوں لشکر مقابل ہوئے۔ کافروں کی جمعیت چار ہزار تھی جو سر سے کفن باندھ کر اور سب
عورتوں بچوں کو ساتھ لے کر ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے پوری تیاری سے نکلے تھے۔ اونٹ
گھوڑے مواشی اور گھروں کا سارا سامان اپنے ہمراہ لے آئے تھے تاکہ پیچھے کا خیال بھی نہ آئے۔ قبیلہ
ہوازن کے بڑے ماہر تیر اندازوں کا دستہ وادی حنین کی پہاڑیوں میں گھات لگائے بیٹھا تھا۔ پہلے
معرکہ میں کفار کو شکست ہوئی۔ وہ بہت سامان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ دیکھ کر مسلمان سپاہی مال غنیمت
کی طرف جھک پڑے۔ اس وقت ہوازن کے تیر اندازوں نے گھات سے نکل کر ایک دم دھاوا بول
دیا۔ آن واحد میں چاروں طرف سے اس قدر تیر برسائے کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ صرف نبی
ﷺ اور کچھ صحابہ ثابت قدم رہے۔ آپ نے خود بھی مسلمانوں کو آواز دی اور حضرت عباس سے بھی
پکارا۔ سن کر مسلمان سنبھلے اور واپس پلٹے اسی اثناء میں نبی ﷺ نے تھوڑی سی مٹی اور کنکریاں اٹھا کر
کافروں پر پھینکیں جو خدا کی قدرت سے ہر کافر کے چہرے اور آنکھوں پر پڑیں۔ ادھر آسمان سے
فرشتے اترے جن سے کافروں پر رعب کی کیفیت طاری ہوئی۔ غرض اس طرح اللہ تعالیٰ نے حنین میں
کامیابی عطا فرمائی۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۞ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۞ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞

ترجمہ: مدد کر چکا ہے تمہاری اللہ بہت جگہوں میں اور حنین کے دن، جب خوش کیا تم کو تمہاری کثرت نے پھر اس نے کام نہ دیا تم کو کچھ اور تنگ ہوئی تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے پھر پلٹ گئے تم پیٹھ پھیرتے ہوئے، پھر اتاری اللہ نے اپنی (طرف سے) تسکین اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اور اتاریں فوجیں کہ تم نے ان کو نہیں دیکھا اور عذاب دیا کافروں کو اور یہی سزا ہے کافروں کی۔ پھر توبہ نصیب کرے گا اللہ اس کے بعد جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

تفسیر (تم کو خدا تعالیٰ نے) لڑائی کے (بہت موقعوں میں) کفار پر (غلبہ دیا) جیسے بدر وغیرہ (اور) عجیب و غریب قصہ والے (حنین کے دن بھی) (تم کو غلبہ دیا) (جب کہ) یہ واقعہ ہوا تھا کہ (تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے غرہ ہو گیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کارآمد نہ ہوئی اور) کفار کے تیر برسانے سے ایسی پریشانی ہوئی کہ (تم پر زمین باوجود اپنی) اس (فراخی کے تنگی کرنے لگی پھر) آخر (تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول) کے قلب (پر اور دوسرے مومنین) کے قلوب (پر اپنی) طرف سے (تسلی نازل فرمائی، اور) مدد کے لئے فرشتوں کے (ایسے لشکر) آسمان سے (نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا) جس کے بعد تم پھر لڑنے کے لئے مستعد ہوئے اور غالب آئے (اور) اللہ تعالیٰ نے (کافروں کو سزا دی) کہ ان پر ہزیمت اور قتل و قید واقع ہوئی (اور یہ کافروں کی) دنیا میں (سزا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ) ان کافروں میں سے (جس کو چاہیں توبہ نصیب کر دیں) چنانچہ ان میں سے بہت سے مسلمان ہو گئے (اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے

والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں) کہ جو شخص ان میں مسلمان ہو اس کے سب پچھلے گناہ معاف کر کے اس کو جنت کا مستحق بنا دیا۔

فائدہ: قتل و قید کو جو کافروں کی سزا بتایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں یہ واقع ہو وہ بطور سزا کے ہوا ہے۔

ربط: جب اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ اور جنگ حنین سے شرک کی قوت کو بالکل توڑ دیا اور جزیرہ عرب کا صدر مقام مکہ معظمہ فتح کرا دیا اور قبائل عرب جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے تب اس غرض سے کہ صدر مقام میں خالص اسلامیت کا رنگ ہو ۹ھ میں یہ اعلان کرایا گیا کہ آئندہ کوئی مشرک (یا کافر) مسجد حرام میں داخل نہ ہو بلکہ اس کے نزدیک یعنی حدود حرم تک بھی نہ آنے پائے اور اس اعلان سے مسلمانوں کو جو تردد ہوا کہ ان سے تجارتی سامان کی آمد بند ہو جائے گی اس کے بارے میں تسلی فرما دی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَاۗءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: اے ایمان والو مشرک تو نرے ناپاک ہیں سو قریب نہ آنے پائیں مسجد حرام کے اپنے اس سال کے بعد۔ اور اگر تم اندیشہ کرو فقر کا تو آئندہ غنی کر دے گا تم کو اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے۔ بیشک اللہ خوب جاننے والا حکمت والا ہے۔

تفسیر۔ (اے ایمان والو مشرک لوگ) اپنے گندے عقیدوں کی وجہ سے (نرے ناپاک ہیں سو) اس ناپاکی پر جو احکام متفرع ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ (یہ لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام) یعنی حرم (کے پاس) بھی (نہ آنے پائیں) یعنی حرم کے اندر داخل نہ ہوں (اور اگر تم کو) ان کے نہ آنے سے اس وجہ سے (مفلسی کا اندیشہ ہو) کہ لین دین انہی سے زیادہ ہے جب بند رہیں گے تو کام کیسے چلے گا (تو) تم خدا پر توکل رکھو کہ خدا غنا کرنا محض اس کی مشیت پر موقوف ہے پس (اگر خدا چاہے گا تو اپنے فضل سے تم کو) ان کا (محتاج نہ رکھے گا، بیشک اللہ تعالیٰ) تمہاری مصلحتوں کو (خوب جاننے والا ہے) اور ان مصلحتوں کی تکمیل کے بارے میں (بڑا حکمت والا ہے) اس لئے یہ حکم مقرر کیا اور تمہارے افلاس کے انسداد کا سامان بھی کر دے گا۔

فائدہ: 1- اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حرم اور مسجد حرام کے بارے میں اہل کتاب کا حکم بھی مشرکین کے حکم کی مانند ہے۔

2- مسجد حرام سے تمام حرم مراد ہونا حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے اور صحیح حدیثوں میں نبی ﷺ کی طرف سے تمام جزیرہ عرب کو مشرکین اور یہود و نصاریٰ سے خالی کرنے کا حکم ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تمام جزیرہ عرب میں اس قانون کا نفاذ ہو گیا تھا۔

3- قرب و داخلہ سے مراد وطن بنانا یا غلبہ کے طور پر آنا مراد ہے۔ اگر اسلامی حکومت دین اور قوم کا اندیشہ نہ دیکھ کر کسی کافر کو اجازت دیدے اور وہ صرف مسافرانہ حرم یا مسجد حرام میں آئے تو جائز ہے۔

4- اس آیت میں جو اغناء یعنی بے نیاز کرنے کا وعدہ ہے وہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح پورا کر دیا کہ سارا ملک مسلمان کر دیا مختلف علاقوں سے لوگ سب طرح کا تجارتی مال و سامان مکہ میں لانے لگے۔ فتوحات اور غنائم کے دروازے کھل گئے۔ اور ان شاء غیر یقینی اور وعدہ کے بعید ہونے کے لئے نہیں ہے بلکہ وعدہ کے قریب ہونے کے لئے ہے کہ اس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کو کچھ لمبا چوڑا سامان کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف مشیت کافی ہے۔

ربط: جب مشرکین کا قصہ پاک ہو گیا اور ملکی سطح پر مسلمانوں کو کچھ استحکام نصیب ہوا تو حکم ہوا کہ اب اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی قوت و شوکت کو توڑو کیونکہ یہ بھی ایمان و توحید کے مخالف ہیں اور دین حق کے دشمن ہیں۔ لیکن شروع میں ان کے لئے یہ رعایت رکھی کہ جزیہ دے کر جزیرہ عرب میں رہ سکتے ہیں۔ البتہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمان جاری کر دیا تھا کہ یہود و نصاریٰ کو بھی جزیرہ عرب سے بالآخر نکالنا ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں جس کو حرام کیا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں دین سچا ان لوگوں میں سے جو دیئے گئے کتاب یہاں تک کہ وہ دیں جزیہ (اپنے) ہاتھ سے اس

حال میں کہ وہ ماتحت ہوں۔

تفسیر: (اہل کتاب جو کہ نہ خدا پر) پورا پورا (ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر) پورا ایمان رکھتے ہیں (اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے اور اس کے رسول) محمد ﷺ (نے حرام بتلایا ہے اور نہ سچے دین) اسلام (کو قبول کرتے ہیں ان سے یہاں تک لڑو کہ وہ ماتحت ہوکر) اور رعیت بن کر (جزیہ دینا منظور کریں)۔

فائدہ: 1- یہاں جزیہ میں جو اہل کتاب کی تخصیص کی ہے یہ تمام کفار کے مقابلہ میں نہیں ہے بلکہ صرف مشرکین عرب کے مقابلہ میں ہے جن کا ذکر اوپر گذرا ہے کیونکہ ان سے جزیہ نہیں لیا جاتا بلکہ یا تو وہ اسلام قبول کرلیں یا پھر ان سے جنگ ہے۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجوس سے بھی جزیہ لیا ہے۔

2- جزیہ نہ تو اسلام کا بدل ہے کہ یہ اعتراض کیا جاسکے کہ کچھ رقم کے بدلہ میں کفر پر اصرار اور اسلام سے اعراض کی اجازت ہوگی اور نہ ہی یہ دفاع اور جان کی حفاظت کا بدل ہے کیونکہ اسلامی حکومت حفاظت تو سب ذمیوں کی کرتی ہے لیکن جزیہ سب سے نہیں لیا جاتا مثلاً عورتوں، بچوں، اپاہجوں اور راہبوں سے جزیہ نہیں لیا جاتا بلکہ یہ بدل ہے قتل کا یعنی اس کی وجہ سے جان بچ گئی ورنہ تو لڑائی کے قابل لوگوں کو قتل کردیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ جنگ میں قتل نہیں کئے جاتے مثلاً عورتیں، بچے، بہت بوڑھے اور اپاہج وغیرہ ان سے جزیہ نہیں لیا جاتا۔

3- عَنْ یَدٍ کا حاصل یہ ہے کہ ان کی شوکت نہ رہے اور صَاغِرُوْنَ کا حاصل یہ ہے کہ وہ سیاست اور معاملات سے متعلق شریعت کے قوانین کی پابندی کی ذمہ داری لیں۔

4- اس طور پر جزیہ کے التزام کو جنگ و جہاد کی غرض و غایت فرمانے سے یہ ثابت ہوا کہ اس کے بغیر قتال و جہاد کا وجوب ساقط نہیں ہوگا۔

ربط: پچھلی آیت میں اہل کتاب کے جو عقائد اور عمل اجمالی طور سے ذکر ہوئے آگے ان کی تفصیل ذکر کرتے ہیں۔

یہود و نصاریٰ کے مشرکانہ عقیدے

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٣٠﴾ اتَّخَذُوا

اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: اور کہا یہود نے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور کہا نصاری نے مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ انکا کہنا ہے اپنے منہ سے۔ مشابہت کرتے ہیں قول کی ان لوگوں کے جنہوں نے کفر کیا اس سے پہلے۔ ہلاک کرے ان کو اللہ۔ کدھر یہ پھرے جاتے ہیں۔ بنالیا انہوں نے اپنے عالموں کو اور اپنے درویشوں کو رب سوا اللہ کے اور مسیح بن مریم کو حالانکہ ان کو حکم دیئے گئے مگر یہ کہ بندگی کریں ایک معبود کی۔ نہیں کوئی مستحق بندگی مگر وہی۔ پاک ہے وہ اس سے جو یہ شریک کرتے ہیں۔

تفسیر: (اور یہود) میں سے بعض (نے کہا کہ) نعوذ باللہ (عزیر) علیہ السلام (خدا کے بیٹے ہیں اور نصاری) میں سے اکثر (نے کہا کہ مسیح) علیہ السلام (خدا کے بیٹے ہیں، یہ ان کا قول ہے ان کے منہ سے کہنے کا) جس کا واقع میں کہیں نام ونشان نہیں (یہ بھی ان) مشرکین عرب (کی سی باتیں کرنے لگے جو ان سے پہلے کافر ہو چکے ہیں) اور جو ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو تو یہ بھی کافر سمجھتے ہیں پھر انہی کی سی کفریات بکتے ہیں، اور پہلے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین کی گمراہی قدیم تھی (خدا ان کو غارت کرے یہ کدھر الٹے جارہے ہیں) کہ خدا پر ایسے افتراء باندھتے ہیں اور (انہوں نے) یعنی یہود ونصاری نے (خدا) کی توحید اور اطاعت (کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو) اطاعت میں (رب بنا رکھا ہے) کہ وہ جو کچھ اپنی طرف سے مسئلہ بنا دیتے خواہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہہ دیتے وہ لوگ اسی کو سند سمجھتے ہیں کہ بس خدا کے ہاں ہم کو چھٹکارا ہو گیا، کتب سماویہ سے ان کو کچھ سروکار نہیں ہے۔ پس حلال وحرام قرار دینے کا جو منصب خدا کا تھا وہ اپنے علماء و مشائخ کو دے دیا۔ (اور مسیح بن مریم) علیہ السلام (کو بھی) ایک اعتبار سے رب بنا رکھا ہے کہ ان کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں جس کے ملئے خدائی کا ہونا لازم ہے (حالانکہ ان کو) کتب الٰہیہ میں (صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ فقط ایک معبود) برحق (کی عبادت کریں) اور فقط اسی کو شرعی احکام دینے والا مانیں (جس کے علاوہ کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ ان کے شرک سے پاک ہے) خواہ وہ شرک ذات میں ہو یا صفات میں، عبادت کے کاموں میں ہو یا عادت کے کاموں میں اور خواہ حکم میں ہو)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو بے شک (اہل کتاب کے) بہت سے عالم اور درویش کھاتے ہیں مال لوگوں کے باطل (طریقے) سے اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے۔ اور جو لوگ خزانہ کرتے ہیں سونے اور چاندی کو اور نہیں خرچ کرتے اس کو اللہ کی راہ میں تو خوشخبری دے دے ان کو عذاب دردناک کی جس دن کہ دہکائی جائے گی (آگ) ان (اموال) پر جہنم کی آگ میں پھر داغ دی جائیں گی ان سے ان (لوگوں) کی پیشانیاں اور ان کی کروٹیں اور ان کی پیٹھیں (کہا جائے گا) یہ ہے جو تم نے خزانہ کیا تھا اپنے لئے تو چکھو جو تم خزانہ کرتے تھے۔

تفسیر: (اے ایمان والو! اکثر احبار و رہبان) یعنی یہود و نصاریٰ کے علماء و مشائخ عام (لوگوں کے مال غیر مشروع طریقہ سے کھاتے) اڑاتے (ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کو پوشیدہ رکھ کر اپنی مرضی کے موافق فتوے دے کر ان سے نذرانے لیتے ہیں (اور) اس کی وجہ سے راہ (اللہ کی راہ) یعنی دین اسلام (سے) لوگوں کو (باز رکھتے ہیں) کیونکہ عوام ان کے جھوٹے فتووں کے جال میں آکر گمراہی میں پھنسے رہتے ہیں اور حق و حلال کی طلب بھی نہیں کرتے (اور) اپنی انتہائی حرص کی وجہ سے مال بھی جمع کرتے ہیں جس کی نسبت یہ وعید ہے کہ (جو لوگ سونا چاندی جمع کر کر رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے) یعنی ان کی زکوٰۃ بھی نہیں نکالتے (سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے جو کہ اس روز واقع ہوگی کہ) جس میں (ان) کے اموال (کو دوزخ کی آگ میں اول خوب (تپایا جائے گا۔ پھر ان سے لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جائے گا) اور یہ جتایا جائے گا کہ (یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کر کے

رکھا تھا سو اب اپنے جمع کیے ہوئے کا مزہ چکھو)۔

ربط: آگے تنبیہ کہ اہل کتاب میں احبار و رہبان رشوتیں لے کر اور حرام مال کھا کر جس چیز کو اپنے پاس سے حلال و حرام کر دیتے ہیں اصل احکام الٰہیہ کی جگہ ان ہی کو قبول کر لیا جاتا ہے۔ ان کا یہ طریقہ ٹھیک ٹھیک مشرکین کے طریقے کے مشابہ ہے۔ مشرک سردار بھی جس چیز کو چاہتے تھے حرام و حلال ٹھہرا کر خدا کی طرف نسبت کر دیتے تھے جس کی ایک مثال یہاں بیان کی جاتی ہے۔ عرب میں ملت ابراہیمی کی اتباع میں شروع سے یہ معمول چلا آتا تھا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے اشہر حرم خاص ادب و احترام کے تھے یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب میں خونریزی اور جدال و قتال قطعاً بند کر دیا جاتا تھا۔ حج، عمرہ اور تجارتی کاروبار کے لئے امن و امان کے ساتھ آزادی سے سفر کر سکتے تھے۔ کوئی شخص ان ایام میں اپنے باپ کے قاتل سے بھی تعرض نہ کرتا تھا۔ اسلام سے ایک مدت پہلے جب عرب کی وحشت و جہالت بڑھ گئی تو نسئ کی رسم نکالی یعنی جب کسی زور آور قبیلہ کا محرم کے مہینے میں جنگ کرنے کا ارادہ ہوتا تو ایک سردار اعلان کر دیتا کہ اس سال ہم نے محرم کو اشہر حرم سے نکال کر اس کی جگہ صفر کو حرام کر دیا پھر اگلے سال کہہ دیتے کہ اس مرتبہ حسب دستور محرم حرام اور صفر حلال رہے گا۔ اس طرح سال میں چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر لیتے تھے لیکن ان کی تعیین میں حسب خواہش رد و بدل کرتے رہتے تھے۔

پہلا شخص جس نے یہ رسم جاری کی بنو کنانہ کا قلمس تھا۔ پھر اس کی اولاد در اولاد میں یوں ہی ہوتا چلا گیا۔ آخر میں اس کی نسل میں سے ابو ثمامہ جنادہ بن عوف کنانی کا معمول تھا کہ ہر سال موسم حج میں اعلان کیا کرتا تھا کہ اس سال محرم اشہر حرم میں داخل رہے گا یا نہیں۔ اس طرح سے مشرکین نے خدا کے حلال یا حرام کیے ہوئے مہینے کو بدل ڈالنے کا حق کنانہ کے ایک سردار کو سونپ دیا تھا۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝ إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي

الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ
عَامًا لِّيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زُيِّنَ
لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ

ترجمہ: بے شک شمار مہینوں کا اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو۔ ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہی ہے دین سیدھا۔ سو مت نقصان کرو ان کے بارے میں اپنی جانوں کا اور لڑائی کرو سب مشرکوں سے جیسے وہ لڑتے ہیں تم سب سے۔ اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے ڈرنے والوں کے۔ نسئی (مہینہ موخر کرنا) ترقی ہے کفر میں، گمراہ کیا جاتا ہے اس سے کافروں کو، حلال کرتے ہیں وہ اس مہینہ کو کسی سال اور حرام کرتے ہیں اس کو کسی برس تاکہ موافقت کریں گنتی کی ان مہینوں کی جن کو حرام کیا اللہ نے پھر حلال کریں اسی مہینہ کو جو حرام کیا اللہ نے۔ مزین کردیے گئے ان کے لیے ان کے برے اعمال اور اللہ راہ نہیں دیتا کافر لوگوں کو۔

تفسیر: (یقینا شمار مہینوں کا) جو کہ (کتاب الٰہی) یعنی شرعی احکام (میں اللہ کے نزدیک) معتبر ہیں چاند کے (بارہ مہینے ہیں) اور یہ کوئی آج سے نہیں بلکہ (جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کئے تھے) اسی روز سے اور (ان میں چار خاص مہینے ادب کے ہیں) ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب (یہی) امر مذکور یعنی سال کے مہینوں کا بارہ ہونا اور ان میں سے چار کا حرمت والے ہونا (دین مستقیم ہے) اس کے برخلاف جاہلیت کی یہ عادت کہ اشہر حرم کی تخصیص چھوڑ دیتے ہیں یہ بددینی ہے (سو تم ان سب مہینوں کے بارے میں) دین کے خلاف کرکے جو کہ گناہ کا سبب ہے (اپنا نقصان مت کرنا) یعنی جاہلیت کی اس عادت کے موافق مت کرنا (اور ان مشرکین سے) جب کہ یہ نسئی سمیت اپنی کفریات کو نہ چھوڑیں (سب سے لڑنا جیسا کہ وہ تم سب) مسلمانوں (سے لڑنے کو ہر وقت تیار رہا کرتے ہیں، اور) اگر ان کی جمعیت اور سامان سے اندیشہ ہو تو (یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ساتھی ہے) پس ایمان و تقویٰ کو اپنا شعار رکھو اور کسی سے مت ڈرو، آگے ان کی جاہلیت کی عادت نسئی کا بیان ہے کہ (یہ) مہینوں کا یا ان کی حرمت کا آگے کو (ہٹا دینا کفر میں مزید ترقی ہے جس سے) دوسرے عام (کفار گمراہ کئے جاتے ہیں) اس طور پر (کہ وہ اس حرام مہینہ کو کسی سال) نفسانی غرض سے (حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال) جب کوئی غرض نہ ہو (حرام سمجھتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو

مہینے حرام کئے ہیں) صرف (ان کی گنتی) تخصیص و تعیین کا لحاظ کئے بغیر (پوری کر لیں پھر) جب تخصیص و تعیین نہ رہی تو (اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینے کو حلال کر لیتے ہیں ان کی بداعمالیاں ان کو مستحسن معلوم ہوتی ہیں اور) ان کے کفر پر اصرار کرنے پر غم کرنا بے سود ہے کیونکہ (اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت) کی توفیق (نہیں دیتا) کیونکہ یہ خود راہ پر آنا نہیں چاہتے۔

ربط: آیت 29 **قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر الخ** سے اہل کتاب کے مقابلہ میں جہاد کرنے کی ترغیب دی گئی تھی۔ درمیان میں ان کے مشرکانہ عقیدوں اور برے اعمال کے ذکر کے بعد اب اہل کتاب میں سے نصاریٰ کے ساتھ غزوہ تبوک کے لئے مسلمانوں کو ابھارا گیا ہے۔ فتح مکہ اور غزوہ حنین کے بعد 9 ہجری میں نبی ﷺ کو معلوم ہوا کہ شام کا نصرانی بادشاہ غسان قیصر روم کی مدد سے مدینہ منورہ پر چڑھائی کرنے والا ہے۔ آپ نے مناسب سمجھا کہ خود شام کی سرحدوں پر اقدام کر کے اس کا جواب دیا جائے۔ اس کے لئے آپ نے عام طور پر مسلمانوں کو حکم دیا کہ جہاد کے لئے تیار ہو جائیں۔ گرمی سخت تھی۔ قحط سالی کا زمانہ تھا۔ کھجوروں کی فصل پک رہی تھی، پھر اس قدر بعید مسافت طے کر کے جانا اور باقاعدہ فوج سے لڑنا یہ مومن جانبازوں کا کام تھا۔ چنانچہ منافقین حیلے بہانے تراش کر جان چھڑانے لگے۔ بعض مسلمان بھی ایسے سخت وقت میں اس طویل اور مشکل سفر سے کترا رہے تھے جن میں سے بہت سے تو آخرکار ساتھ ہو لئے اور کچھ پیچھے رہ گئے جو ساتھ نہ ہوئے۔ آپ ﷺ تیس ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے اور تبوک کے مقام پر ڈیرے ڈال دئے۔ شام والوں نے اطاعت قبول کی مگر اسلام نہ لائے جب نبی ﷺ تبوک سے غالب ہو کر واپس تشریف لائے اور بڑی سلطنتوں پر بھی اسلام کی دھاک بیٹھ گئی تو منافقین بڑے رسوا ہوئے۔ چند مسلمان جو محض سستی کی وجہ سے رہ گئے تھے وہ بھی بہت نادم ہوئے۔ یہاں سے آخر سورت تک آیتوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس غزوہ سے متعلق لوگوں کی قسمیں مختلف تھیں۔ اول جو بلا تردد ساتھ ہو لئے، دوم جو تردد کے بعد ساتھ ہو گئے، سوم جو عذر کی وجہ سے نہ جا سکے، چہارم وہ مومنین جو عذر نہ ہونے کے باوجود کاہلی کے سبب سے نہ جا سکے، پنجم اکثر منافقین جو عذر نہ ہونے کے باوجود محض نفاق کے سبب سے نہیں گئے، ششم بعض منافقین جو جاسوسی اور شرارت کی غرض سے ساتھ ہو لئے۔

یہاں سے آگے ان مختلف لوگوں کے واقعات کا ذکر ہے۔ سب سے پہلے اگلی آیت میں دوسری قسم کے لوگوں سے خطاب کر کے ان کو بڑی شدت سے جہاد پر ابھارا ہے۔

تردد کرنے والے مسلمانوں سے خطاب

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: اے ایمان والو کیا ہے تم کو۔ جب کہا جاتا ہے تم سے کوچ کرو اللہ کی راہ میں تو گرے جاتے ہو تم زمین کی طرف۔ کیا راضی ہو گئے تم حیات دنیوی پر آخرت کے مقابلہ میں۔ تو نہیں ہے نفع اٹھانا حیات دنیوی کا آخرت کے مقابلہ میں مگر (بہت) تھوڑا۔ اگر نہ نکلو گے تم تو عذاب دے گا تم کو عذابِ دردناک اور بدل کر لائے گا قوم تمہارے علاوہ اور نہ ضرر پہنچا سکو گے تم اللہ کو کچھ بھی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر: (اے ایمان والو) جو نکلنے میں تردد کر رہے ہو (تم لوگوں کو کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں) یعنی جہاد کے لئے (نکلو تو تم زمین کو لگے جاتے ہو) یعنی اٹھتے اور چلتے نہیں (کیا تم نے آخرت کے عوض دنیوی زندگی پر قناعت کر لی سو دنیوی زندگی کا نفع اٹھانا تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل ہے۔ اگر تم) اس جہاد کے لئے (نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دے گا) یعنی تم کو ہلاک کر دے گا (اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کر دے گا) اور ان سے اپنا کام لے گا (اور تم اللہ) کے دین (کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے، اور اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے)۔

ربط: مسلمانوں کو جہاد کے لئے ابھارنے میں مزید ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم نے تو دین حق کے غلبہ کے لئے رسول کو بھیجا ہے۔ اگر تم ان کا ساتھ نہیں دو گے تو جان لو کہ رسول کا غالب ہونا کسی آدمی کے مدد کرنے پر موقوف نہیں۔ اس کے لئے ہم ہی کافی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی کیسے مدد فرماتے ہیں اس بارے میں غار ثور والے قصہ کی یاد دہانی کر لو۔ یہ غار مکہ معظمہ کے قریب ہے۔ اس میں آپ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین روز تک رہے۔ کفار آپ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک نشان شناس کے بتلانے پر اس غار تک پہنچے۔ اس وقت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ کی وجہ سے فکر ہوئی آپ نے تسلی دی کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ چونکہ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا بنا رکھا تھا اس لئے کفار کو شبہ نہیں ہوا اور سب واپس لوٹ

گئے۔ پھر آپ وہاں سے نکل کر مدینہ طیبہ روانہ ہوئے اور تیسرے دن وہاں پہنچ گئے۔

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

ترجمہ اگر تم مدد نہ کرو گے رسول کی تو مدد کی ہے اس کی اللہ نے جب نکالا اس کو (وطن سے) کافروں نے جب کہ وہ دوسرا تھا دو میں کا جب وہ دونوں تھے غار میں جب وہ (رسول) کہہ رہا تھا اپنے ساتھی سے تو غم نہ کر بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ سو اتاری اللہ نے اپنی تسکین اس پر اور مدد کی اس کی ان لشکروں سے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور نیچی ڈالی (اللہ نے) بات کافروں کی اور بات اللہ ہی کی بلند ہے۔ اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

تفسیر: (اگر تم لوگ رسول) اللہ ﷺ (کی مدد نہ کرو گے تو) اللہ آپ کی مدد کرے گا جیسا کہ (اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب) اس سے زیادہ مصیبت و پریشانی کا وقت تھا کہ (آپ کو کافروں نے) تنگ کر کے مکہ سے (جلا وطن کر دیا تھا اس حال میں کہ دو آدمیوں میں ایک آپ تھے) اور دوسرے حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کے ہمراہ تھے (جس وقت کہ دونوں) صاحب (غار) ثور (میں) موجود (تھے جب کہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم) کچھ (غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ) کی مدد (ہمارے ہمراہ ہے سو) وہ مدد یہ ہوئی کہ (اللہ تعالیٰ نے آپ) کے قلب (پر اپنی) طرف سے (تسلی نازل فرمائی اور آپ کو) طاقت دی (ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا)۔ اس قوت سے مراد قلبی قوت ہے جو غیبی تسکین اور طمانیت دینے والے فرشتوں کا اثر تھا (اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات) اور تدبیر (نیچی کر دی) کہ وہ ناکام رہے (اور اللہ ہی کا بول بالا رہا) کہ اس کی تدبیر اور حفاظت غالب رہی (اللہ زبردست حکمت والا ہے) اسی لئے اسی کی بات اور حکمت غالب رہی۔

ربط: جب دین حق کا غلبہ تمہاری مدد پر موقوف نہیں بلکہ جہاد کے لئے نکلنے میں تمہارا اپنا ہی فائدہ ہے تو نکلنے میں سستی نہ کرو اور ہر حال میں نکلو۔

لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے کے بارے میں) اس میں شریک نہ ہونے کی بھی (آپ سے رخصت نہ مانگیں گے) بلکہ وہ حکم ملنے کے ساتھ ہی دوڑ پڑیں گے (اور اللہ تعالیٰ ان متقیوں کو خوب جانتا ہے) ان کو اجر و ثواب دے گا۔ (البتہ وہ لوگ) جہاد میں نہ جانے کی (آپ سے رخصت مانگتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل) اسلام سے (شک میں پڑے ہیں۔ سو وہ اپنے شکوک میں پڑے ہوئے متردد و حیران ہیں) کبھی موافقت کا خیال ہوتا ہے کبھی مخالفت کا۔

فائدہ: معافی جیسے گناہ کی ہوتی ہے کبھی خلاف اولیٰ کی بھی ہوتی ہے اس لئے نبی ﷺ کے حق میں گناہ کا شبہ نہ ہونا چاہئے۔

ربط: کوئی یہ خیال کرے کہ اگر یہ ساتھ نکلتے تو بہتر ہوتا کیونکہ خواہی نخواہی جہاد جیسے نیک کام میں شریک ہو جاتے۔ فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض یہ نکلتے بھی تو انہوں نے فساد ہی کرنا تھا۔

دوسری حالت: مسلمانوں میں فتنہ انگیزی کی کوشش

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝

ترجمہ: اور اگر وہ چاہتے نکلنا تو ضرور تیار کرتے اس کے لئے کچھ سامان ولیکن ناپسند کیا اللہ نے ان کا اٹھنا سو روک دیا ان کو اور کہا گیا کہ بیٹھے رہو ساتھ (عذر کی وجہ سے) بیٹھنے والوں کے۔ اگر وہ نکلتے تم میں تو نہ بڑھاتے تمہارے لئے مگر خرابی اور دوڑتے پھرتے تمہارے درمیان تلاش کرتے ہوئے تمہارے لئے فتنہ کو اور تم میں (بعضے) جاسوس ہیں ان کے اور اللہ خوب جاننے والا ہے ظالموں کو۔ وہ تلاش کرتے رہے ہیں فتنہ کو اس سے پہلے اور الٹتے رہے ہیں تیرے لئے کارروائیوں کو یہاں تک کہ آپہنچا سچا وعدہ اور غالب ہوا حکم اللہ کا

اور وہ خوش ہی رہتے۔

تفسیر: (اور اگر وہ لوگ) غزوہ میں (چلنے کا ارادہ کرتے) جیسا کہ وہ اپنے عذر کے وقت ظاہر کرتے ہیں کہ چلنے کا تو ارادہ تھا لیکن کیا کیا جائے فلاں ضرورت پیش آگئی سو اگر ایسا ہوتا (تو اس) چلنے کی کچھ تو تیاری کرتے اور اس (کا کچھ سامان تو درست کرتے) جیسا کہ سفر کی ضروریات میں سے ہے (لیکن) انہوں نے تو شروع سے ارادہ ہی نہیں کیا اور اس کو ملتوی کرتے رہے جس کی وجہ سے (اللہ تعالیٰ نے ان کے جانے کو پسند نہیں کیا اس لئے ان کو توفیق نہیں دی اور) تکوینی طور پر (یوں کہہ دیا گیا کہ معذور لوگوں کے ساتھ تم بھی یہاں ہی دھرے رہو)۔ اور ان کے جانے میں خیر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ (اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ شامل ہو جاتے تو سوائے اس کے کیا اور دوگنا فساد کرتے اور کیا ہوتا اور) وہ دوڑ دھوپ یہ ہوتا کہ (تمہارے درمیان فتنہ پردازی کی فکر میں دوڑے دوڑے پھرتے) یعنی لگائی بجھائی کرتے تو آپس میں تفریق ہو جاتی، اور جھوٹی خبریں اڑا کر پریشان کرتے، دشمن کا رعب تمہارے قلوب میں ڈالنے کی کوشش کرتے، اس لئے ان کا نہ جانا ہی اچھا ہوا (اور) اب بھی (تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں) جن کو ان سے زیادہ فساد کی تدبیر میں مہارت نہیں (اور ان ظالموں کو اللہ خوب سمجھے گا) اور ان لوگوں کی مفسدہ پردازی و فتنہ پردازی کچھ آج نئی نہیں (انہوں نے تو پہلے) جنگ احد وغیرہ میں (بھی فتنہ پردازی کی فکر کی تھی) کہ ساتھ ہو کر ہٹ گئے کہ مسلمان دل شکستہ ہو جائیں (اور) اس کے علاوہ بھی (آپ کی) ضرر رسانی کے (لئے کارروائیوں کی الٹ پھیر کرتے ہی رہے، یہاں تک کہ سچا وعدہ آ گیا اور) اس کا آنا یہ ہوا کہ (اللہ کا حکم غالب رہا اور ان کو ناگوار ہی گذرتا رہا) اسی طرح آئندہ بھی بالکل تسلی رکھئے کچھ فکر نہ کیجئے۔

فائدہ: ان جاسوسوں کے جانے میں مسلمانوں کے لئے یہ مصلحت تھی کہ مسلمانوں کا استقلال اور غلبہ اور کثرت کا مجمع دیکھ کر اپنے سرداروں کو خبر دیں گے تو ان کے حوصلے ہمیشہ کے لئے پست ہو جائیں گے۔

تیسری حالت: بہانہ بازیاں

جد بن قیس نے یہ بہانہ تراشا کہ میں عورتوں پر مفتون ہو جاتا ہوں اور رومیوں کی عورتیں بہت حسین ہیں۔ جانے میں میرا دینی نقصان ہے اس لئے مجھے رخصت دی جائے البتہ میں مالی مدد کروں گا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: اور ان میں سے بعضے کہتے ہیں اجازت دے مجھ کو اور مت ڈال فتنہ میں مجھ کو۔ آگاہ ہو فتنہ تو وہ پڑ چکے ہیں اور بیشک دوزخ گھیرنے والی ہے کافروں کو۔

تفسیر: (اور ان) پیچھے رہنے والے منافقوں میں (بعض شخص وہ ہے جو) آپ سے (کہتا ہے کہ مجھ) کو غزوہ میں نہ جانے کی اور گھر رہنے کی (اجازت دیدیجئے اور) کیونکہ یہ لشکر رومی سلطنت کی طرف جا رہا ہے اور وہاں کی عورتیں حسین ہوتی ہیں، میں انہیں دیکھ کر دل قابو میں نہ رکھ سکوں گا۔ تو وہاں لے جا کر (مجھ کو خرابی میں نہ ڈالئے۔ خوب سمجھ لو کہ یہ لوگ) اپنے کفر اور اپنی بزدلی پر جھوٹی پرہیزگاری کا پردہ ڈال کر خرابی میں تو پڑ ہی چکے ہیں) کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور کفر سے بڑھ کر اور کونسی خرابی ہوگی (اور یقیناً دوزخ) آخرت میں ان کافروں کو گھیرے گی۔

چوتھی حالت: مسلمانوں سے ہمدردی نہ ہونا

إِن تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِن قَبْلُ وَيَتَوَلَّوا وَّهُمْ فَرِحُونَ ۝ قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۖ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَن يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِندِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُم مُّتَرَبِّصُونَ ۝

ترجمہ: اگر پہنچے تجھ کو کوئی اچھی حالت تو وہ غمزدہ کرتی ہے ان کو اور اگر پہنچے تجھ کو کوئی مصیبت تو کہتے ہیں لے لیا تھا ہم نے اپنا (احتیاطی) معاملہ پہلے سے اور پلٹتے ہیں اس حال میں کہ وہ خوش ہوتے ہیں۔ تو کہہ دے ہرگز نہیں پہنچے گا ہم کو مگر جو لکھ دیا اللہ نے ہمارے لئے۔ وہ ہمارا مالک ہے اور اللہ پر چاہئے کہ توکل کریں ایمان والے۔ تو کہہ دے نہیں تم انتظار کرتے ہو ہمارے حق میں مگر دو خوبیوں میں سے ایک کی اور ہم انتظار کرتے ہیں تمہارے حق میں کہ پہنچائے تم کو اللہ عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سے۔ تو تم منتظر رہو ہم (بھی) تمہارے ساتھ منتظر ہیں۔

تفسیر: (اگر آپ کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو وہ ان کے لئے موجب غم ہوتی ہے اور اگر آپ پر کوئی حادثہ آ پڑتا ہے تو) خوش ہو کر (کہتے ہیں کہ ہم نے تو) اسی واسطے (پہلے سے اپنا) احتیاط کا پہلو اختیار کر لیا تھا) کہ ان کے ساتھ لڑائی وغیرہ میں نہیں گئے تھے (اور) یہ کہہ کر (وہ خوش ہوتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ آپ) جواب میں ان سے دو باتیں (فرما دیجئے) ایک تو یہ کہ اے منافقو (ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے کیونکہ وہی ہمارا مالک ہے) اور صرف اسی کو ہم پر ہر تصرف کا اختیار حاصل ہے اور مالک حقیقی جو تجویز کرے مملوک کو اس پر راضی رہنا واجب ہے پس ہم اس پر راضی ہیں (اور) ہماری کیا تخصیص ہے (سب مسلمانوں کو اپنے سب کام اللہ ہی کے سپرد رکھنے چاہئیں) اور دوسری بات یہ (فرما دیجئے کہ) ہمارے لئے جیسے اچھی حالت بہتر ہے ویسے ہی انجام کے اعتبار سے حوادث بھی بہتر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں وہ حوادث و مصائب میں بھی ہمارے فوائد کی رعایت کرتے ہیں کہ ان میں ہمارے لئے درجات کی بلندی اور گناہوں کا خاتمہ رکھ دیا ہے جو بہتر ہے اور کہہ دے منافقو (تم تو ہمارے حق میں دو بہتریوں میں سے ایک بہتری کے منتظر رہتے ہو) یعنی تم جو ہماری حالت کے منتظر رہتے ہو کہ دیکھئے کیا ہو تو خواہ وہ بھلائی ہو یا مصیبت ہمارے لئے دونوں ہی میں بہتری ہے (اور ہم تمہارے حق میں اس کے منتظر رہا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تم پر کوئی عذاب واقع کرے گا) خواہ (اپنی طرف سے) دنیا میں یا آخرت میں (یا ہمارے ہاتھوں سے) کہ جب تم اپنے کفر کو ظاہر کر دو تو مثل دوسرے کفار کے قتل کئے جاؤ (سو تم) اپنے طور پر (انتظار کرو) اور (ہم تمہارے ساتھ) اپنے طور پر (انتظار کر رہے ہیں)۔

پانچویں حالت: عبادت الٰہی سے ناگواری اور کفر

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ
مِنْكُمْ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ
مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ
الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾
فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ
لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ: تو کہہ دے تم خرچ کرو (مال) خوشی سے یا مجبوری سے ہرگز نہ قبول کیا جائے گا تم سے۔ بے شک تم ہو نافرمان لوگ۔ اور نہیں روکا ان کو کہ قبول کئے جائیں ان سے ان کے خرچ مگر اس بات نے کہ انہوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور نہیں آتے نماز کو مگر اس حال میں کہ وہ سست ہیں اور نہیں خرچ کرتے مگر اس حال میں کہ وہ ناپسند کرنے والے ہیں۔ سو تعجب میں نہ ڈالیں تجھ کو ان کے اموال اور نہ ان کی اولاد۔ یہی چاہتا ہے اللہ کہ عذاب دے ان کو ان (چیزوں) کے ذریعہ دنیوی زندگی میں اور نکلیں ان کی جانیں اس حال میں کہ وہ کافر ہوں۔

تفسیر: (آپ) ان منافقین سے (فرما دیجئے کہ تم) جہاد وغیرہ میں (خواہ خوشی سے خرچ کرو یا مجبوری سے تم کسی طرح) خدا کے نزدیک (مقبول نہیں) کیونکہ (بلاشبہ تم) کفر کی (نافرمانی کرنے والے لوگ ہو۔ اور ان کی خیرات قبول ہونے سے اس کے سوا کوئی مانع نہیں کہ انہوں نے) دل میں (اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا) اور کافر کا کوئی عمل مقبول نہیں (اور) دل میں چھپے اس کفر کی ظاہری علامت یہ ہے کہ (وہ لوگ نماز نہیں پڑھتے مگر ہارے جی سے اور) نیک کام میں (خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ) کیونکہ دل میں ایمان تو ہے نہیں جس سے ثواب کی امید ہو اور اس امید سے رغبت ہو بلکہ محض بدنامی سے بچنے کے لئے کرتے ہیں جو (کچھ کرتے) ہیں۔ اور جب وہ ایسے مردود ہیں (تو ان کے اموال اور اولاد آپ کو) اس (تعجب میں نہ ڈالیں) کہ ایسے غیر مقبول مردود لوگوں کو اتنی نعمت کس طرح عطا ہوئی، کیونکہ واقع میں یہ ان کے لئے نعمت نہیں ایک قسم کا عذاب ہی ہے کیونکہ (اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیوی زندگی میں) بھی (ان کو عذاب میں گرفتار رکھے اور ان کی جان کفر ہی کی حالت میں نکلے) جس سے آخرت میں بھی عذاب میں گرفتار رہیں۔ تو جس مال و اولاد کا یہ انجام ہو اس کو انعام سمجھنا ہی غلطی ہے۔

فائدہ: دنیا میں مال و اولاد کا عذاب ہونا حب دنیا کے لئے لازم ہے۔ اول تو عام طور سے ان کی تحصیل و محنت میں کیسی کیسی جسمانی و روحانی کلفت اٹھانی پڑتی ہے پھر حصول کے بعد ذرا نقصان ہو گیا ذرا مرض ہو گیا تو بس غم کا ایک پہاڑ سر پر سوار ہے۔ سب باتیں طبیعت کے موافق بھی ہوں تو اس کا اندیشہ رہتا ہے کہ کوئی ناگوار حادثہ پیش نہ آ جائے۔ پھر جدائی کے وقت بڑے رنج کی حسرت اور صدمہ ہوتا ہے اور آخرت میں دنیوی نعمتوں کے بقدر کافر کا عذاب زیادہ ہو گا۔

چھٹی حالت مجبوری کی وجہ سے ایمان کا اظہار

وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ۝ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ۝

ترجمہ: اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ بیشک وہ تم میں سے ہیں حالانکہ نہیں ہیں وہ تم میں سے لیکن وہ لوگ ڈرتے ہیں (تم سے)۔ اگر وہ پائیں کوئی پناہ کی جگہ یا غار یا گھسنے کو جگہ تو الٹے بھاگیں اسی طرف اس حال میں کہ وہ منہ زوری کرتے ہوں۔

تفسیر: (اور یہ) منافق (لوگ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں) یعنی مسلمان ہیں (حالانکہ) واقع میں (وہ تم میں سے نہیں لیکن) بات یہ ہے کہ (وہ ڈرپوک لوگ ہیں) ڈر کے مارے جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے کفر کو چھپاتے ہیں کہ ہمارے ساتھ بھی کہیں دوسرے کفار کا سا معاملہ مسلمانوں کی طرف سے نہ ہونے لگے، اور کسی دوسری جگہ ان کا ٹھکانا نہیں جہاں آزادی سے جا بیٹھیں ورنہ (ان لوگوں کو اگر کوئی پناہ کی جگہ مل جاتی یا) جیسے پہاڑ وغیرہ میں (غار) مل جاتے (یا کوئی گھس بیٹھنے کی ذرا جگہ) مل جاتی جہاں اسلامی حکومت کا خوف نہ رہے اور ایمان کے اظہار کی مجبوری نہ رہے (تو یہ ضرور منہ اٹھا کر ادھر کو چل دیتے) مگر یہ صورت ہے نہیں، اس لئے جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔

ساتویں حالت ناحق کی طعنہ زنی

وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِن لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ۝

ترجمہ: اور ان میں سے بعضے وہ ہیں کہ طعن کرتے ہیں تجھ پر خیرات (بانٹنے) میں۔ سو اگر ان کو دیئے جائیں ان میں سے تو راضی ہوں اور اگر نہ دیئے جائیں ان میں سے

تب وہ ناراض ہو جاتے ہیں، اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہو جاتے اسی پر جو دیا ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے اور کہتے کافی ہے ہم کو اللہ (اور) دے گا ہم کو اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول، ہم تو اللہ ہی کی طرف راغب ہیں۔

تفسیر: (اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات) تقسیم کرنے (کے بارے میں آپ پر طعن کرتے ہیں) کہ اس تقسیم میں نعوذ باللہ انصاف نہیں کیا گیا (تو اگر صدقات میں سے ان کو) ان کی خواہش کے مطابق (مل جاتا ہے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان صدقات میں سے ان کو) اپنی خواہش کے مطابق (نہیں ملتا تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں) جس سے معلوم ہوا کہ ان کے اعتراض کا منشاء دراصل کوئی اصول نہیں بلکہ حرص دنیا اور خود غرضی ہے (اور ان کے لئے بہتر ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی رہتے جو کچھ اللہ نے ان کو) دلوایا تھا (اور اس کے رسول نے دیا تھا اور) اس کے متعلق (یوں کہتے کہ ہم کو اللہ) کا دیا (کافی ہے) ہم کو اتنا ہی قاعدہ سے مل سکتا تھا اسی میں خیر و برکت ہو گی، اور پھر اگر حاجت پیش آئے گی اور مصلحت ہو گی تو آئندہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو اور دے گا، اور اس کے رسول ﷺ (دیں گے ہم) دل سے (اللہ ہی کی طرف راغب ہیں) اسی سے سب امیدیں رکھتے ہیں۔

فائدہ: صدقہ کے مال میں سے منافقین کو حصہ ملنے کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں (1) نفلی صدقہ ہو تو وہ کسی کافر کو بھی دیا جا سکتا ہے (2) زکوٰۃ وغیرہ ہو تو اس وجہ سے کہ ظاہر میں مسلمانوں کے احکام ان پر بھی جاری ہوتے تھے۔

ربط: اوپر صدقات کے بارے میں اعتراض کرنے والوں کے اعتراض کا جواب دیا تھا آگے اسی جواب کی تائید کے لئے زکوٰۃ و صدقات کے مصارف و مستحقین کا بیان فرماتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ زکوٰۃ و صدقات کی تقسیم کا طریقہ ہمارا مقرر کیا ہوا ہے ہم نے صدقات وغیرہ کے مصارف متعین کر کے فہرست اپنے رسول کے ہاتھ میں دے دی ہے۔ وہ اسی کے موافق تقسیم کرتے ہیں اور کریں گے۔ کسی کی خواہش کے تابع نہیں ہو سکتے۔

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۖ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝٦٠

کیونکہ ان کا آپ کو اُذُن کہنا آپ کی تنقیص کے لئے تھا کہ معاذ اللہ آپ کو سمجھ نہیں جو کچھ سن لیتے ہیں اس کو مان لیتے ہیں (ان لوگوں کے لئے دردناک سزا ہوگی۔)

فائدہ: (1) اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ سے کبھی منافقین کی سخن سازی مخفی نہیں رہی بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ کے سکوت کی ہمیشہ یہ علت نہیں۔

(2) مؤمنین میں جو ایمان واخلاص سے ہونے کی قید لگائی گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر مؤمن کی ہر بات کی تصدیق کرنا تو واجب نہیں بلکہ جو بات شرعی قواعد کے مطابق ہو اور ایمان واخلاص کی بناء پر کہی گئی ہو اس کی تصدیق واجب ہوتی ہے۔

نویں حالت: غرض فاسد سے جھوٹی قسمیں کھانا

جب کبھی منافقین کی دغابازی پکڑی جاتی تو مسلمانوں کے روبرو قسمیں کھاتے کہ ہمارے دل میں بری نیت نہ تھی تاکہ اس طرح سے مسلمانوں کو راضی کرلیں۔

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ ۚ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۝ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ۝

ترجمہ: قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تمہارے سامنے تاکہ راضی کریں تم کو حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہیں کہ یہ راضی کریں اس کو اگر وہ ہیں ایمان والے۔ کیا نہیں جانا انہوں نے کہ جو مخالفت کرے اللہ اور اس کے رسول کی تو اس کے لئے ہے آگ جہنم کی سدا رہے اس میں۔ یہ ہے رسوائی بڑی۔

تفسیر: (یہ لوگ تمہارے) یعنی مسلمانوں کے (سامنے) جھوٹی (قسمیں کھاتے ہیں) کہ ہم نے فلاں بات نہیں کہی، یا ہم غزوہ میں فلاں عذر سے نہ جا سکے (تاکہ تم کو راضی کرلیں) جس سے ان کا جان و مال محفوظ رہے (حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو اس کو) اپنے ایمان اور اخلاص سے (راضی کریں۔ کیا ان کو خبر نہیں کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا) جیسا یہ لوگ کر رہے ہیں (تو یہ بات طے ہو چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طور پر نصیب ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا) اور (یہ بڑی رسوائی) کی بات

(ب)

دسویں حالت: اللہ اور رسول کے ساتھ استہزاء اور اس پر جھوٹے عذر

منافقین اپنی مجلسوں میں اسلام و پیغمبر اسلام کی بدگوئی کرتے اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے اور چونکہ بسا اوقات وحی الٰہی کے ذریعے ان کے نفاق اور بد باطنی کو کھول دیا جاتا تھا اس لئے یہ ڈر بھی لگا رہتا تھا کہ قرآن میں کہیں کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان کے راز فاش کر دے۔ اس وجہ سے اپنے بچاؤ کے لئے بودے عذر بھی گھڑتے تھے۔

يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلِ اسْتَهْزِئُوا إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَا تَحْذَرُونَ ﴿٦٤﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾

ترجمہ: ڈرتے ہیں منافق کہ کہیں نازل کر دی جائے مسلمانوں پر کوئی سورت جو خبر دے ان (مسلمانوں) کو اس بات کی جو ان (منافقوں) کے دلوں میں ہے۔ تو کہہ دے تم استہزاء کرتے رہو بلاشبہ اللہ ظاہر کرنے والا ہے جس کا تم ڈر کرتے ہو۔ اور اگر تو پوچھے ان سے تو یہ ضرور کہیں گے ہم تو محض ہنسی کرتے تھے اور دل لگی کرتے تھے۔ تو کہہ دے کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ تم ہنسی کرتے تھے۔ (اب) تم عذر مت کرو تم کافر ہو گئے اپنے (اظہار) ایمان کے بعد اگر ہم درگزر کریں تم میں سے بعض سے تو ہم عذاب دیں گے بعض کو بسبب اس کے کہ وہ تھے مجرم۔

تفسیر: (منافق لوگ) خود (اس بات کا) اندیشہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں (کے رسول) (پر) وحی کے ذریعہ (کوئی ایسی سورت) مثلاً یا آیت (نازل نہ ہو جائے جو مسلمانوں کو ان منافقین کے مافی الضمیر پر اطلاع دیدے) یعنی انہوں نے جو استہزاء کی باتیں مخفی کی ہیں اور مسلمان چونکہ ان سے لاعلم

جب ان سے وہ باتیں ان منافقوں کی منشا ہیں جو دلوں میں پوشیدہ ہوں۔ اب ڈرتے ہیں کہ کہیں مسلمانوں کو ان کی خبر نہ ہو جائے (آپ فرما دیجئے کہ اچھا تم استہزاء کرتے رہو (اس میں ان کے استہزاء پر مسلمانوں کے مطلع ہو جانے کو جتلا دیا چنانچہ آگے خود ارشاد ہے کہ) بے شک اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کر کے رہے گا جس (کے اظہار) سے تم اندیشہ کرتے تھے) چنانچہ ظاہر کر دیا کہ تم استہزاء کر رہے تھے (اور) ظاہر ہو جانے کے بعد (اگر آپ ان سے) اس استہزاء کی وجہ (پوچھیں تو کہہ دیں گے کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے) اس کلام کے حقیقی معنی مقصود نہ تھے، محض جی خوش کرنے کو ہنسی سے وقت گزاری کے لئے ایسی باتیں زبانی کر رہے تھے (آپ) ان سے (کہہ دیجئے کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ تم ہنسی کرتے تھے) یعنی خواہ خوش طبعی ہی ہو مگر یہ تو دیکھو کہ تم استہزاء کس کا کر رہے ہو؟ جن کے ساتھ استہزاء کی غرض سے بھی درست نہیں (تم اب) یہ بیہودہ (عذر مت کرو) مطلب یہ ہے کہ یہ عذر مقبول نہیں اور ان عذروں سے استہزاء جائز نہیں ہو جاتا (تم تو اپنے کو مومن کہہ کر کفر کرنے لگے) کیونکہ دین کے ساتھ استہزاء مطلقاً کفر ہے، گو تمہارے دل میں تو پہلے بھی ایمان نہ تھا، البتہ اگر کوئی دل سے توبہ کر لے اور مومن کامل ہو جائے تو البتہ کفر اور عذاب کفر سے چھوٹ جائے لیکن اس کی بھی سب کو توفیق نہ ہوگی، ہاں البتہ بعض مسلمان ہو جائیں گے اور وہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ پس حاصل یہ ہے کہ (اگر ہم تم میں سے بعض کو چھوڑ بھی دیں) اس لئے کہ وہ مسلمان ہو گئے (تو ہم بعض کو) ضرور ہی (سزا دیں گے بسبب اس کے کہ وہ) ہمارے علم ازلی میں ہمیشہ (مجرم تھے) یعنی وہ مسلمان نہیں ہوئے۔

فائدہ: دین کے ساتھ قصداً استہزاء خواہ بداعتقادی سے ہو یا اس کے بغیر ہو کفر ہے۔ اور اللہ کے ساتھ استہزاء، اس کی آیات کے ساتھ استہزاء اور اس کے رسول کے ساتھ استہزاء آپس میں لازم ملزوم ہیں کہ ایک کے ساتھ استہزاء دوسروں کے ساتھ بھی استہزاء ہے۔

گیارہویں حالت: دوسرے کفار کے ساتھ عمل و انجام میں مشابہت

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِيَ حَسْبُهُمْ
وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا
بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ
الْخٰسِرُوْنَ ۝ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ
وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ڏ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ
وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ
لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

ترجمہ: منافق مرد اور منافق عورتیں بعض ان کے بعض سے ہیں حکم کرتے ہیں
برائی کا اور منع کرتے ہیں بھلی بات سے اور بند رکھتے ہیں اپنے ہاتھ۔ بھول گئے اللہ کو سو وہ
بھول گیا ان کو۔ بے شک منافق وہی ہیں سرکش۔ وعدہ دیا اللہ نے منافق مردوں کو اور منافق
عورتوں کو اور کافروں کو جہنم کی آگ کا، سدا رہیں گے اس میں۔ وہ کافی ہے ان کو۔ اور لعنت
کی ان پر اللہ نے اور ان کے لئے عذاب دائمی ہے۔ جیسے ان لوگوں کے جو تم سے پہلے تھے۔
وہ تھے زیادہ تم سے زور میں اور زیادہ تھے (تم سے) مال اور اولاد میں۔ فائدہ اٹھایا انہوں نے
اپنے حصہ سے سو فائدہ اٹھایا تم نے (بھی) اپنے حصہ سے جیسے فائدہ اٹھایا انہوں نے جو تھے
تم سے پہلے اپنے حصہ سے اور گھستے ہو تم (بری باتوں میں) مثل ان کے جو گھسے وہ۔ وہ لوگ
(ہیں کہ) ضائع ہو گئے ان کے عمل دنیا میں اور آخرت میں اور وہی لوگ ہیں خسارے
والے۔ کیا نہیں آئی ان کے پاس خبر ان لوگوں کی جو تھے ان سے پہلے (جیسے) قوم نوح اور
عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور مدین والے اور الٹی ہوئی بستیاں۔ لائے ان کے پاس ان کے
رسول صاف نشانیاں۔ سو نہیں تھا اللہ کہ ظلم کرے ان پر و لیکن وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔

تفسیر: (منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک طرح کے ہیں کہ بری بات کی) یعنی کفر کی اور اسلام کی مخالفت کی (تعلیم دیتے ہیں اور اچھی بات سے) یعنی ایمان اور اتباع نبوی سے (منع کرتے ہیں اور) خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے (اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں انہوں نے خدا کا خیال نہ کیا) یعنی اطاعت نہ کی (پس خدا نے ان کا خیال نہ کیا) یعنی ان پر اپنی خاص رحمت نہ کی (بلاشبہ یہ منافق بڑے ہی سرکش ہیں، اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں، منافق عورتوں اور) اعلانیہ (کفر کرنے والوں سے دوزخ کی آگ کا عہد کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ ان کے لئے کافی) سزا (ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور ان کو) مذکورہ وعدہ کے مطابق (دائمی عذاب ہوگا)۔ اے منافقو! (تمہاری حالت) کفر میں اور کفر کی سزا کے استحقاق میں (ان لوگوں کی سی ہے جو تم سے پہلے) زمانہ میں (ہو چکے ہیں جو شدت قوت میں اور کثرت اولاد و اموال میں تم سے بھی زیادہ تھے تو انہوں نے اپنے) دنیوی (حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا سو تم نے بھی اپنے) دنیوی (حصہ سے خوب فائدہ حاصل کیا جیسا تم سے پہلے لوگوں نے اپنے) دنیوی (حصہ سے فائدہ حاصل کیا تھا، اور تم بھی) بری باتوں میں (ایسے ہی گھسے جیسے وہ لوگ) بری باتوں میں (گھسے تھے۔ ان لوگوں کے) نیک (اعمال دنیا اور آخرت) دونوں جگہوں (میں ضائع ہو گئے) کہ دنیا میں ان اعمال پر ثواب کی بشارت نہیں، اور آخرت میں ثواب نہیں (اور) اعمال کے یوں ضائع ہو جانے کی وجہ سے (وہ لوگ بڑے نقصان میں ہیں) کہ دارین میں مسرت اور راحت سے محروم ہیں، پس جب تم بھی ان کی طرح کفر کرتے ہو تو انہی کی طرح خائب و خاسر ہو گے، اور جیسا ان کے اموال و اولاد زیادہ ہونے کے باوجود ان کے کام نہ آئے تو تمہارے اموال و اولاد کیسے تمہارے کام آسکیں گے جب کہ تمہاری یہ چیزیں ان کے مقابلہ میں کہیں کم ہیں۔ یہ تو ضرر آخرت کی وعید ہوئی، آگے ضرر دنیا کے احتمال کو ذکر کر کے اس سے متنبہ فرماتے ہیں کہ (کیا ان کو ان) لوگوں کے عذاب و ہلاک (کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے ہوئے ہیں، جیسے قوم نوحؑ اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیمؑ اور اہل مدین اور) قوم لوط کی (الٹی ہوئی بستیاں کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر) حق کی (صاف نشانیاں لے کر آئے) لیکن نہ ماننے سے برباد ہوئے (سو) اس بربادی میں (اللہ تعالیٰ نے تو ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے) اسی طرح ان منافقین کو بھی ڈرنا چاہئے۔

ربط: اوپر منافقین کی قباحتوں کا ذکر ہوا آگے بطور موازنہ اور مقابلہ مومنین کی صفات ذکر کیں کیونکہ ضابطہ ہے کہ اشیاء کا جب ان کی ضد سے موازنہ کیا جائے تو بات خوب کھل جاتی ہے۔ یہ موازنہ

اس طرح سے ہے کہ منافقین لوگوں کو بھلائی سے روک کر برائی کی ترغیب دیتے ہیں جب کہ مومنین بدی کو چھوڑنے کی طرف آمادہ کرتے ہیں۔ منافقین کی مٹھی بند ہے جب کہ مومنین کا ہاتھ کھلا ہے۔ وہ بخل کی وجہ سے خرچ کرنا نہیں جانتے یہ اموال میں سے باقاعدہ حقوق (زکوٰۃ وغیرہ) ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے خدا کو بالکل بھلا دیا جب کہ یہ پانچ وقت خدا کو یاد کرتے ہیں اور خدا و رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ اسی لئے منافقین لعنت کے مستحق ہوئے، جب کہ مومنین رحمت خصوصی کے امیدوار ہوئے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

ترجمہ: اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ان کے بعض مددگار ہیں دوسروں کے حکم دیتے ہیں نیک بات کا اور منع کرتے ہیں بری بات سے اور قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی۔ وہی لوگ (ہیں) رحم کرے گا جن پر اللہ، بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا، وعدہ دیا ہے اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور (وعدہ دیا ہے) مکانوں کا ہمیشگی کے باغوں میں، اور رضامندی اللہ کی طرف سے ان سب سے بڑی ہے، یہی ہے کامیابی بڑی۔

تفسیر: (اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے) دینی (رفیق ہیں، نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ

دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا) جس کی اگلی آیت میں تفصیل آتی ہے (بلاشبہ اللہ تعالیٰ قادر) مطلق (ہے) پوری بڑائی والا ہے (حکمت والا ہے) مناسب جزا دیتا ہے، اب اس رحمت کا بیان ہوتا ہے کہ (اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نفیس مکانوں کا) وعدہ کر رکھا ہے (جو کہ ان ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گے اور) ان سب نعمتوں کے ساتھ (اللہ تعالیٰ کی رضامندی) جو اہل جنت سے ہمیشہ ہمیشہ رہے گی ان (سب) نعمتوں (سے بڑی چیز ہے یہ) جزائے مذکور (بڑی کامیابی ہے)۔

فائدہ: سب سے بڑی نعمت محبوب حقیقی کی دائمی رضا ہوگی۔ صحیح حدیث میں ہے حق تعالیٰ اہل جنت کو پکارے گا۔ جنتی لبیک کہیں گے۔ دریافت فرمائے گا هل رضیتم یعنی اب تم خوش ہو گئے۔ جواب دیں گے کہ پروردگار خوش نہ ہونے کی کیا وجہ؟ جب کہ آپ نے ہم پر انتہائی انعام فرمایا ہے۔ ارشاد ہوگا هل اُعطیکم اَفضل من ذٰلک یعنی جو کچھ اب تک دیا گیا ہے کیا اس سے بڑھ کر ایک چیز لینا چاہتے ہو۔ جنتی سوال کریں گے کہ اے پروردگار اس سے افضل اور کیا چیز ہوگی؟ اس وقت فرمائیں گے اُحِلُّ عَلَیْکُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَیْکُمْ بَعْدَہٗ اَبَدًا اپنی دائمی رضا اور خوشنودی تم پر اتارتا ہوں جس کے بعد کبھی خفگی نہ ہوگی۔

ربط: منافقین کی ساری خرابیاں ذکر کرنے کے بعد اب فرماتے ہیں کہ یہ اس قابل ہیں کہ دنیا میں بھی ان سے جہاد کیا جائے خصوصاً جب کہ تبوک کے موقع پر انہوں نے کھلم کھلا بے حیائی، مخالفت اور دشمنی کا انداز اختیار کر لیا تو حکم ہوا کہ ان کے معاملہ میں سختی اختیار کیجئے۔ جہاد کا لغوی معنی ہے کسی ناپسندیدہ چیز کے دفع کرنے میں انتہائی کوشش کرنا یہ کوشش کبھی ہتھیار سے ہوتی ہے کبھی زبان سے، کبھی قلم سے کبھی کسی اور طریقے سے۔ منافقین جو زبان سے اسلام کا اظہار کریں اور دل سے مسلمان نہ ہوں ان کے مقابلہ میں تلوار سے جہاد مشروع نہیں اس لئے جہاد کا لفظ اس آیت میں عام معنی میں ہے یعنی جس وقت جس کے مقابلہ میں جس طرح مصلحت ہو جہاد کیا جائے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

ترجمہ: اے نبی جہاد کر کافروں سے اور منافقوں سے اور تند خوئی کر ان پر اور ان کا

ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

تفسیر: (اے نبی) ﷺ (کفار) سے تلوار کے ساتھ (اور منافقین سے) زبانی (جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے) دنیا میں تو یہ اس کے مستحق ہیں (اور) آخرت میں (ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے)۔

منافقین سے جہاد کے حکم کی ایک واقعہ سے تائید

تبوک سے واپسی میں چند منافقین نے ایک رات پروگرام بنایا کہ فلاں گھاٹی میں آپ کی سواری گذرے گی سب مل کر آپ کو دھکیل دیں پھر قتل کر دیں۔ غرض سب اپنا منہ لپیٹ کر جمع ہو کر دفعۃً اس جگہ پر آ پہنچے مگر آپ نے دیکھ کر ڈانٹا۔ حضرت حذیفہ اور حضرت عمار ساتھ تھے انہوں نے ان کو ہٹایا لیکن یہ پہچانے نہیں گئے۔ آپ کو وحی سے معلوم ہوا۔ آپ نے منزل پر پہنچ کر ان لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ تم نے ایسا ایسا مشورہ کیا تھا اور ایسا ارادہ کیا تھا۔ وہ سب قسمیں کھا گئے کہ نہ مشورہ ہوا نہ ارادہ ہوا۔ ان میں سے بعض کے ساتھ آپ نے خاص طور پر مالی اعانت فرمائی تھی جیسے جلاس کہ آپ نے اس کا ایک بڑا قرضہ ادا کیا تھا اور ویسے بھی آپ کی تشریف آوری کے قبل اکثر محتاج تھے پھر مال غنیمت کی کثرت ہوئی تو ان کو بھی ظاہری میل جول کی وجہ سے کچھ نہ کچھ ملتا رہتا تھا۔ اس قصہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد جلاس نے صدق دل سے اسلام قبول کیا۔

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا ۚ وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ ۖ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۷۴﴾

ترجمہ: قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ نہیں کہا انہوں نے حالانکہ بیشک کہا ہے انہوں نے لفظ کفر کا اور کافر ہو گئے اپنے (اظہار) اسلام کے بعد اور قصد کیا تھا اس چیز کا جو انہوں نے نہ پائی۔ اور نہیں بدلہ دیا انہوں نے مگر اس کا کہ دولتمند کر دیا ان کو اللہ نے اور اس

نے رسول نے اپنے فضل سے سو اگر توبہ کر لیں تو ہوگا بھلا ان کے حق میں اور اگر منہ موڑیں تو عذاب دے گا ان کو اللہ عذاب دردناک دنیا اور آخرت میں اور نہیں ہے ان کا زمین میں کوئی حمایتی اور نہ مددگار۔

تفسیر: (وہ لوگ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ ہم نے خلافی بات) مثلاً یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دیں (نہیں کی حالانکہ یقیناً انہوں نے) وہ بات کہی تھی اور چونکہ نبی کو قتل کرنے کی بات کفر کی بات ہے اس لئے انہوں نے یہ کہہ کر (کفر کی بات کہی) تھی، (اور) وہ بات کہہ کر ظاہر میں (اپنے اسلام کے بعد) ظاہر میں بھی (کافر ہو گئے) گو اپنے ہی مجمع میں سہی جس کی خبر مسلمانوں کو بھی ہو گئی اور اس سے ان کا کفر سب میں کھل گیا (اور انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا تھا جو ان کے ہاتھ نہ لگی) کہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کریں غرض وہ ناکام رہے (اور یہ انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے رزق خداوندی سے مالدار کر دیا) شاید اس احسان کا بدلہ ان کے نزدیک یہی ہوگا کہ برائی کریں (سو اگر) اس کے بعد بھی (توبہ کریں تو ان کے لئے) دونوں جہان میں (بہتر) اور نافع (ہوگا) چنانچہ جلاس رضی اللہ عنہ کو توبہ کی توفیق ہو گئی (اور اگر) توبہ سے (روگردانی کی) اور کفر و نفاق ہی پر جمے رہے (تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت) دونوں جگہ (میں دردناک سزا دے گا) چنانچہ عمر بھر بدنام اور پریشان اور خائف رہنا اور مرتے وقت مصیبت کا مشاہدہ کرنا یہ دنیوی عذاب ہے اور آخرت میں دوزخ میں جانا ظاہر ہی ہے (اور ان کا دنیا میں نہ کوئی یار ہے اور نہ مددگار) کہ عذاب سے بچا لے اور جب دنیا ہی میں کوئی یار مددگار نہیں جہاں اکثر مدد ہو جاتی ہے تو آخرت میں تو بدرجہ اولیٰ نہ ہوگی۔

منافقوں کے کچھ مزید حالات

ربط: ایک منافق ثعلبہ بن حاطب نے آپ سے کثرت مال کی دعا کرائی۔ آپ نے سمجھایا کہ مصلحت نہیں اس نے کہا کہ میں نیک کاموں میں خرچ کیا کروں گا۔ غرض آپ کی دعا سے وہ مالدار ہو گیا۔ جب زکوٰۃ کا وقت آیا تو کہنے لگا اس میں اور جزیے میں کیا فرق ہے اور ایک دو دفعہ ٹلا کر پھر زکوٰۃ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ جب اس کے کسی عزیز نے اس کو خبر پہنچائی تو بادل ناخواستہ زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو تیری زکوٰۃ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ
اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ

ترجمہ: اور ان میں سے بعض وہ ہیں کہ عہد کیا تھا اللہ سے اگر وہ دے ہم کو اپنے فضل سے تو ضرور ہم خیرات کریں گے اور ضرور ہم ہوں گے نیکو کاروں میں سے۔ پھر جب دیا ان کو اپنے فضل سے تو بخل کیا اس میں اور پھر گئے اس حال میں کہ وہ اعراض کرنے والے ہیں۔ تو سزا میں دیا ان کو نفاق ان کے دلوں میں اس دن تک کہ وہ ملیں گے اس سے (یعنی خدا سے) اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف کیا اللہ سے جو وعدہ اس سے کیا تھا اور اس وجہ سے کہ بولتے تھے جھوٹ۔ کیا نہیں جان چکے وہ کہ اللہ جانتا ہے ان کا بھید اور ان کی سرگوشی اور یہ کہ اللہ خوب جاننے والا ہے سب چھپی باتوں کو۔

تفسیر: (اور ان) منافقین (میں بعضے آدمی ایسے ہیں کہ) رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے (خدا تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں) کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے عہد کرنا اور خدا سے عہد کرنا برابر ہے، اور وہ عہد یہ تھا کہ (اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے) بہت سا مال (عطا فرما دے تو ہم) اس میں سے (خوب خیرات کریں اور ہم) اس کے ذریعے سے (خوب نیک نیک کام کیا کریں، سو جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے) بہت سا (دے دیا تو اس میں بخل کرنے لگے) کہ زکوٰۃ نہ دی (اور) اطاعت سے (روگردانی کرنے لگے اور وہ تو روگردانی کے) پہلے ہی سے (عادی ہیں سو اللہ تعالیٰ نے ان) کے اس فعل (کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق) قائم (کر دیا، جو خدا کے پاس جانے کے دن تک) یعنی دم مرگ تک (رہے گا اس سبب سے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے اپنے وعدہ میں خلاف کیا اور اس سبب سے کہ وہ) اس وعدہ میں شروع ہی میں (جھوٹ بولتے تھے) یعنی وعدہ کے ایفاء کی نیت اس وقت بھی نہ تھی لہٰذا نفاق تو اس وقت بھی دل میں تھا جس کی فرع یہ جھوٹ اور وعدہ خلافی ہے، پھر اس جھوٹ اور وعدہ خلافی کے وقوع سے اور زیادہ مستحق غضب ہوئے، اور اس زیادہ غضب کا اثر یہ ہوا کہ وہ سابقہ نفاق جس کے ختم ہونے کی توقع تھی اب دائمی اور غیر زائل ہو گیا کہ توبہ بھی نصیب نہ ہوگی، اسی حالت پر مر کر ابد الآباد جہنم میں رہنا نصیب ہوگا۔ اور دلوں میں کفر چھپانے کے باوجود یہ جو اسلام اور طاعت

کا اظہار کرتے ہیں تو (کیا ان) منافقین (کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا راز اور ان کی سرگوشی سب معلوم ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام غیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں) اور اس لئے وہ ظاہری اسلام اور اطاعت ان کے کام نہیں آسکتے بالخصوص آخرت میں، لہٰذا وہاں جہنم کی سزا ضروری ہے۔

منافقین کی مسلمانوں پر طعنہ زنی

ایک بار آپ ﷺ نے صدقہ کی ترغیب دی تو ایک صحابی بہت سا مال لے آئے۔ منافقین نے کہا یہ ریاکار ہے دوسرے صحابی غریب تھے بہت تھوڑا سامان لائے منافقین نے کہا یہ صاحب اس واسطے لائے ہیں کہ میرا بھی نام ہو جائے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾

ترجمہ: وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں نفل صدقہ کرنے والوں پر مسلمانوں میں سے صدقات کے بارے میں اور (ان لوگوں پر) جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت (کا) پس تمسخر کرتے ہیں ان سے۔ تمسخر کیا اللہ نے ان سے اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے۔

تفسیر: (یہ) منافقین (ایسے ہیں کہ نفل صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں) زیادہ اور تھوڑا ہونے پر (طعن کرتے ہیں اور) بالخصوص (ان لوگوں پر) اور زیادہ طعن کرتے ہیں (جن کو محنت مزدوری) کی آمدنی کے (علاوہ اور کچھ میسر نہیں ہوتا) اور وہ بے چارے اس مزدوری میں سے ہمت کر کے کچھ صدقہ نکال دیتے ہیں (یعنی ان سے تمسخر کرتے ہیں) غرض مطلق طعن تو سب ہی پر کرتے ہیں کہ ریاکاری کرتے ہیں یا کیا تھوڑی سی چیز صدقہ میں لائے لیکن ان محنت کش غریبوں سے تو تمسخر بھی کرتے ہیں کہ لو یہ بھی انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام لکھوانے کو آگئے (اللہ تعالیٰ ان کو تمسخر کا) تو خاص (بدلہ دے گا اور) ویسے مطلق طعن کا یہ بدلہ ملے گا کہ (ان کے لئے) آخرت میں (دردناک سزا ہوگی)۔

فائدہ: تمسخر سے چونکہ زیادہ دل دکھتا ہے اس لئے اس کے وقوع اور اس کی سزا دونوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا۔

ربط: اوپر منافقین کے لئے دردناک عذاب کا ذکر ہے۔ آگے اس کی تاکید ہے کہ یہ عذاب

نبی کی دعا و استغفار سے بھی نہیں مل سکتا حالانکہ نبی کی دعا و استغفار رحمت و مغفرت کو حاصل کرنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل شرط یعنی ایمان مفقود ہے۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۠

ترجمہ: بخشش مانگ تو ان کے لئے یا بخشش نہ مانگ تو ان کے لئے۔ اگر تو بخشش مانگے ان کے لئے ستر مرتبہ تو (بھی) ہرگز نہیں بخشے گا اللہ ان کو۔ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور اللہ نہیں ہدایت کرتا نافرمان لوگوں کو۔

تفسیر: (آپ خواہ ان) منافقین (کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں) دونوں حال برابر ہیں کہ ان کو اس سے کوئی نفع نہیں ہوگا۔ ان کی مغفرت نہیں کی جائے گی (اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ) یعنی بکثرت (بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا، یہ) نہ بخشنا (اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ تعالیٰ ایسے سرکش لوگوں کو) جو کبھی ایمان اور حق کی طلب ہی نہ کریں (ہدایت نہیں کیا کرتا) اس وجہ سے یہ عمر بھر کفر ہی پر قائم رہے، اسی پر مر گئے۔

تبوک میں نہ جانے والے منافقین کا حال اور انجام

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَرِهُوْۤا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِى الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّ لْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا

مَعِيَ أَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ۭ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ
بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿٨٣﴾

ترجمہ: خوش ہو گئے پیچھے رہنے والے اپنے بیٹھ رہنے سے پیچھے رسول اللہ کے اور ناپسند کیا اس کو کہ لڑیں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں اور بولے کہ مت کوچ کرو گرمی میں، تو کہہ دوزخ کی آگ زیادہ سخت ہے گرمی میں کاش ان کو سمجھ ہوتی، سو وہ ہنس لیں تھوڑا اور روئیں بہت سا، بدلہ میں اس کے جو وہ کماتے تھے۔ سو اگر پھیر لے جائے تجھ کو اللہ کسی فرقہ کی طرف ان میں سے پھر وہ اجازت چاہیں تجھ سے نکلنے کی تو تو کہہ دینا کہ ہرگز تم نہ نکلو گے میرے ساتھ کبھی اور ہرگز تم نہ لڑو گے میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے، بے شک تم نے پسند کیا بیٹھ رہنے کو پہلی بار سو بیٹھے رہو ساتھ پیچھے رہنے والوں کے۔

تفسیر: (یہ پیچھے رہ جانے والے خوش ہو گئے رسول اللہ ﷺ (کے) جانے کے (بعد اپنے بیٹھے رہنے پر اور ان کو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرنا ناگوار ہوا) دو وجہ سے اول کفر دوسرے آرام طلبی (اور) دوسروں کو بھی (کہنے لگے کہ تم) ایسی تیز (گرمی میں) گھر سے (مت نکلو آپ) جواب میں (کہہ دیجئے کہ جہنم کی آگ) اس سے بھی (زیادہ) تیز اور (گرم ہے) سو تعجب ہے کہ اس گرمی سے تو بچتے ہو اور جہنم میں جانے کا خود سامان کر رہے ہو کہ کفر و مخالفت کو نہیں چھوڑتے (کیا خوب ہوتا اگر وہ سمجھتے سو) ان مذکورہ باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں (تھوڑے دنوں ہنس) کھیل (لیں اور) پھر آخرت میں (بہت دنوں) یعنی ہمیشہ (روتے رہیں) یعنی ہنسنا تھوڑے دنوں کا ہے پھر رونا ہمیشہ ہمیشہ کا (ان کاموں کے بدلہ میں جو کچھ) کفر و نفاق اور مخالفت وغیرہ (کیا کرتے تھے) جب ان کا حال معلوم ہو گیا (تو اگر خدا تعالیٰ آپ کو) اس سفر سے مدینہ کو صحیح و سالم (ان کے کسی گروہ کی طرف واپس لائے) گروہ اس لئے کہا کہ ممکن ہے کہ بعض اس وقت تک مر جائیں، یا کوئی کہیں چلا جائے اور (پھر یہ لوگ) خوشامد کے طور پر اور پچھلے الزام کو دور کرنے کے لئے کسی جہاد میں آپ کے ساتھ (چلنے کی اجازت مانگیں) اور ان کے دل میں اس وقت بھی یہی ہو کہ عین وقت پر کچھ بہانہ کر دیں گے (تو آپ یوں کہہ دیجئے کہ) اگرچہ اس وقت دنیا سازی کے طور پر باتیں بنا رہے ہو، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل کی بات بتلا دی ہے اس لئے نہایت وثوق سے کہتا ہوں کہ (تم کبھی بھی میرے ساتھ) جہاد میں (نہ چلو گے اور نہ میرے ہمراہ ہو کر کسی دشمن) دین (سے لڑو گے) جو کہ چلنے سے اصل مقصود ہے کیونکہ (تم نے پہلے بھی بیٹھے رہنے کو پسند کیا تھا) اور اب بھی

عزم وہی ہے (تو) خواہ مخواہ جھوٹی باتیں کیوں بناتے ہو، بلکہ پہلے کی طرح اب بھی (ان لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہو) جو کسی واقعی عذر سے (پیچھے رہ جانے کے لائق ہی ہیں) جیسے بوڑھے اور بچے اور عورتیں۔

منافقین کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ کیا معاملہ ہو

جب رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بن سلول مر گیا تو اس کے بیٹے عبداللہ جو مخلص مسلمان اور صحابی تھے وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور درخواست کی کہ آپ اپنی قمیض عطا فرمائیں تاکہ میں اپنے باپ کو اس کا کفن پہناؤں، رسول اللہ ﷺ نے اپنی قمیض مبارک عطا فرمادی، پھر حضرت عبداللہ نے یہ بھی درخواست کی کہ آپ اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھائیں، آپ نے قبول فرمالیا، اور نماز جنازہ کے لئے کھڑے ہو گئے تو حضرت عمر بن خطابؓ نے آپ کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا کہ آپ اس منافق کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے لئے استغفار کرنے سے منع فرمادیا ہے، (اور نماز جنازہ میں چونکہ استغفار ہے اس لئے نماز جنازہ سے بھی ممانعت ہوئی) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ میں دعاء مغفرت کروں یا نہ کروں، اور آیت میں جو ستر مرتبہ استغفار پر بھی مغفرت نہ ہونے کا ذکر ہے تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرسکتا ہوں، آیت سے مراد سورہ توبہ کی وہی آیت ہے جو ابھی گذری ہے، یعنی اسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی، نماز کے بعد ہی یہ آیت نازل ہوئی، لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ الخ چنانچہ اس کے بعد آپ نے کبھی کسی منافق کے جنازے کی نماز نہیں پڑھی۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمہ: اور نہ پڑھ نماز کسی پر ان میں سے جو مر جائے کبھی بھی اور نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر، انہوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور مر گئے اس حال میں کہ وہ نافرمان تھے۔

تفسیر: (اور ان میں کوئی مر جائے تو اس) کے جنازہ (پر بھی نماز نہ پڑھئے اور نہ) اکرام کے طور پر دفن کے واسطے یا زیارت کے واسطے (اس کی قبر پر کھڑے ہوئیے) کیونکہ (انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے، اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں۔

فائدہ: (1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر اس بات پر تھی کہ جب بخشش ہی نہیں ہونی تو نماز جنازہ یعنی استغفار و دعا فعل عبث ہے اور عبث کا صدور آپ جیسے حکیم کی شان سے بعید ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی نظر میں کچھ حکمتیں تھیں نیز یہ کہ میری اس بات کو دیکھ کر کہ اپنے بدخواہوں کے ساتھ ایسی شفقت اور مہربانی فرمائی جاتی ہے تو اس سے مخالفوں کے قبول اسلام کی امید ہے۔

(2) کافر کے جنازے پر نماز اور اس کے لئے استغفار جائز نہیں۔

ربط: اوپر کی آیات میں منافقین و کفار کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہونا معلوم ہوا آگے بتاتے ہیں کہ ان کے پاس جو مال و اولاد ہے یہ ان کے محبوب ہونے کی دلیل نہیں بلکہ ان کے حق میں وہ آلہ تعذیب ہے۔

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

ترجمہ: اور نہ تعجب میں ڈالیں تجھ کو ان کے اموال اور ان کی اولاد۔ محض چاہتا ہے اللہ کہ عذاب دے ان کو بوجہ ان چیزوں کے دنیا میں اور نکلیں ان کی جانیں اس حال میں کہ وہ کافر ہوں۔

تفسیر: (اور ان کے اموال اور اولاد آپ کو) اس (تعجب میں نہ ڈالیں) کہ ایسے مبغوض لوگوں پر یہ نعمتیں کیسے ہوئیں سو یہ واقع میں ان کے لئے نعمتیں نہیں بلکہ آلات عذاب ہیں کیونکہ (اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان) مذکورہ (چیزوں کی وجہ سے دنیا میں) بھی (ان کو عذاب میں گرفتار رکھے اور) ان کا (دم حالت کفر ہی میں نکل جائے) جس سے آخرت میں بھی عذاب میں جتلا رہیں۔

ربط: غزوہ تبوک سے منافقوں کے پیچھے رہنے کو ذکر کرنے کے بعد آگے بتاتے ہیں کہ صرف غزوہ تبوک ہی نہیں بلکہ منافقین کی عام عادت غزوات سے پیچھے رہنا ہے۔ ان کے مقابلہ میں مومنین میں اخلاص اور جان و مال کی قربانی کا جذبہ ہے۔

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝
اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

ترجمہ: اور جب نازل کیا جاتا ہے کوئی ٹکڑا کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور لڑائی کرو ہمراہ اس کے رسول کے تو اجازت مانگتے ہیں تجھ سے مقدور والے ان میں سے اور کہتے ہیں چھوڑ دے ہم کو کہ ہو جائیں ساتھ بیٹھنے والوں کے، راضی ہوئے کہ ہو جائیں ساتھ پیچھے رہنے والی عورتوں کے، اور مہر کر دی گئی ان کے دلوں پر سو وہ نہیں سمجھتے، لیکن رسول اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ساتھ اس کے وہ لڑے ہیں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ اور وہی ہیں کہ ان کے لئے ہیں خوبیاں، اور وہی ہیں فلاح پانے والے، تیار کر رکھے ہیں اللہ نے ان کے واسطے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں، یہی ہے کامیابی بڑی۔

تفسیر: اور جب بھی کوئی (ٹکڑا قرآن کا اس مضمون میں) نازل کیا جاتا ہے کہ تم (خلوص دل سے) اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ہمراہ ہو کر جہاد کرو تو ان میں سے مقدور والے آپ سے رخصت مانگتے ہیں اور (رخصت کا یہ مضمون ہوتا ہے کہ) کہتے ہیں ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم بھی یہاں ٹھہرنے والوں کے ساتھ رہ جائیں) البتہ ایمان و اخلاص کے دعوے میں کچھ کرنا نہیں پڑتا اس لئے بلاتکلف یہ بھی کہہ دیا کہ ہم تو مخلص ہیں (وہ لوگ) انتہائی درجہ کی بے حسی سے (خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے، اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی جس سے وہ) حمیت اور بے حسی کو (سمجھتے ہی نہیں، ہاں لیکن رسول ﷺ (اور آپ کی ہمراہی میں جو مسلمان ہیں انہوں نے) البتہ اس حکم کو مانا اور (اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے جہاد کیا اور انہی کے لئے ساری خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں) اور وہ خوبی اور کامیابی یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں) اور (وہ ان میں ہمیشہ کو رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے)۔

فائدہ: اُولُو الطَّوْلِ کے ذکر سے یہ مقصود نہیں کہ صرف مقدور والے اجازت مانگتے تھے بلکہ غیر اُولُو الطَّوْلِ کا حال بدرجہ اولیٰ معلوم ہو گیا کہ جب اہل مقدور کا یہ حال ہے تو بے مقدوروں کا تو ضرور ہی یہ حال ہوگا۔

ربط: منافق صرف مدینہ کے شہری ہی نہیں تھے بلکہ دیہاتی گنواروں میں بھی بعض منافق تھے اور بعض مخلص مسلمان تھے۔ اوپر شہری منافقوں کا ذکر ہوا تو دیہاتی منافقوں کا ذکر بھی مناسب ہوا جو اپنے طرزِ عمل کے اعتبار سے دو قسم کے تھے ایک جنگِ تبوک میں نہ جانے کے جھوٹے بہانے بنانے والے اور دوسرے جو گھر میں ویسے ہی بیٹھے رہے اور بے باک ہو کر جھوٹا عذر کرنے کی ظاہر داری بھی نہ کی۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

ترجمہ: اور آئے بہانے کرنے والے دیہاتیوں میں سے تاکہ اجازت دی جائے ان کو اور بیٹھ رہے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اللہ سے اور اس کے رسول سے۔ اب پہنچے گا ان کو جو کافر ہیں ان میں سے عذاب دردناک۔

تفسیر: (اور کچھ بہانہ باز لوگ دیہاتیوں میں سے آئے تاکہ ان کو) گھروں میں ٹھہرنے کی (اجازت مل جائے۔ اور) ان دیہاتیوں میں سے (جنہوں نے خدا سے اور اس کے رسول سے) ایمان کے دعوے میں دل سے (بالکل ہی جھوٹ بولا تھا وہ بالکل ہی بیٹھ رہے) جھوٹے عذر کرنے بھی نہ آئے اور وہ جیسے دل میں جھوٹے تھے ظاہر میں بھی ان کا جھوٹ کھل گیا۔ (ان میں جو) آخر تک (کافر رہیں گے ان کو) آخرت میں (دردناک عذاب ہوگا) اور جو توبہ کر لیں وہ عذاب سے بچ جائیں گے۔

ربط: جھوٹے عذر والوں کے بیان کے بعد اب سچے عذر والوں کا اور ان کے عذروں کے مقبول ہونے کا بیان ہے۔ عذر کبھی تو مستقل ہوتا ہے مثلاً بڑھاپے کی کمزوری جو عام طور پر کسی طرح آدمی سے جدا نہیں ہو سکتی اور کبھی عارضی ہوتا ہے خواہ بدنی جیسے بیماری وغیرہ خواہ مالی جیسے افلاس اور خرچ نہ ہونا یا اسباب کا فقدان۔ چونکہ غزوۂ تبوک میں مجاہدین کو بہت دور دراز مسافت طے کر کے پہنچنا تھا اس لئے سواری نہ ہونے کا عذر بھی معتبر و مقبول سمجھا گیا۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ

حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٩١﴾ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ ﴿٩٢﴾ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ ۚ رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٩٣﴾

ترجمہ: نہیں ہے کمزوروں پر اور نہ مریضوں پر اور نہ ان لوگوں پر جو نہیں پاتے خرچ کرنے کو کچھ گناہ جب کہ خیر خواہی کرتے ہوں اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے۔ نہیں ہے نیکو کاروں پر (الزام کی) کوئی راہ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور نہ ان لوگوں پر کہ جب وہ تیرے پاس آئیں تاکہ تو سواری دے ان کو تو نے کہا نہیں پاتا میں کوئی چیز سوار کروں میں تمہیں اس پر تو وہ واپس پھرے اس حال میں ان کی آنکھیں بہ رہی تھیں آنسو سے اس غم میں کہ نہیں پاتے جو وہ خرچ کریں۔ بس (الزام کی) راہ تو ان پر ہے جو اجازت مانگتے ہیں آپ سے اس حال میں کہ وہ مالدار ہیں۔ وہ راضی ہو گئے اس بات پر کہ ہو جائیں ساتھ پیچھے رہنے والیوں کے اور مہر کر دی اللہ نے ان کے دلوں پر سو وہ نہیں جانتے۔

تفسیر: (کم طاقت لوگوں پر کوئی گناہ نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کو) سامان جہاد کی تیاری میں (خرچ کرنے کو میسر نہیں جب کہ یہ لوگ اللہ اور رسول کے ساتھ) اور احکام میں (خلوص) و خیر خواہی (رکھیں) اور دل سے اطاعت کرتے رہیں تو (ان نیکو کاروں پر کسی قسم کا الزام) عائد (نہیں) کیونکہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زائد تکلیف نہیں دیتے (اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں) کہ اگر یہ لوگ سچ مچ کے معذور ہوں اور اپنی طرف سے خلوص و اطاعت میں کوشش کریں اور واقع میں کچھ کمی رہ جائے تو معاف کر دیں گے (اور نہ ان لوگوں پر) کوئی گناہ و الزام ہے (کہ جس وقت وہ آپ کے پاس اس واسطے آتے ہیں کہ آپ ان کو کوئی سواری دے دیں اور آپ) ان سے (کہہ دیتے ہیں کہ میرے پاس تو کوئی چیز نہیں جس پر میں تم کو سوار کر دوں تو وہ) ناکام (اس حالت سے واپس چلے جاتے ہیں کہ ان

کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں اس غم میں کہ) افسوس (ان کو) سامانِ جہاد کی تیاری میں (خرچ کرنے کو کچھ میسر نہیں) نہ خود ہے اور نہ دوسری جگہ سے ملا۔ غرض ان مذکورہ معذوروں پر کوئی مواخذہ نہیں (بس الزام) اور مواخذہ (تو صرف) ان لوگوں پر ہے جو باوجود اہل سامان) و قوت (ہونے کے) گھر بیٹھے رہنے کی (اجازت چاہتے ہیں وہ لوگ) انتہائی بے حسی سے (خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی جس سے وہ) گناہ و ثواب کو (جانتے ہی نہیں)۔

فائدہ: گناہ مسلسل کئے جانے سے دل مسخ اور سیاہ ہو جاتا ہے کہ اسے بھلے برے اور عیب و ہنر کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ جب بے غیرتی کرتے کرتے کوئی شخص اس درجہ کو پہنچ جائے کہ ندامت اور افسوس کے بجائے اس پر اتنا نازاں اور خوش ہو تو سمجھو کہ اس کے دل پر مہر لگ چکی ہے۔

ربط: جیسے تبوک سے روانہ ہوتے وقت منافقین نے طرح طرح کے بہانے بنائے تھے آگے بتاتے ہیں کہ جب تم اے مسلمانو مدینہ واپس آؤ گے تو اس وقت بھی یہ لوگ جھوٹے عذر پیش کر کے تم کو مطمئن کرنا چاہیں گے اور قسمیں کھائیں گے۔ اس موقع پر تمہارا ان کے ساتھ قول اور عمل برتاؤ ایسا ایسا ہونا چاہئے۔

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ ۚ قُل لَّا تَعْتَذِرُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ ۚ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٤﴾ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۖ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٩٥﴾ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۖ فَإِن تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٩٦﴾

ترجمہ: عذر کریں گے تمہارے پاس جب تم لوٹو گے ان کی طرف۔ تو کہہ دے مت عذر بناؤ ہرگز ہم نہ مانیں گے تمہاری بات۔ خبر دے چکا ہے ہم کو اللہ تمہارے احوال (کی)۔ اور ابھی دیکھے گا اللہ تمہارا عمل اور اس کا رسول پھر تم لوٹائے جاؤ گے طرف چھپے اور کھلے کے جاننے والے کے سو وہ خبر دے گا تم کو جو تم کرتے تھے۔ اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی تمہارے سامنے جب تم پلٹو گے ان کی طرف تا کہ تم اعراض کرو ان سے۔ سو تم اعراض کرو ان سے۔ بے شک وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے بدلہ میں اس کے جو وہ کرتے تھے۔ وہ قسمیں کھائیں گے تمہارے سامنے تا کہ تم راضی ہو جاؤ ان سے۔ سو اگر تم راضی ہو جاؤ ان سے تو اللہ نہیں راضی ہوتا نافرمان لوگوں سے۔

تفسیر: (یہ لوگ تمہارے) سب کے (سامنے عذر پیش کریں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے) سو اے محمد ﷺ (آپ) سب کی طرف سے صاف (کہہ دیجئے کہ) بس رہنے دو (یہ عذر پیش مت کرو ہم کبھی تم کو سچا نہ سمجھیں گے) کیونکہ (اللہ تعالیٰ ہم کو تمہاری) واقعی حالت کی

(خبر دے چکے ہیں) کہ تم کو واقع میں کوئی عذر تھا (اور) پھر (آئندہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہاری کارگزاری دیکھ لیں گے) اور معلوم ہو جائے گا کہ اپنے دعوے کے مطابق تم کہاں تک مطیع اور مخلص ہو (پھر ایسے کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے) جس سے تمہارا کوئی اعتقاد و عمل مخفی نہیں (پھر وہ تم کو بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے) اور اس کا بدلہ دے گا (ہاں) وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے) کہ ہم معذور تھے (جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تاکہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو) اور ملامت وغیرہ نہ کرو۔ (سو تم) ان کا مطلب پورا کر دو اور (ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو) اور ملامت وغیرہ نہ کرو۔ اس غرض فانی کے حاصل ہونے سے ان کا کچھ بھلا نہ ہوگا۔ کیونکہ (وہ لوگ بالکل گندے ہیں اور) آخر میں (ان کا ٹھکانا دوزخ ہے ان کاموں کے بدلہ میں جو کچھ وہ) نفاق اور مخالفت وغیرہ (کیا کرتے تھے) نیز اس کا بھی تقاضا ہے کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ توبیخ سے مقصود ہے اصلاح جس کی ان کی خباثت کی وجہ سے امید نہیں اور نیز (یہ اس لئے قسمیں کھائیں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سو) اول تو تم دشمنان خدا سے راضی ہی کیوں ہونے لگے لیکن بالفرض (اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو) ان کو کیا نفع کیونکہ (اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتا) اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر مخلوق کی رضا کا کوئی فائدہ نہیں۔

ربط: دیہاتی منافقین کی مزید مذمت کرتے ہیں اور ان کے مقابل اہل دیہات میں جو مخلص مؤمن تھے ان کی مدح فرماتے ہیں۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ

اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

حَكِيْمٌ ۝ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ

بِكُمُ الدَّوَاۗىِٕرَ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا

يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ۭ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ۭ

سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

دعا دیتے تھے جیسا کہ احادیث میں ہے (یہ سمجھ کر ان کا یہ خرچ کرنا یقیناً ان لوگوں کے لئے) اللہ سے پاس (ہونے کا موجب قرب ہے) اور دعا کا ہونا تو یہ خود دیکھ ہی لیتے ہیں اس کی خبر دینے کی ضرورت نہ تھی البتہ عنداللہ قرب یہ ہے کہ (ضرور ان کو اللہ تعالیٰ اپنی) خاص (رحمت میں داخل کر لیں گے) کیونکہ (اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے رحمت والے ہیں) پس ان کی لغزشیں معاف کر کے اپنی رحمت میں لے لیں گے۔

ربط: چونکہ منافقین کے ذکر کے بعد مناسب ہوا کہ مسلمانوں کے اوپر کے درجوں کا اور ان کی فضیلت کو ترتیب سے ذکر کیا جائے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ

الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

ترجمہ: اور جو لوگ سبقت کرنے والے ہیں سب سے پہلے ہیں مہاجرین اور انصار میں سے اور جن لوگوں نے پیروی کی ان کی اخلاص کے ساتھ راضی ہوا اللہ ان سے اور وہ راضی ہوئے اس (اللہ) سے اور تیار کر رکھے ہیں ان کے لئے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں رہیں گے ان میں ہمیشہ۔ یہی ہے کامیابی بڑی۔

تفسیر: (اور جو مہاجرین اور انصار) ایمان لانے میں (سب امت سے) سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ (ایمان لانے میں) (ان کے) پیروی کرنے والے ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا (کہ ان کا ایمان قبول فرمایا جس پر ان کو جزا ملے گی) (اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے) کہ انہوں نے خوشدلی اور انشراح قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے شرعی احکام اور تکوینی قضا کے سامنے گردنیں جھکا دیں جس کی جزا سے یہ رضا اور زیادہ ہوئی (اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گے، جن میں ہمیشہ رہیں گے) اور (یہ بڑی کامیابی ہے)۔

فائدہ: سبقیت اور اولیت اضافی چیزیں ہیں۔ ایک ہی شخص یا جماعت کسی کے اعتبار سے سابق اور دوسرے کی نسبت سے لاحق ہو سکتی ہے۔ جو شخص یا جماعت جس درجہ میں سابق و اول ہوگی

اسی قدر رضائے الٰہی اور حقیقی کامیابی سے حصہ پائے گی۔

ربط: اوپر ان منافقین کا ذکر ہوا ہے جن کا نفاق ان کے اقوال و افعال سے ظاہر ہو چکا تھا اور رسول اللہ ﷺ ان کو پہچانتے تھے۔ یہاں ایسے منافقین کا ذکر ہے جن کا نفاق انتہائی کمال پر ہونے کی وجہ سے آپ پر اب تک مخفی رہا۔ ایسے شدید منافقین پر آخرت سے پہلے ہی دو عذاب ہونے کو ذکر آیا ہے ایک دنیا میں عذاب اور دوسرا قبر و برزخ کا عذاب۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ ۖ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ۖ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۚ سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ

ترجمہ: اور ان لوگوں میں سے جو تمہارے گرد ہیں دیہاتیوں سے منافق ہیں اور اہل مدینہ میں سے (بھی)۔ پہنچے ہیں حد کمال کو نفاق پر۔ نہیں جانتا تو ان کو۔ ہم جانتے ہیں ان کو۔ جلد ہم عذاب دیں گے ان کو دو بار۔ پھر وہ لوٹائے جائیں گے طرف بڑے عذاب کے۔

تفسیر: (اور کچھ تمہارے گرد و پیش والوں میں اور کچھ مدینہ والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حد کمال پر) ایسے (پہنچے ہوئے ہیں) کہ (آپ) بھی (ان کو نہیں جانتے) کہ یہ منافق ہیں (ان کو ہم ہی جانتے ہیں ہم ان کو) دوسرے منافقین کی نسبت آخرت سے پہلے بھی کم از کم (دو بار سزا دیں گے) ایک عذاب قبر اور دوسرا وہ عذاب جو ان کو دنیوی زندگی میں پیش آ رہے گا مثلاً ایک مرتبہ جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر تقریباً چھتیس آدمیوں کو نام بنام پکار کر فرمایا تو منافق ہے مسجد سے نکل جا۔ یہ رسوائی ایک قسم کا عذاب تھی اسی طرح بعض ارضی و سماوی آفات میں مبتلا ہو کر مرے۔ اور (پھر) آخرت میں بھی (وہ بڑے بھاری عذاب) یعنی ہمیشہ رہنے کے لئے جہنم (کی طرف بھیجے جائیں گے)۔

کاہلی کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے مسلمانوں کا معاملہ

غزوہ تبوک کے بیان کے شروع میں اس کے متعلق لوگوں کا کئی جماعتوں میں تقسیم ہونا ذکر ہوا تھا۔ اوپر کی اکثر آیات میں پانچویں جماعت یعنی منافقین کا ذکر ہوا ہے۔ آگے چوتھی جماعت یعنی کاہلی سے پیچھے رہ جانے والے مومنین کا ذکر ہے۔ انہوں نے بہانے نہیں تراشے۔ پھر ان کی دو قسمیں ہوئی

تھیں۔ پہلی قسم جنہوں نے جب سنا کہ آپ واپس تشریف لے آئے تو اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا کہ اگر آپ نہ کھولیں گے تو پھر ویسے ہی ختم ہو جائیں گے اور دوسری قسم جنہوں نے حاضر ہو کر سچی بات عرض کر دی اپنے آپ کو باندھا نہیں۔ آیت آخرون اعترفوا میں پہلی قسم کا ذکر ہے جب اس کے نزول پر آپ نے ان کو کھول دیا تو وہ آپ کی خدمت میں کچھ مال لائے کہ ہماری طرف سے نیک راہ میں خرچ فرمایئے۔ اس پر آیت خذ من اموالھم نازل ہوئی۔ چنانچہ آپ نے قبول فرمالیا اور آخرون مرجون میں دوسری جماعت کا بیان ہے اور ان کی توبہ کے قبول ہونے کا آگے بیان ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا
بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭعَسَى اللّٰهُ اَنْ
يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً
تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ
لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ
عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔
وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ وَ
سَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔
وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۭ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۔

ترجمہ: اور کچھ اور دوسرے لوگ ہیں کہ اقرار کیا انہوں نے اپنے گناہوں کا ملایا انہوں نے ایک کام نیک اور دوسرا بد۔ قریب ہے اللہ کہ معاف کرے ان کو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تو لے ان کے اموال میں سے صدقہ کہ پاک کرے تو ان کو اور تزکیہ کرے تو ان کا اس (صدقہ) کے ذریعہ اور دعا دے ان کو بیشک تیری دعا تسکین ہے ان کے لئے اور اللہ (سب کچھ) سننے والا جاننے والا ہے۔ کیا نہیں جان چکے وہ کہ اللہ ہی قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے اور لیتا ہے صدقات اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اور

مسجد کا لقب مسجد ضرار مشہور ہے کیونکہ اس کی غرض ہی مسلمانوں کو ضرر پہنچانا تھا۔ آگے آیات میں جہاں مسجد ضرار کا ذکر ہے وہیں مقابلہ میں مومنین کی مسجد یعنی مسجد قبا کا ذکر بھی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًاۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّھُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۭ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَي التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۭ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰي تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰي شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

ترجمہ: اور جن لوگوں نے بنائی ہے مسجد ضرر پہنچانے کو اور کفر کرنے کو اور جدائی ڈالنے کو درمیان ایمان والوں کے اور قیام کا سامان کرنے کو واسطے اس شخص کے جو لڑ رہا ہے اللہ سے اور اس کے رسول سے پہلے سے۔ اور ضرور قسمیں کھائیں گے کہ نہیں ارادہ کیا ہم نے مگر بھلائی کا۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ مت کھڑا ہو تو اس میں کبھی بھی۔ البتہ وہ مسجد بنیاد رکھی گئی ہے (جس کی) تقویٰ پر پہلے دن سے زیادہ لائق ہے کہ تو کھڑا ہو اس میں۔ اس میں ایسے مرد ہیں جو پسند کرتے ہیں خوب پاک ہونے کو اور اللہ محبت کرتا ہے خوب پاک ہونے والوں کو۔ کیا پس جو شخص بنیاد رکھے اپنی عمارت کی اللہ سے ڈرنے پر اور رضا مندی پر بہتر ہے یا وہ شخص کہ بنیاد رکھے اپنی عمارت کی کنارہ پر ایک گرنے والی کھائی کے پھر وہ (عمارت) گر جائے اس (بنانے والے) کے ساتھ جہنم کی آگ میں۔ اور اللہ نہیں سمجھ دیتا ظالم لوگوں کو۔ ہمیشہ رہے گی ان کی عمارت جو انہوں نے بنائی شبہ (کے طور پر) ان کے دلوں

دلوں میں) شبہ اور نفاق کی صورت میں رہے گی یعنی ان کے عمل بد کا یہ اثر ہوا کہ ہمیشہ ان کے دلوں میں نفاق قائم رہے گا (ہاں اگر ان) کو موت آجائے اور ان (کے) وہ (دل ہی) جن میں وہ نفاق ہے (فنا ہو جائیں تو خیر) وہ نفاق بھی اس وقت ختم ہو جائے لیکن اس وقت نفاق کا ختم ہونا کچھ مفید نہ ہوگا۔ (اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں) ان کی حالت کو جانتے ہیں اور اسی کے مناسب سزا دیں گے۔

ربط: منافقین کا تفصیلی ذکر ختم ہوا آگے پھر جہاد اور مجاہدین کی فضیلت بیان کرتے ہیں پھر ان میں سے بھی جو کامل ہیں اور ایمان کے دیگر اوصاف کے ساتھ متصف ہیں ان کی مدح کرتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ

ترجمہ: بے شک اللہ نے خرید لیں مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔ وعدہ (ہو چکا) ہے اس کے ذمہ سچا توریت اور انجیل اور قرآن میں، اور کون ہے زیادہ پورا کرنے والا اپنے عہد کو اللہ سے سو خوشخبری حاصل کرو اپنے اس سودے پر جو تم نے کیا ہے اس (اللہ) سے اور یہی ہے بڑی کامیابی، (وہ ہیں) توبہ کرنے والے بندگی کرنے والے، شکر کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، حکم کرنے والے نیک بات کے اور منع کرنے والے بری بات سے اور حفاظت کرنے والے اللہ کی حدود کی، اور تو خوشخبری سنا دے ایمان والوں کو۔

تفسیر: (بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی) اور خدا کے ہاتھ جان و مال بیچنے کا مطلب یہ ہے کہ (وہ

جانتے ہیں) سو وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہمارے بتلائے بغیر ایسے احکام کو کوئی نہیں جان سکتا، اس لئے ان افعال سے مضرت بھی نہیں پہنچنے دیتے اور (بلاشبہ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں وہی جلاتا اور مارتا ہے) یعنی ہر طرح کی حکومت اور قدرت اسی کے لئے خاص ہے اس لئے جو چاہے حکم دے سکتا ہے، اور جس ضرر سے چاہے بچا سکتا ہے (اور تمہارا اللہ کے سوا نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہے) بلکہ وہی یار و مددگار ہے، اس لئے ممانعت سے قبل تم کو ضرر سے بچاتا ہے البتہ اگر ممانعت کے بعد تم نے اطاعت نہ کی تو اور کوئی بچانے والا نہیں۔

ربط: اوپر یہ بات بیان ہوئی کہ اصل حاکم اللہ تعالیٰ ہیں اور وہ جو چاہیں حکم دے سکتے ہیں۔ تو مسلمان جب ان کو حاکم مطلق مان کر ان کے احکام کی اطاعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی قدر دانی فرماتے ہیں اور جس سے کچھ کوتاہی ہو جائے اور وہ صدق دل سے توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ بھی ان پر عنایت فرماتے ہیں جیسا کہ جنگ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے تین حضرات کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ کے ساتھ ہوا۔ یہ مخلص مومن ہونے کے باوجود محض تن آسانی کی بنا پر کسی عذر شرعی کے بغیر تبوک میں شرکت سے محروم رہے۔ جب نبی ﷺ واپس تشریف لائے تو انہوں نے کوئی جھوٹے عذر نہ رکھے بلکہ صاف صاف بات عرض کر دی اور اپنی کوتاہی اور تقصیر کا اعلانیہ اعتراف کیا۔ ان کا فیصلہ تادیب کی غرض سے کچھ مدت کے لئے ملتوی رکھا گیا اور آپ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اللہ کا جو حکم تمہارے بارے میں ہوگا وہ کیا جائے گا اور آپ نے مسلمانوں کو ان کے ساتھ کلام کرنے سے منع فرما دیا حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس حکم کی وجہ سے کوئی مسلمان ہم سے بات نہ کرتا تھا نہ سلام کا جواب دیتا تھا۔ میری طرح کے باقی دو ساتھی تو خانہ نشین ہو گئے گھر میں دن رات روتے رہتے تھے۔ میں ذرا سخت اور قوی تھا۔ مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہوتا۔ حضور کو سلام کر کے دیکھتا تھا کہ جواب میں لب مبارک کو حرکت ہوئی یا نہیں۔ جب میں حضور کی طرف دیکھتا آپ میری طرف سے منہ پھیر لیتے تھے۔ مخصوص اقارب اور محبوب ترین اعزہ بھی مجھ سے بیگانہ ہو گئے تھے۔ اسی اثناء میں ایک روز ایک شخص نے بادشاہ غسان کا خط مجھے دیا جس میں میری مصیبت پر اظہار ہمدردی کرنے کے بعد دعوت دی تھی کہ میں اس کے ملک میں آ جاؤں وہاں میری بہت آؤ بھگت ہو گی۔ میں نے پڑھ کر کہا یہ بھی ایک مستقل امتحان ہے۔ آخر وہ خط میں نے نذر آتش کر دیا۔ چالیس دن گزرنے کے بعد بارگاہ رسالت سے جدید حکم پہنچا کہ میں اپنی عورت سے بھی علیحدہ رہوں۔ چنانچہ اپنی بیوی کو کہہ دیا کہ اپنے میکے چلی جائے اور جب تک خدا کے یہاں سے میرا کوئی فیصلہ نہ ہو وہیں

کے) ان سب (کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دے) کیونکہ جب ثواب لکھا گیا تو بدلہ ملے گا۔ تو اگر یہ پیچھے رہ جانے والے بھی اخلاص کے ساتھ رسول کے ساتھ نکلتے تو ان کو بھی یہ سب کچھ حاصل ہوتا۔

ربط: پیچھے جہاد میں نکلنے کی فضیلت اور نہ نکلنے پر ملامت کا مضمون بڑی تفصیل سے بیان ہوا۔ ممکن تھا کوئی یہ سمجھ بیٹھے کہ ہمیشہ ہر جہاد میں تمام مسلمانوں پر نکلنا فرض عین ہے۔ اس آیت میں فرما دیا کہ نہ ہمیشہ یہ ضروری ہے، نہ مصلحت ہے کہ سب مسلمان نکل جائیں بلکہ ضرورت کے بقدر نکلیں اور باقی دوسری ضرورتوں میں مشغول ہوں۔ تبوک میں جو سب کے ذمہ فرض تھا وہ اس وجہ سے کہ حالات کے تقاضے کے تحت نبی ﷺ نے سب کو نکلنے کا حکم دیا تھا۔ غرض جہاد فی نفسہ فرض کفایہ ہے مگر جب ضرورت کی وجہ سے حاکم کا حکم ہو تو ہر شخص پر فرض عین ہوگا۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿١٢٢﴾

ترجمہ: اور نہیں مسلمان کہ کوچ کریں سارے۔ سو کیوں نہ نکلا ہر فرقہ سے مسلمانوں کے ایک حصہ تا کہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تا کہ ڈرائیں اپنی قوم کو جب کہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف تا کہ وہ بچتے رہیں۔

تفسیر: (اور) ہمیشہ کے لئے (مسلمانوں کو یہ) بھی (نہ چاہئے کہ) جہاد کے واسطے (سب کے سب) ہی (نکل کھڑے ہوں) کہ اس میں دوسری اسلامی ضروریات معطل ہوتی ہیں (سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک ایک چھوٹی جماعت) جہاد میں (جایا کرے) اور کچھ اپنے وطن میں رہ جایا کریں (تا کہ باقیماندہ لوگ) رسول اللہ ﷺ کے وقت میں آپ سے اور آپ کے بعد علماء شہر سے (دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تا کہ یہ لوگ اپنی قوم کو) جو کہ جہاد میں گئے ہوئے ہیں (جب کہ وہ ان کے پاس واپس آئیں) دین کی باتیں سنا کر خدا کی نافرمانی سے (ڈرائیں تا کہ وہ) ان سے دین کی باتیں سن کر برے کاموں سے (احتیاط رکھیں)۔

ربط: جہاد فرض کفایہ ہے لیکن اس کی طبعی ترتیب ہے جس کے موافق اول ان کفار سے ہونا چاہئے جو مسلمانوں سے قریب تر ہوں۔ اس کے بعد پھر جو ان کے قریب ہوں۔ اس طرح درجہ بدرجہ جہاد کے دائرہ کو وسیع کرنا چاہئے۔

بھروسہ کیا میں نے اور وہی مالک ہے عرش عظیم کا۔

تفسیر: اے لوگو (تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس) بشر (سے ہیں) تاکہ تم کو ان سے ہدایت اور دینی نفع حاصل کرنا آسان ہو (جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گذرتی ہے) چاہتے ہیں کہ تم کو کوئی ضرر نہ پہنچے (جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں) یہ حالت تو سب کے ساتھ ہے پھر بالخصوص (ایمانداروں کے ساتھ) تو (بڑے ہی شفیق) اور (مہربان ہیں) ایسے رسول سے مستفید نہ ہونا بڑی محرومی ہے (پھر اگر) اس پر بھی آپ کو رسول ماننے سے اور آپ کا اتباع کرنے سے (روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے) میرا کیا نقصان ہے (میرے لئے) تو (اللہ تعالیٰ) حافظ و ناصر (کافی ہے) کیونکہ ایک تو (اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں) اور جب معبودیت اس کے ساتھ مختص ہے تو لامحالہ سارے کمالات علم و قدرت اس میں بے مثال ہوں گے، پھر مجھ کو کسی کی مخالفت سے کیا اندیشہ (میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور) دوسرے (وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے) تو اور چیزیں تو بدرجہ اولیٰ اس کی مملوک ہوں گی، پس اس پر بھروسہ کرنے کے بعد مجھ کو کوئی اندیشہ نہیں البتہ تم اپنی فکر کرلو حق کا انکار کر کے کہاں رہو گے۔

سورۃ یونس

اس سورت کا حاصل چند مضامین ہیں (1) اثبات توحید اور اس کے ضمن میں ابطال شرک (2) اثبات رسالت اور اس کے ضمن میں رسالت سے متعلق بعض شبہات کا جواب (3) اثبات قرآن اور اس کے ضمن میں اس کی تکذیب پر رد (4) اثبات معاد اور اس کے ضمن میں جزا و سزا اور دنیا کے فنا ہونے کا بیان (5) بعض واقعات کے ذریعہ ڈراوا اور اس کے ضمن میں بعض شبہات کا جواب اور (6) وقتاً فوقتاً نبی ﷺ کو تسلی۔ ابتدا میں توحید، رسالت، قرآن اور معاد کے حق ہونے کو مختصراً ذکر کرتے ہیں۔

حقیت قرآن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ

تو غیر معمولی طور پر متاثر اور بلیغ ہوا تو آپ کے بارے میں (کہا یہ شخص تو بلاشبہ کھلا جادوگر ہے) ایسی نہیں ہے۔

حقیقت توحید

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۖ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۖ مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ

ترجمہ: بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دنوں میں پھر قائم ہوا عرش پر۔ تدبیر کرتا ہے ہر کام کی۔ نہیں کوئی سفارش کرنے والا مگر بعد اس کی اجازت کے۔ یہ اللہ ہے تمہارا رب سو تم عبادت کرو اس کی۔ کیا پس تم نہیں دھیان کرتے۔

تفسیر: (بلاشبہ تمہارا) حقیقی (رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دنوں) کی مقدار (میں) کہ جس میں کا ہر روز ہمارے ایک ہزار سال کے برابر ہے بتدریج (پیدا کر دیا) اور اس تدریجی تخلیق سے ظاہر ہوا کہ تخلیق اضطراری نہیں ہوئی اور اللہ تعالیٰ فاعل بالاضطرار نہیں بلکہ ہر چیز کا وجود بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و اختیار سے وابستہ ہے۔ جب چاہے جس طرح چاہے پیدا کرے۔ غرض وہ اعلیٰ درجہ کی قدرت والا ہے (پھر عرش پر) جو کہ سلطنت کے تخت کے مشابہ ہے اس طرح (قائم) اور برقرار (ہوا) کہ جو اس کی شان کے لائق ہے تاکہ عرش سے زمین اور آسمانوں میں احکام جاری فرمائے جیسا کہ آگے ارشاد ہے کہ (وہ ہر کام کی) مناسب (تدبیر کرتا ہے) یہ نہیں کہ بس پیدا کر کے چھوڑ دیا۔ اور تدبیر میں بھی کسی سے دبنے والا نہیں۔ اس کے سامنے (کوئی سفارش کرنے والا) اس کی اجازت کے بغیر سفارش (نہیں) کر سکتا۔ بس (ایسا اللہ) جس کی یہ صفات ہیں جب (تمہارا) حقیقی (رب ہے) اور حقیقی رب ہی عبادت کے لائق ہوتا ہے (تو تم اس کی عبادت کرو) اور شرک مت کرو (کیا تم) ان تمام دلائل اور نصیحتوں کے سننے کے بعد (پھر بھی دھیان نہیں کرتے)۔

حقیقت معاد

إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

تفسیر: (وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو) بھی (نورانی بنایا اور اس) کی چال (کے لئے منزلیں مقرر کیں) کہ ہر روز ایک منزل طے کرتا ہے (تاکہ) ان فلکی اجرام کے ذریعے سے (تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرلیا کرو جس کی ضرورت تم کو دنیوی زندگی اور معاشی کاروبار کے علاوہ بہت سے احکام شرعیہ میں بھی ہوتی ہے۔ غرض (اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں۔ وہ یہ دلائل ان لوگوں کو صاف صاف بتلا رہے ہیں جو سمجھ رکھتے ہیں) اور مصنوعات کے اس نظام کو دیکھ کر خداوند قادر وحکیم کی ہستی کا سراغ پاتے ہیں۔ (بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور اللہ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان سب میں ان لوگوں کے واسطے توحید اور آخرت کے دلائل ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں)۔

فائدہ: دلائل کا بیان تو نہ سمجھنے والوں اور نہ ڈرنے والوں کے لئے بھی ہے مگر اہل علم اور اہل تقویٰ کی تخصیص اس اعتبار سے ہے کہ یہ لوگ ان سے نفع اٹھاتے ہیں۔

ربط: جو لوگ مذکورہ بالا حقائق اور ان کے دلائل سے غفلت کریں کہ نہ آخرت کو مانیں اور نہ ہی قدرت کی جو نشانیاں اوپر ذکر ہوئی ان میں کبھی غور وتامل کریں کہ ایسا مضبوط اور حکیمانہ نظام یوں ہی بیکار نہیں بنایا گیا بلکہ ضرور اس سارے کارخانہ کا کوئی خاص مقصد ہوگا ایسے لوگوں کا انجام برا ہے۔ جب کہ ماننے والوں کا انجام عمدہ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ ءَايَٰتِنَا غَٰفِلُونَ ۝ أُولَٰٓئِكَ مَأْوَىٰهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحَٰتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَٰنِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَٰرُ فِي جَنَّٰتِ النَّعِيمِ ۝ دَعْوَىٰهُمْ فِيهَا سُبْحَٰنَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَٰمٌ ۚ وَءَاخِرُ دَعْوَىٰهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَٰلَمِينَ ۝

ترجمہ: بے شک جو لوگ نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی اور راضی ہوگئے حیات دنیوی پر اور مطمئن ہوگئے اسی پر اور جو لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔ یہ لوگ ان کا ٹھکانا آگ ہے بسبب اس کے جو وہ کرتے تھے۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کئے

بڑی التجا سے (ہم اس کی وہ تکلیف ہٹا دیتے ہیں تو پھر اپنی پہلی حالت پر آ جاتا ہے) کہا جاتا ہے سب بھول جاتا ہے اور ہم سے ایسا بے تعلق ہو جاتا ہے کہ گویا جو تکلیف اس کو پہنچی تھی اس کے ہٹانے کے لئے کبھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا) اور پھر وہی شرک کی باتیں کرنے لگتا ہے۔ (ان حد سے نکلنے والوں کے اعمال) بد (ان کو اسی طرح مزین معلوم ہوتے ہیں) جس طرح ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔

ربط: آگے بتاتے ہیں کہ ہماری حکمت کی وجہ سے جلد عذاب نہ آنے یا تکلیف اور مصیبت آ کر ٹل جانے تو بے فکر نہیں ہونا چاہئے۔ ظلم و شرارت اور بے ایمانی کی سزا جلد یا بدیر مل کر رہے گی۔ اللہ کی یہ سنت شروع سے چلی آ رہی ہے۔ پہلی قوموں کو بھی انبیاء کے معجزات دیکھنے کے باوجود ان کے ظلم و تکذیب پر ہلاک کیا اور ان کی جگہ پر اب تم ہو تو تمہارے لئے بھی وہی سنت و طریقہ ہے۔

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِنْ
قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا ۙ وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا
لِيُؤْمِنُوا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٣﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ
خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾

ترجمہ: اور ہلاک کر چکے ہیں ہم جماعتوں کو تم سے پہلے جب انہوں نے ظلم کیا حالانکہ لائے ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں اور نہیں تھے وہ کہ ایمان لاتے۔ اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں مجرم لوگوں کو۔ پھر بنایا ہم نے تم کو نائب زمین میں ان کے بعد تاکہ ہم دیکھیں کہ کیسے تم عمل کرتے ہو۔

تفسیر: (اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو) مختلف قسم کے عذابوں سے (ہلاک کیا ہے جب کہ انہوں نے ظلم) یعنی کفر و شرک (کیا حالانکہ ان کے پاس ان کے پیغمبر بھی دلائل لے کر آئے اور وہ) انتہائی عناد کی وجہ سے (ایسے کب تھے کہ ایمان لے آتے۔ ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں) جیسا ہم نے ابھی بیان کیا ہے (پھر ان کے بعد ہم نے دنیا میں ان کی جگہ پر تم کو آباد کیا تاکہ) اپنے ہر قسم کے ازلی علم کے علاوہ ظاہری طور پر بھی (ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو) آیا وہی کفر و شرک کرتے ہو یا ایمان لاتے ہو۔

دوسرا بہانہ اور اس کا جواب

توحید و معاد کے بہت سے منکرین قرآن کی عام نصیحتوں کو تو پسند کرتے لیکن بت پرستی اور دیگر

نازل ہو جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے لیکن جب تنگی دور کر دی جاتی ہے تو اپنی بات سے بالکل مکر جاتے ہیں۔ جیسا کہ ان کا طرز عمل نشانیوں کے بارے میں ہے۔ لیکن اس سے ان کو یہ خیال نہ ہو کہ ہمیں کچھ معلوم ہی نہیں اور یہ کہ ہم ان کو اپنی گرفت میں نہیں لے سکتے۔

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِي آيَاتِنَا ۚ قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ۔

ترجمہ: اور جب چکھاتے ہیں ہم لوگوں کو رحمت بعد تکلیف کے جو پہنچی ان کو ناگہاں ان کے لئے مکر ہوتا ہے ہماری آیتوں میں۔ تو کہہ دے اللہ زیادہ تیز ہے مکر میں۔ بے شک ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لکھتے ہیں جو تم مکر کرتے ہو۔

تفسیر: (اور جب ہم لوگوں کو اس کے بعد کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں جیسا کہ اس وقت ہوا جب ہم نے اہل مکہ پر سات سال کا قحط مسلط کیا۔ جب وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تو گھبرا کر نبی ﷺ سے دعا کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ یہ عذاب اٹھ جائے تو وہ ایمان لے آئیں گے۔ آپ کی دعا سے ہم نے وہ قحط دور کر دیا (تو فوراً ہی ہماری آیتوں کے بارے میں شرارتیں) یعنی ان سے اعراض (کرنے لگتے ہیں) اور بجائے عبرت پکڑنے کے سابقہ مصیبت اور موجودہ نعمت کو ظاہری اسباب اور حیلوں کی طرف نسبت کرنے لگتے ہیں (آپ کہہ دیجئے کہ) اچھا تم خوب شرارتیں اور حیلہ سازیاں کر لو مگر یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اس شرارت کی سزا بہت جلد دے گا) اور اس کے لئے اگرچہ ہمارا علم بھی کافی ہے لیکن ہم نے تمہاری گرفت کا ظاہری انتظام بھی کر رکھا ہے کہ (بالیقین ہمارے فرشتے تمہاری سب شرارتوں کو لکھ رہے ہیں)۔

ربط: آگے دریائی سفر کی مثال میں ان کے طرز عمل کی وضاحت کی

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا

(جو تم کہیں) حق سے (پھرے جاتے ہو) اور (آپ) ان سے یوں بھی (کہئے کہ کیا تمہارے (تجویز کئے ہوئے) عقل والے (شریکوں میں) جیسے شیاطین ہیں (کوئی ایسا ہے کہ حق بات کا رستہ) بتاتا ہو تو آپ یہ کہیئے کہ اللہ ہی حق بات کا رستہ بھی (بتاتا ہے) چنانچہ اس نے اس غرض سے صاحب عقل انبیاء بھیجے جب کہ شیطان تو اپنی تمام تر صلاحیتیں لوگوں کو گمراہ کرنے میں صرف کرتے ہیں (تو پھر) ان سے کہئے کہ یہ بتاؤ کہ (آیا جو حق بات کا رستہ بتاتا ہو وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ شخص جس کو بتائے بغیر خود ہی رستہ نہ معلوم ہو سکے) اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان کو حق بات سمجھا دی جائے تب بھی اس پر عمل نہ کریں جیسے شیاطین ہیں۔ پھر جب یہ اتباع کے قابل بھی نہیں تو عبادت کے لائق کیسے ہو سکتے ہیں (تو) اے مشرکو (تم کو کیا ہو گیا تم کیسی تجویزیں کرتے ہو) کہ توحید کو چھوڑ کر شرک کو اختیار کرتے ہو (اور) تماشا یہ ہے کہ اپنی اس تجویز اور عقیدہ پر ان لوگوں کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں ہے بلکہ (ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں) اور (یقیناً بے اصل خیالات حق بات) کے اثبات (میں ذرا بھی مفید نہیں) خیر (یہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ کو سب خبر ہے) وقت پر سزا دے گا۔

فائدہ: مشرک تو اعادہ خلق کے قائل نہ تھے پھر یہ کیسے فرمایا ھل من شرکاء کم من یبدؤا الخلق ثم یعیدہ کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو پہلی بار بھی پیدا کرے پھر اس کا اعادہ بھی کرے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس کے لئے اول مرتبہ تخلیق کی قدرت مانیں وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہوتا ہے چاہے دوبارہ پیدا کرنے کا عقیدہ نہ رکھیں۔

قرآن کے حق ہونے کا اثبات

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ

وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ۚ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمہ: اور نہیں ہے یہ قرآن کہ گھڑ لیا جائے اللہ کے سوا سے و لیکن (یہ) تصدیق ہے اس (کلام) کی جو اس سے پہلے ہے اور تفصیل ہے کتاب کی۔ نہیں ہے کوئی شک اس میں، رب العالمین کی جانب سے ہے۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ (رسول نے) گھڑ لیا ہے اس کو۔ تو کہہ دیں کہ لے آؤ ایک سورت اس کی مثل اور بلا لو جس کی تم استطاعت رکھو سوائے اللہ کے اگر ہو تم سچے۔ بلکہ جھٹلایا انہوں نے اس بات کو کہ نہیں احاطہ کیا انہوں نے جس کے علم کا اور ابھی تک نہیں آیا ان کے پاس جس کا آخری نتیجہ۔ اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو تھے ان سے پہلے سو دیکھ لے کیسا ہوا انجام ظالموں کا۔ اور ان میں سے (بعض) وہ ہیں جو یقین کرتے ہیں اس (قرآن) پر اور ان میں سے وہ ہیں جو یقین نہیں رکھتے اس پر اور تیرا رب خوب جاننے والا ہے مفسدوں کو۔

تفسیر: (اور یہ قرآن افترا کیا ہوا نہیں ہے کہ غیر اللہ سے صادر ہوا ہو بلکہ یہ تو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے پہلے) نازل (ہو چکی ہیں اور ضروری احکام) شرعیہ (کی تفصیل بیان کرنے والا ہے) اور (اس میں کوئی بات شک) و شبہ (کی نہیں) اور وہ (رب العالمین کی طرف سے) نازل ہوئی (ہے۔ کیا) اس کے باوجود کہ یہ گھڑی ہوئی نہیں ہے (یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ) نعوذ باللہ (آپ نے اس کو گھڑ لیا ہے۔ آپ) ان سے (کہہ دیجئے کہ) اچھا (تو پھر تم) بھی تو عربی ہو اور اعلیٰ درجے کے فصیح و بلیغ ہو (اس کی مثل ایک ہی سورت) بنا (لاؤ اور) اکیلے نہیں (جن جن غیر اللہ کو بلا سکو ان کو) مدد کے لئے (بلا لو اگر تم) اپنے اس دعویٰ میں (سچے ہو) کہ نعوذ باللہ میں نے قرآن کو اپنے پاس سے بنایا ہے کیونکہ اس وقت تمہارے لئے بھی اس جیسی ایک سورت ہی بنا لینا کچھ مشکل نہ ہوگا۔ مگر اصل بات تو یہ ہے کہ اس قسم کے دلائل سے تو صرف وہ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو سمجھنا بھی چاہتے ہوں جب کہ ان لوگوں نے تو کبھی سمجھنا ہی نہ چاہا (بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس) کے صحیح یا غلط ہونے (کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے) اور نہ ہی اس کی حقیقت کو سمجھنے کا ارادہ کیا تو ایسے لوگوں سے کیا امید ہو سکتی ہے کہ سمجھیں گے (اور) ان کی اس بے فکری اور بے پرواہی کی وجہ یہ ہے کہ (اب تک ان کو اس) قرآن کی تکذیب (کا اخیر نتیجہ نہیں ملا) حتیٰ کہ عذاب نہیں آیا ورنہ آنکھیں کھل جاتیں اور حق و باطل ممتاز ہو جاتا۔ لیکن آخر کبھی تو نتیجہ پیش آنے والا ہے ہی مگر اس وقت ایمان لانا نفع نہ دے گا چنانچہ (جو) کافر لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں اسی طرح (انہوں نے بھی بلا تحقیق

نہیں ہے۔ پس اس اعتبار سے ان کا سننا نہ سننا برابر ہے اور ان کی حالت بہروں کی سی ہوئی تو (پھر کیا آپ بہروں کو سنا) کر ان سے ماننے کا انتظار کر (تے ہیں گو ان کو سمجھ بھی نہ ہو) ہاں اگر سمجھ ہوتی تو بہرے پن میں بھی کچھ کام چل سکتا (اور) اسی طرح (ان میں بعض ایسے ہیں کہ) بظاہر (آپ کو) اور آپ کے کمالات اور معجزات کو (دیکھ رہے ہیں لیکن طلب حق نہ ہونے کی وجہ سے ان کی حالت اندھوں کی مانند ہے تو (پھر کیا آپ اندھوں کو رستہ دکھلانا چاہتے ہیں گو ان کو بصیرت بھی نہ ہو) ہاں اگر بصیرت ہوتی تو اندھے پن میں بھی کچھ کام چل سکتا تھا۔ اور ان کی عقلیں جو اس طرح تباہ ہو گئی ہیں تو (یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا) کہ ان کو ہدایت کی قابلیت ہی نہ دے اور پھر بھی مواخذہ کرے (لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں) کہ ملی ہوئی قابلیت کو ضائع کر دیتے ہیں اور اس سے کام نہیں لیتے۔

آخرت کی سزا اور ضمناً دنیا کی سزا کی تفصیل

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ

كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰي مَا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ رَسُوْلُھُمْ قُضِيَ بَيْنَھُمْ بِالْقِسْطِ وَھُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ اِذَا جَاۗءَ اَجَلُھُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ۭ اٰۗلْــٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ

ان کے درمیان انصاف کے ساتھ اور وہ نہیں ظلم کئے جائیں گے۔ آگاہ ہو بالشبہ اللہ کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ آگاہ ہو بالشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے۔ لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے۔ وہی زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

تفسیر: (اور ان کو وہ دن یاد دلایئے جس میں اللہ تعالیٰ ان کو اس کیفیت سے جمع کرے گا کہ) وہ قیامت کے طویل اور شدید دن کے مقابلہ میں دنیا و برزخ کی مدت اور تکلیفوں کو بھول کر یوں سمجھیں گے (گویا وہ) دنیا یا برزخ میں (پورے دن کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں گے) کہ وہ زمانہ بہت جلد گذر گیا (اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے) بھی لیکن ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں گے۔ اس سے مزید رنج و صدمہ ہوگا کیونکہ شناسا لوگوں سے نفع کی توقع ہوا کرتی ہے (واقعی) اس وقت سخت (خسارے میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے پاس جانے کو جھٹلایا اور وہ) دنیا میں بھی (ہدایت پانے والے نہ تھے) اسی لئے آج خسارہ میں پڑے۔ غرض ان کے عذاب کا اصلی وقت تو قیامت کا دن ہے وہ ان کو یاد کرا دیجئے (اور) رہا دنیا میں ان پر عذاب واقع ہونا سو اس کے بارے میں یہ بات ہے کہ (جس) عذاب (کا ان سے ہم وعدہ کر رہے ہیں اس میں کچھ تھوڑا سا) عذاب (اگر ہم آپ کو دکھا دیں) یعنی آپ کی زندگی میں ان پر نازل ہو جائے جیسا کہ جنگ بدر میں ہوا (یا) اس کے نازل ہونے سے پہلے ہی (ہم آپ کو وفات دے دیں) اس لئے آپ کے سامنے اس بعض عذاب کا ظہور نہ ہو بہر حال دونوں صورتوں میں یہ بات یقینی ہے کہ عذاب کے وعدے پورے ہو کر رہیں گے اور اگر کسی مصلحت سے دنیا میں ان کافروں کو سزا نہ ملی تو آخرت میں ملے گی کیونکہ (ہمارے پاس تو ان کو آنا ہی ہے پھر) سب کو معلوم ہی ہے کہ (اللہ ان کے سب افعال کی اطلاع رکھتا ہے) غرض یہ ہم سے نہیں بچ سکتے اور ہم نے جو ان کی سزا کا فیصلہ دیا ہے تو اتمام حجت اور ہر قسم کے عذر کے ازالہ کے بعد کیا ہے۔ (اور) ہمارا یہ طریقہ عرب کے کافروں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہماری یہ عادت رہی ہے کہ جن امتوں پر ہم نے اپنا عذاب نازل کیا ہے ان میں سے (ہر ہر امت کے لئے ایک رسول) یعنی حکم پہنچانے والا ہوا (ہے سو جب ان کا وہ رسول) ان کے پاس (آ جاتا ہے) اور احکام پہنچا دیتا ہے اس کے بعد (ان) کے نہ ماننے والوں پر عذاب (کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کر دیا جاتا ہے اور ان پر) ذرا بھی (ظلم نہیں کیا جاتا) کیونکہ اتمام حجت اور ہر قسم کے عذر کے ازالہ کے بعد سزا دینا انصاف کے خلاف نہیں ہے (اور یہ لوگ) عذاب کی وعیدیں سن کر تکذیب کی غرض سے یوں (کہتے ہیں کہ) اے نبی اور اے مسلمانو! عذاب کا (یہ وعدہ کب) پورا (ہوگا۔ اگر تم سچے ہو) تو اس کو پورا کیوں نہیں کرا دیتے (آپ) سب کی طرف سے جواب میں (فرما دیجئے کہ میں) خود (خاص اپنی

ذات کے لئے کسی نفع (کے حاصل کرنے) کا اور کسی ضرر (کے دفع کرنے) کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو خدا کو منظور ہو بس وہی ہوتا ہے تو جب خاص اپنے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں تو کسی دوسرے کے نفع و نقصان کا مالک کیسے ہو سکتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عذاب نازل کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے صرف اللہ کے اختیار میں ہے اور اللہ کے آگے کسی کا زور نہیں کہ اپنی مرضی سے اس سے عذاب نازل کروا لے۔ رہا یہ کہ عذاب پھر کب واقع ہوگا تو بات یہ ہے کہ ہر امت کے (عذاب کے لئے) اللہ کے نزدیک (ایک معین وقت ہے۔ جب ان کا وہ معین وقت آ پہنچتا ہے تو) اس وقت (ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں) بلکہ فوراً عذاب واقع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تمہارے نہ ماننے کی صورت میں تمہارے عذاب کا بھی وقت معین ہے اس وقت اس کا وقوع ہو جائے گا اور عذاب کی تکذیب کی خاطر جو یہ فرمائش کرتے ہیں کہ عذاب کو جلدی سے لاؤ تو اس کے متعلق (آپ) ان سے (فرما دیجئے کہ یہ بتاؤ کہ اگر تم پر خدا کا عذاب رات کو آ پڑے یا دن کو) آ پڑے (تو عذاب میں کون سی چیز ایسی ہے کہ مجرم لوگ اس کو جلدی طلب کر رہے ہیں) کیونکہ عذاب تو سخت اور پناہ مانگنے والی چیز ہے نہ کہ جلدی مانگنے کی اور چونکہ اس جلد طلبی سے ان کا مقصد تکذیب تھی اس لئے فرماتے ہیں کہ (کیا) اب تو تکذیب کر رہے ہو جب کہ تصدیق کا نفع ہو سکتا ہے۔ (پھر جب) یہ وقت گزر جائے گا اور (وہ موعود وقت آ ہی پڑے گا) اور تصدیق کچھ نفع نہ دے گی کیا اس وقت (اس کی تصدیق کرو گے) لیکن اس وقت تصدیق کا نفع تو نہ ہوگا البتہ یوں کہا جائے گا کہ (ہاں اب مانا (تم نے) پہلے تو (تم اس کی جلدی مچایا کرتے تھے۔ پھر ظالموں) یعنی مشرکوں (سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو۔ تم کو تمہارے کئے کا بدلہ ملا ہے۔ اور) جب ہر طرح سے ان کو سمجھایا گیا لیکن ان کے دل اس کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے تو (یہ لوگ) تعجب اور انکار کی ملی جلی انتہائی کیفیت سے (آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا عذاب واقعی بات ہے۔ آپ فرما دیجئے ہاں میرے رب کی قسم وہ واقعی چیز ہے اور تم کسی طرح خدا کو عاجز نہیں کر سکتے) کہ وہ عذاب دینا چاہے لیکن تم اپنے آپ کو اس سے بچا لو۔ اور اس عذاب کو معمولی نہ سمجھو۔ اس کی شدت اتنی ہوگی کہ (اگر ہر ہر مشرک شخص کے پاس اتنا مال (ہو کہ ساری زمین بھر جائے تب بھی اس کو دے کر جان بچانے لگے) اگر چہ قیامت کے دن کسی کے پاس کچھ بھی مال نہ ہوگا لیکن بالفرض اتنا بڑا خزانہ کسی کے پاس تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ اس کو فدیہ میں دینے پر تیار ہوگا لیکن وہ اس سے قبول ہی نہ کیا جائے گا (اور جب عذاب دیکھیں گے تو) مزید رسوائی کے خوف سے اول تو (پشیمانی کو) اپنے دل میں (چھپائیں گے) اور کوشش کریں گے کہ ان کے کسی قول یا فعل سے وہ ظاہر نہ ہونے پائے لیکن عذاب کی شدت ہی اتنی

ہو گی کہ صبر و تحمل ان کے بس میں نہ رہے گا اور اپنی ندامت و پشیمانی کا خود ہی کھول دیں گے جیسا کہ ایک آیت میں ہے یا حسرتٰی علیٰ ما فرطت یعنی ہائے افسوس اپنی کوتاہی پر (اور ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا اور ان پر) کچھ بھی (ظلم نہ ہوگا۔ یاد رکھو) مجرموں سمیت (جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اللہ ہی کی ملک ہیں) ان میں اس کو ہر قسم کا تصرف کرنے اور فیصلہ کرنے کا اختیار ہے اور اسی کے تحت اس نے اپنا فیصلہ کر کے اس کا وعدہ دے رکھا ہے تو (یاد رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے) اس لئے قیامت کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا (لیکن بہت سے لوگ) ان تمام وضاحتوں اور تنبیہوں کے باوجود (یقین ہی نہیں کرتے) حالانکہ (وہی جان ڈالتا ہے) اور وہی جان نکالتا ہے) اس کے لئے دوبارہ پیدا کرنا تو کچھ بھی مشکل نہیں (اور تم سب اسی کے پاس لائے جاؤ گے) اور حساب کتاب ہوگا۔

ربط: دنیوی اور اخروی عذاب کے بارے میں ضروری وضاحتوں کے بعد مثبت طور پر ترغیبی مضمون بیان کرتے ہیں کہ۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۵۷ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۵۸

ترجمہ: اے لوگو آئی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی جانب سے اور شفا دینے والی (بیماری) کے جو سینوں میں ہے اور ہدایت اور رحمت واسطے مومنوں کے۔ تو کہہ اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے سو اسی پر چاہئے کہ وہ خوشی منائیں۔ یہ بہتر ہے ان سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

تفسیر: (اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو) برے کاموں سے روکنے کیلئے (نصیحت ہے اور) جو اس پر عمل کر کے برے کاموں سے بچیں تو (دلوں میں جو) برے کاموں سے (روگ) ہو جاتے (ہیں ان کے لئے شفا ہے اور) نیک کاموں کے کرنے کیلئے (رہنمائی کرنے والی ہے اور) اگر اس پر عمل کر کے نیک کاموں کو اختیار کریں تو (رحمت) اور ثواب کا ذریعہ (ہے) اور یہ سب برکتیں (ایمان والوں کیلئے) ہیں کیونکہ وہی عمل کرتے ہیں۔ جب قرآن کی یہ برکتیں معلوم ہو گئیں تو (آپ) ان سے (کہہ دیجئے کہ) جب قرآن ایسی چیز ہے تو (لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے) اور اس کو عظیم دولت سمجھ کر لینا چاہئے (یہ اس) دنیا (سے

(اور نہ کوئی چیز اس) مذکورہ مقدار (سے چھوٹی ہے اور نہ کوئی چیز) اس سے (بڑی ہے مگر یہ سب) علم الٰہی کے ان کا احاطہ کرنے کی وجہ سے (کتاب مبین) یعنی لوح محفوظ (میں) لکھی (ہے۔ یاد رکھو) علم الٰہی اور لوح محفوظ کی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص دوستوں پر نہ تو وہ خوف ہوتا ہے جو ناپسندیدہ بات کے پیش آجانے سے ہو اور نہ وہ غم ہوتا ہے جو مطلوب کے حصول میں ناکامی سے ہو کیونکہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کوئی آرزو ہی نہیں رکھتے جو ناکامی پر رنج و غم ہو اور ہر حالت کو اگرچہ ناپسندیدہ ہی ہو اللہ تعالیٰ کی جانب سے سمجھتے ہیں اور اس پر صبر کرنے میں محبوب کی رضا سمجھتے ہیں تو اس سے خوف و اندیشہ کا کیا معنی۔ طبعی طور پر غم و خوف ہونا جیسا نبی ﷺ کو اپنے صاحبزادے ابراہیم کی وفات پر غم ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاٹھی کے اژدہا بننے پر خوف ہوا اس کے منافی نہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ (اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں) اور (یہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور) گناہوں سے (پرہیز کرتے ہیں۔ ان کے لئے خوشخبری ہے دنیوی زندگی میں بھی) مثلاً یہ کہ ان کو مذکورہ بالا خوف و حزن نہ ہوگا، ان کو اپنے معاملات میں خدا کی طرف سے خاص تائید حاصل ہوتی ہے، لوگوں میں ان کو مقبولیت حاصل ہوتی ہے اور نیند میں خواب بھی سچے اور بابرکت دیکھتے ہیں۔ (اور) ان کے لئے خوشخبری ہے (آخرت میں بھی)۔ اور (اللہ کی باتوں میں) یعنی وعدوں میں (کچھ فرق نہیں ہوا کرتا) چنانچہ جب ان سے خوشخبری کا وعدہ ہو گیا تو وہ پورا ہو کر ہی رہے گا اور (یہ) مذکورہ خوشخبری (بڑی کامیابی ہے۔ اور) جب اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے ساتھ یہ معاملہ فرماتا ہے تو آپ کا مقام تو بہت اونچا ہے تو (آپ کو ان کی) کفر اور طعن کی (باتیں غم میں نہ ڈالیں) کیونکہ علم ہونے اور حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ (تمام زور) اور قدرت بھی (خدا ہی کے لئے) ثابت (ہے) وہ اپنی قدرت سے حسب وعدہ آپ کی حفاظت کرے گا (وہ) ان کی باتیں (سنتا ہے) اور ان کی حالت (جانتا ہے) لہٰذا وہ آپ کا بدلہ ان سے خود لے لے گا (یاد رکھو کہ جتنے کچھ آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں) یعنی فرشتے، انسان اور جن (یہ سب اللہ ہی کے) مملوک (ہیں) اس کی حفاظت اور اس کی جزا سزا کو کوئی روک نہیں سکتا اس لئے ہر اعتبار سے آپ تسلی رکھیں (اور) اگر کسی کو شبہ ہو کہ شاید شریک مزاحمت کر سکیں تو اس حقیقت کو سن لو کہ (جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے شریکوں کی عبادت کر رہے ہیں) خدا جانے (کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں) کیونکہ ان کے اس عقیدہ کی کوئی دلیل بھی تو نہیں ہے (محض بے سند خیال کا اتباع کر رہے ہیں اور محض اٹکل کی باتیں کر رہے ہیں) پس واقع میں وہ شریک خدائی صفات سے بالکل خالی ہیں لہٰذا ان کی طرف سے مزاحمت کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

فائدہ: ان آیات میں اولیاء اللہ کی تعریف یہ کی اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ یعنی جو مومن اور متقی ہوں۔ ایمان اور تقویٰ کے بہت سے درجے اور مرتبے ہیں لہٰذا جس درجہ کا ایمان وتقویٰ کسی میں موجود ہوگا اسی درجہ میں ولایت کا ایک حصہ اس کے لئے ثابت ہوگا۔ پھر جس طرح مثلاً دس بیس روپیہ بھی مال ہے اور پچاس، سو، ہزار، دو ہزار، لاکھ دو لاکھ بھی لیکن عام طور سے دس بیس روپے کے مالک کو مالدار نہیں کہا جاتا۔ مالدار اسی وقت کہا جاتا ہے جب مال معتد بہ یعنی قابل ذکر مقدار میں موجود ہو۔ اسی طرح ایمان وتقویٰ کسی بھی درجہ میں ہو وہ ولایت کا شعبہ ہے اور اس حیثیت سے سب مومنین فی الجملہ ولی کہلائے جاسکتے ہیں لیکن عام طور پر ولی اسی کو کہا جاتا ہے جس میں ایمان وتقویٰ کا ایک خاص اور ممتاز درجہ پایا جاتا ہو۔ اور حدیث کی رو سے اس کی ایک علامت یہ ہے کہ اس شخص کو دیکھنے سے خدا یاد آنے لگے۔

ربط: آگے ہدایت کرتے ہیں کہ بجائے اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتے کے ان کی نشانیوں کو دیکھو اور سبق حاصل کرو۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ الْغَنِيُّ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۢ بِهٰذَا ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝

ترجمہ: وہی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے رات کو تاکہ تم سکون حاصل کرو اس میں اور (بنایا) دن کو دکھلانے والا۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں۔ کہا اختیار کرلی اللہ نے اولاد۔ وہ پاک ہے، وہ بے نیاز ہے۔ اسی کے لئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں۔ نہیں تمہارے پاس کوئی دلیل اس کی۔ کیا تم کہتے ہو اللہ پر جو نہیں تم جانتے۔ تو کہہ بلاشبہ جو لوگ افتراء کرتے ہیں اللہ پر جھوٹ وہ فلاح نہیں

پاتے۔ تھوڑا سا نفع (اٹھا لیں) ہے دنیا میں پھر ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے پھر ہم چکھائیں گے ان کو سخت عذاب بسبب اس کے جو وہ کفر کرتے تھے۔

تفسیر: (وہ) اللہ (ایسا) ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن بھی اس طور پر بنایا کہ (روشن ہونے کی وجہ سے (دیکھنے بھالنے کا ذریعہ ہے۔ اس) بنانے (میں) توحید کے (دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو) تدبر کے ساتھ ان مضامین کو (سنتے ہیں)۔ مشرکین تو ان دلائل میں غور ہی نہیں کرتے اور شرک کی باتیں کئے جاتے ہیں جن میں سے ایک (وہ) یہ (کہتے ہیں کہ) نعوذ باللہ (اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے۔ سبحان اللہ) کیسی سخت بات کہی (وہ تو غنی ہے) کسی کا محتاج نہیں نہ بیوی کا نہ بچوں کا نہ سہارے کا اور نہ نام روشن کرنے والے وارث کا۔ وہ تو سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں (اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے) اور سب مملوک ہوتے وہ مالک ہوا سب مخلوق ہوئے وہ خالق ہوا۔ پھر مالک و مملوک اور خالق و مخلوق کے درمیان ان نسبی رشتوں کی کہاں گنجائش ہے۔ اس طرح سے ہم نے اولاد کی نفی کے اپنے دعوے پر دلیل قائم کر دی اب رہا تمہارا دعویٰ تو (تمہارے پاس) سوائے بے ہودہ دعوے کے (اس) دعوے (پر کوئی دلیل) بھی (نہیں) تو (کیا اللہ کے ذمے ایسی بات لگاتے ہو جس کا تم) کسی دلیل سے (علم نہیں رکھتے) اللہ تعالیٰ پر ان کا یہ افترا بہت بڑا جرم ہے لہٰذا (آپ) ان کو اس افتراء کی وجہ بتانے کے لئے (کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ افتراء کرتے ہیں وہ) کبھی (کامیاب نہ ہوں گے)۔ اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ ہم تو انہوں کو خوب کامیاب اور نعمتوں سے مالا مال پاتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ (یہ دنیا میں) چند روزہ (تھوڑا سا عیش ہے) جو بہت جلد ختم ہو جائے گا (پھر) مر کر (ہمارے پاس ہی ان کو آنا ہے پھر) آخرت میں (ہم ان کو ان کے کفر کے بدلے سخت سزا چکھا دیں گے)۔

ربط: آگے تکذیب و افتراء کرنے والوں کے عبرتناک قصے ذکر کرتے ہیں۔

قوم کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ

لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ

اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوْٓا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ

اگر میری نصیحت کو قبول کیا تو تم کو مجھے اجرت اور فیس دینی پڑے گی؟ اگر ایسا ہے تو تمہارا ڈر بے بنیاد ہے کیونکہ (میں نے تم سے) اس تبلیغ پر (کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا) اور میں تم سے کیوں مانگتا (میرا معاوضہ تو) اللہ تعالیٰ کے وعدہ کرم کے مطابق (اللہ ہی کے ذمے ہے) غرض نہ تو میں تم سے ڈرتا ہوں اور نہ ہی مجھ کو تم سے کچھ لالچ ہے (اور) چونکہ (مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے رہوں) اس لئے میں تو تبلیغ کے فرمان کو پورا کرتا ہوں اگر تم نہ مانو تو تم جانو (سو) اس تمام نصیحت کے باوجود (وہ لوگ ان کو جھٹلاتے رہے جس پر) ان پر پانی کے طوفان کا عذاب مسلط ہوا اور (ہم نے) اس عذاب سے (ان کو اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور ان کو) زمین پر (جانشین بنایا) اور ان کو آباد کیا (اور) باقی جو لوگ رہ گئے تھے (جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو) اس طوفان میں (غرق کر دیا سو دیکھنا چاہئے کیسا) برا (انجام ہوا ان لوگوں کا جو) عذاب الٰہی سے (ڈرائے جا چکے تھے) یعنی وہ بے خبری میں ہلاک نہیں کئے گئے بلکہ پہلے سمجھا دیئے گئے تھے نہ مانا تو سزا پائی۔

عاد و ثمود کا اجمالی قصہ

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

ترجمہ: پھر بھیجا ہم نے ان (یعنی نوح) کے بعد رسولوں کو ان کی قوم کی طرف تو وہ لائے ان کے پاس کھلی دلیلیں، پس نہیں تھے وہ کہ ایمان لائیں اس چیز پر جھٹلایا انہوں نے جس کو اس سے پہلے۔ اسی طرح ہم مہر لگا دیتے ہیں سرکشوں کے دلوں پر۔

تفسیر: (پھر نوح) علیہ السلام (کے بعد ہم نے اور رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس معجزات لے کر آئے) مگر (پھر) بھی ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی یہ کیفیت تھی کہ (جس چیز کو انہوں نے اول) وہلہ (میں) ایک بار (جھوٹا کہہ دیا یہ نہ ہوا کہ پھر اس کو مان لیتے) اور جیسے یہ لوگ دل کے سخت تھے (اللہ تعالیٰ ایسی طرح سرکشوں) یعنی کافروں (کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں)۔

فرعون اور فرعونیوں کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ

بِاٰیٰتِنَا فَاسْتَکْبَرُوْا وَکَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ قَالَ مُوْسٰٓی اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِیْنَ ۝ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ۝ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓی اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰی مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَیُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ وَیُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

ترجمہ: پھر بھیجا ہم نے ان کے بعد موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنی نشانیوں کے ساتھ پس تکبر کیا انہوں نے اور وہ تھے لوگ مجرم۔ پس جب آئی ان کے پاس حق بات ہمارے پاس سے انہوں نے کہا بے شک یہ ہے جادو کھلا۔ کہا موسیٰ نے کیا تم کہتے ہو حق کو جب وہ آیا تمہارے پاس، کیا جادو ہے یہ، حالانکہ فلاح نہیں پاتے جادوگر۔ انہوں نے کہا کیا آیا ہے تو ہمارے پاس تاکہ تو پھیر دے ہم کو اس (رستہ) سے پایا ہم نے جس پر اپنے باپ دادوں کو اور (تاکہ) ہو جائے تم دونوں کے لئے سرداری زمین میں اور نہیں ہم تم کو ماننے والے۔ اور کہا فرعون نے لاؤ میرے پاس ہر جادوگر باخبر کو۔ پھر جب آئے جادوگر کہا ان سے موسیٰ نے ڈالو جو تم ڈالنے والے ہو۔ پھر جب انہوں نے ڈالا کہا موسیٰ نے جو تم لائے ہو (یہ) جادو ہے۔ بلاشبہ اللہ اس کو جلد باطل کر دے گا۔ بلاشبہ اللہ نہیں درست کرتا کام مفسدوں کا۔ اور ثابت کرتا ہے اللہ حق کو اپنے احکام سے اگرچہ ناپسند کریں مجرم لوگ۔

تفسیر: (پھر ان) مذکورہ پیغمبروں کے بعد (ہم نے موسیٰ اور ہارون) علیہما السلام (کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس) عصا اور ید بیضاء کے (اپنے معجزے دے کر بھیجا سو انہوں نے) اللہ تعالیٰ کی خدائی اور حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کی نبوت کا دعویٰ سنتے ہی اس کی تصدیق

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى

اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ: سو نہیں ایمان لائے موسیٰ پر مگر چند نوجوان اس کی قوم سے، خوف کرتے ہوئے فرعون سے اور ان کے سرداروں سے کہ (کہیں) وہ تکلیف پہنچائے ان کو۔ اور بلاشبہ فرعون چڑھا ہوا ہے زمین میں اور بلاشبہ وہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہے۔ اور کہا موسیٰ نے اے میری قوم اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر تو اسی پر بھروسہ کرو اگر ہو تم فرمانبردار۔ انہوں نے کہا اللہ پر بھروسہ کیا ہم نے، اے ہمارے رب مت بنا تو ہم کو نشانہ ظالم قوم کیلئے اور نجات دے ہم کو اپنی رحمت کے ساتھ کافر قوم سے۔ اور وحی کی ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف کہ تم دونوں برقرار رکھو اپنی قوم کیلئے مصر میں گھر اور بناؤ اپنے گھروں کو قبلہ رو اور قائم رکھو نماز کو اور خوشخبری دے ایمان والوں کو۔

تفسیر: (پس) جادوگروں سے مقابلے کے بعد (موسیٰ) علیہ السلام (پر) شروع شروع میں (ان کی قوم میں سے صرف چند نوجوان ایمان لائے وہ بھی فرعون سے اور اپنے حکام سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں) ایمان ظاہر ہونے پر (ان کو تکلیف نہ پہنچائے اور واقع میں) ان کا ڈرنا بجا تھا کیونکہ فرعون اس ملک میں زور (حکومت) رکھتا تھا اور یہ بھی بات تھی کہ وہ حد (انصاف) سے باہر ہو جاتا تھا) اور ظلم کرنے لگتا تھا۔ جس شخص کے پاس حکومت و اقتدار بھی ہو اور وہ ظلم بھی کرتا ہو تو اس سے ڈر تو لگتا ہی ہے (اور موسیٰ) علیہ السلام (نے) جب ان کو خوفزدہ دیکھا تو ان سے (فرمایا کہ اے میری قوم

تم دونوں کی تو تم دونوں سیدھے رہو اور مت پیروی کرو ان لوگوں کی جو علم نہیں رکھتے۔

تفسیر: (اور موسیٰ) علیہ السلام (نے) دعا میں (عرض کیا کہ اے ہمارے رب) ہم کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ (آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو زینت کا سامان اور طرح طرح کے مال دنیوی زندگی میں اے ہمارے رب اس واسطے دیئے ہیں کہ وہ آپ کی راہ سے) لوگوں کو (گمراہ کریں) پس جب ان کے مقدر میں ہدایت ہے ہی نہیں اور مال و زینت دینے سے جو حکمت تھی وہ حاصل ہو چکی تو اب ان کو اور ان کے اموال کو کیوں باقی رکھا جائے لہٰذا (اے ہمارے رب ان کے اموال کو نیست و نابود کر دیجئے اور) ان کی جانوں کی ہلاکت کا سامان کر دیجئے اس طرح کہ (ان کے دلوں کو) زیادہ (سخت کر دیجئے) جس سے ہلاکت کے مستحق ہو جائیں (سو یہ ایمان نہ لانے پائیں) بلکہ روز بروز ان کا کفر بڑھتا ہی رہے (یہاں تک کہ دردناک عذاب) کے مستحق ہو کر اس (کو دیکھ لیں) اور اس وقت ایمان لانا نافع نہیں ہوتا۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی) دونوں کی دعا اس لئے کہا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے الفاظ پر حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے رہے جو خود دعائیہ کلمہ ہے (سو تم) اپنے منصبی کام تبلیغ پر (مستقیم رہو) اگرچہ فرعون والوں کی تقدیر میں ہدایت نہیں ہے کیونکہ اتمام حجت کے لئے بھی یہ ضروری ہے اور پھر اس میں تمہارا فائدہ بھی ہے کہ اجر کے مستحق ہوتے ہو (اور) کسی حکمت سے عذاب کے آنے میں تاخیر ہو تو (ان لوگوں کی راہ پر نہ چلنا جن کو) ہماری باتوں کے سچا ہونے کا (علم) و یقین (نہیں) اور اس وجہ سے وہ عذاب کی جلدی مچاتے ہیں۔

فائدہ: یہ خیال ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو ہدایت کے واسطے آئے تھے پھر بددعا کرنے کا کیا مطلب جو کہ ہدایت کے منافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے حق میں ہدایت کرنے سے مراد راہ دکھانا اور بتانا ہے جو وہ بددعا کے بعد بھی کرتے رہے، نیک راہ پر چلانا نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور بددعا سے مقصود ان کی گمراہی کی بددعا نہیں بلکہ جب ان کو تجربہ اور طول صحبت یا وحی سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ بالکل ایمان نہ لائیں گے اور کفر پر ہی مریں گے تب اس کے موافق دعا کی۔

ربط: بالآخر فرعونیوں پر عذاب کا وقت آ پہنچا جس کی تفصیل یہ ہے کہ۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ
بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ
اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

شامل رہا ہو) تجھ سے نہ تو عذاب ہٹایا جائے گا اور نہ تجھے تیری مطلوبہ نجات ملے گی البتہ (آج ہم تیری لاش کو) پانی میں ضائع ہونے سے (نجات دیں گے تاکہ تو ان کے لئے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد) موجود (ہوں گے) تاکہ تیری بدحالی اور تباہی دیکھ کر ہمارے احکام کی مخالفت سے ڈریں (اور حقیقت یہ ہے کہ) پھر بھی (بہت سے آدمی ہماری) ایسی ایسی عبرت کی (نشانیوں سے غافل ہیں) اور احکام کی مخالفت سے نہیں ڈرتے۔

فائدہ: جدید تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ فرعون کی لاش آج تک محفوظ چلی آتی ہے۔

ربط: فرعونیوں سے نجات کے بعد ایک عرصہ گذرنے پر خود بنی اسرائیل گمراہیوں میں پڑ گئے۔

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ فَمَا اخْتَلَفُوا حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْعِلْمُ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٩٣﴾

ترجمہ: اور بلاشبہ ٹھکانا دیا ہم نے بنی اسرائیل کو ٹھکانا اچھا اور رزق دیا ہم نے ان کو پاکیزہ چیزوں سے۔ تو نہیں اختلاف کیا انہوں نے یہاں تک کہ آ گیا ان کے پاس علم۔ بے شک تیرا رب فیصلہ کرے گا ان کے درمیان قیامت کے دن اس چیز میں جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

تفسیر: (اور ہم نے) فرعون کو غرق کرنے کے بعد (بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانا رہنے کو دیا) کہ اس وقت تو مصر کے مالک ہو گئے اور اگلی نسل کو عمالقہ پر فتح دے کر شام اور بیت المقدس بھی دلوا دیا (اور ہم نے ان کو) ان ملکوں کی (نفیس چیزیں کھانے کو دی ہو) چاہئے تھا کہ وہ ہماری اطاعت میں زیادہ سرگرم رہتے لیکن انہوں نے الٹا دین میں اختلاف کرنا شروع کیا اور غضب یہ کہ انہوں نے اختلاف نہیں کیا یہاں تک ان کے پاس (احکام کا (علم پہنچ گیا) تھا پھر اختلاف کیا۔ لیکن ان کی یہ بات ہم سے مخفی نہیں اور (یقینی بات ہے کہ آپ کا رب ان) اختلاف کرنے والوں (کے درمیان قیامت کے دن ان امور میں) عملاً (فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے)۔

ربط: پیغمبر سے خطاب کے لباس میں دوسروں کو سنانا مقصود ہے جو ایک امی کی زبان سے ایسے عظیم الشان حقائق اور واقعات سن سن کر حیرت زدہ ہو جاتے تھے لیکن جہل اور تعصب کی وجہ سے ان

إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝

ترجمہ: بے شک وہ لوگ ثابت ہوگئی جن پر تیرے رب کی بات وہ ایمان نہ لائیں گے اگر چہ آجائیں ان کے پاس تمام نشانیاں یہاں تک کہ وہ دیکھ لیں دردناک عذاب کو۔

تفسیر: (یقیناً جن لوگوں کے حق میں آپ کے رب کی) یہ ازلی (بات ثابت ہوگئی کہ یہ ایمان نہ لائیں گے اگر چہ ان کے پاس) ثبوت حق کے (تمام دلائل پہنچ جائیں جب تک کہ وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھیں) لیکن اس وقت یہ ایمان نافع نہ ہوگا۔

ربط: منکرین کہیں مانتے تو نہ مانیں لیکن اتنی بات ضرور یاد رکھیں کہ جب ان پر عذاب آئے گا تو اس وقت ایمان لانا کچھ نفع نہ دے گا کیونکہ جتنی بھی بستیوں نے انبیاء کی تکذیب کی موجود عذاب کے آنے پر ان کے ایمان نے کچھ نفع نہ دیا۔ صرف حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کو فائدہ ہوا جس کی خاص وجہ تھی۔ وہ قصہ یہ ہوا کہ حضرت یونس علیہ السلام موصل میں اہل نینوا کی طرف مبعوث ہوئے۔ وہاں کے لوگ بت پرست تھے۔ یونس علیہ السلام لگاتار سات سال تک نصیحت کرتے رہے اور حق کی دعوت دیتے رہے لیکن انہوں نے نہ مانا روز بروز انکار و تکذیب میں اضافہ ہوتا رہا آخر حضرت یونس نے ان کو آگاہ کیا کہ اگر باز نہ آئے تو تین دن کے اندر عذاب آنے والا ہے۔ جب تیسری رات آئی حضرت یونس علیہ السلام آدھی رات گذرنے پر اللہ تعالیٰ کے حکم آنے سے پہلے ہی یہ خیال کر کے کہ اب تو عذاب آنے ہی والا ہے بستی سے نکل کر چلے گئے۔ صبح ہوتے ہی عذاب کے آثار نظر آنے لگے۔ آسمان پر نہایت ہولناک سیاہ بادل چھا گیا جس سے سخت دھواں اٹھتا تھا۔ وہ ان کے مکانوں سے قریب ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ ان کی چھتیں بالکل تاریک ہوگئیں۔ یہ آثار دیکھ کر جب انہیں ہلاکت کا یقین ہوگیا تو حضرت یونس کی تلاش ہوئی وہ نہ ملے تو سب لوگ عورتیں بچے حتیٰ کہ جانوروں اور مویشیوں کو بھی ساتھ لے کر جنگل میں نکل آئے اور سچے دل سے خدا کی طرف رجوع ہوئے۔ خوف سے کانپتے اور روتے تھے اور نہایت اخلاص و تضرع سے خدا کو پکار رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے تضرع و بکا پر رحم فرمایا اور عذاب کے جو آثار ظاہر ہوچکے تھے ان کو اٹھالیا۔

دوسری طرف حضرت یونس علیہ السلام بستی سے نکل کر ایک جماعت کے ساتھ کشتی پر سوار ہوئے۔ وہ کشتی غرق ہونے لگی تو کشتی والوں نے بوجھ ہلکا کرنے کے لئے یہ ارادہ کیا کہ ایک آدمی کو

کے حق میں ہوتی ہے جو اس کی نشانیوں میں غور کریں اور عقل وفہم سے کام لیں۔ جو لوگ سوچنے سمجھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے انہیں اللہ تعالیٰ کفر وشرک کی گندگی میں پڑا رہنے دیتے ہیں۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰی یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَیَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ: اور اگر چاہتا تیرا رب تو ضرور ایمان لے آتے جو بھی ہیں زمین سب کے سب۔ کیا سو تو مجبور کرے گا لوگوں کو یہاں تک کہ وہ ہو جائیں ایمان والے۔ اور نہیں ہے کسی شخص کے لیے کہ وہ ایمان لے آئے مگر اللہ کے حکم سے اور (اللہ) کرتا ہے گندگی کو ان لوگوں پر جو عقل نہیں کرتے۔

تفسیر: (اور) ان مذکورہ اقوام ہی کیا تخصیص (اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے) مگر بعض حکمتوں کی وجہ سے یہ نہ چاہا اس لئے سب ایمان نہیں لائے (سو) جب یہ بات ہے تو (کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں جس سے وہ ایمان ہی لے آئیں حالانکہ کسی شخص کا ایمان لانا خدا کے حکم) یعنی مشیت (کے بغیر ممکن نہیں اور) یہ حکم ومشیت ان ہی کے حق میں ہوتی ہے جو خدا کی نشانیوں میں غور کریں اور عقل وفہم سے کام لیں۔ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے تو (اللہ تعالیٰ) ایسے (بے عقل لوگوں پر) کفر وشرک کی (گندگی واقع کر دیتا ہے) یعنی اس میں انہیں پڑا رہنے دیتا ہے۔

ربط: یہ بتا کر کہ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے ان پر کفر وشرک کی گندگی واقع کر دی جاتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ تم غفلت نہ کرو بلکہ آسمان وزمین کی موٹی موٹی نشانیوں ہی پر غور کرو۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ یَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَیَّامِ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّیْ رُسُلَنَا

وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٤﴾ وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٥﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٦﴾ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ۚ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٧﴾

ترجمہ: کہہ دے اے لوگو! اگر تم ہو شک میں میرے دین کے بارے میں تو میں نہیں عبادت کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو سوائے اللہ کے۔ لیکن میں عبادت کرتا ہوں اللہ کی جو وفات دیتا ہے تم کو اور مجھ کو حکم دیا گیا ہوں کہ رہوں میں ایمان والوں میں سے اور یہ کہ تو سیدھا رکھ اپنا چہرہ دین کے لئے یکسو ہو کر اور مت ہو تو مشرکوں میں سے۔ اور مت پکار سوا اللہ کے جو نہ نفع دے تجھ کو اور نہ ضرر دے تجھ کو۔ پھر اگر تو (ایسا) کرے تو بلاشبہ تو اس وقت ہو گا ظالموں میں سے۔ اور اگر چھوئے تجھ کو اللہ ساتھ کسی تکلیف کے تو نہیں کھولنے والا اس کو مگر وہی اور اگر ارادہ کرے تیرا کسی بھلائی کے ساتھ تو نہیں کوئی پھیرنے والا اس کے فضل کا۔ پہنچاتا ہے اپنا فضل جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر: (آپ) ان سے (کہہ دیجئے کہ اے لوگو اگر تم میرے دین کی طرف سے شک) وتردد (میں ہو تو) میں تم کو اس کی حقیقت بتاتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ (میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو لیکن ہاں اس معبود کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جان قبض کرتا ہے اور مجھ کو) اللہ کی جانب سے (یہ حکم ہوا ہے کہ میں) اپنے معبود پر (ایمان لانے والوں میں سے رہوں اور) مجھ کو (یہ) حکم ہوا ہے (کہ اپنے آپ کو اس دین) مذکور یعنی توحید خالص (کی طرف اس طرح متوجہ رکھنا کہ اور سب طریقوں سے علیحدہ ہو جاؤ اور) مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ (کبھی مشرک مت بننا اور) یہ حکم ہوا ہے کہ (خدا) کی توحید (کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا کہ جو تجھ کو نہ) عبادت کرنے پر (کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ) عبادت نہ کرنے پر (کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر) بالفرض (ایسا کیا) یعنی غیر اللہ کی عبادت کی (تو تم اس حالت میں) اللہ (کا حق ضائع کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے اور) مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ (اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو سوائے اس

کے اور کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں) بلکہ (وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں کریں اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والے ہیں)۔

ربط: حق واضح طور پر دلائل و براہین کے ساتھ پہنچ چکا جس کے قبول کرنے کا کوئی معقول عذر کسی کے پاس نہیں ہے خدا کی آخری حجت بندوں پر پوری ہو گئی ہے اب ہر ایک اپنا نفع نقصان دیکھ لے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ: تو کہہ اے لوگو آ گیا ہے تمہارے پاس حق تمہارے رب کی جانب سے تو جو کوئی راہ ہدایت پر آئے تو محض ہدایت پر آئے اپنے فائدہ کے لئے اور جو کوئی گمراہ ہو تو محض گمراہ ہو اپنے نقصان پر اور نہیں ہوں میں تم پر ذمہ دار اور پیروی کر اس کی جو وحی کیا گیا تیری طرف اور صبر کر یہاں تک کہ فیصلہ کرے اللہ اور سب فیصلہ کرنے والوں میں اچھا ہے۔

تفسیر: (آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو تمہارے پاس) دین (حق تمہارے رب کی طرف سے دلائل کے ساتھ (پہنچ چکا ہے سو) اس کے پہنچ جانے کے بعد (جو شخص راہ راست پر آئے گا تو وہ اپنے) نفع کے (واسطے راہ راست پر آئے گا اور جو شخص) اب بھی (بے راہ رہے گا تو اس کا بے راہ ہونا) یعنی اس کا وبال بھی (اسی پر پڑے گا اور میں تم پر) ذمہ دار بنا کے (مسلط نہیں کیا گیا) کہ تمہاری بے راہی کی باز پرس مجھ سے ہونے لگے۔ اس لئے میرا کوئی نقصان نہیں ہے۔ (اور) ان کے ماننے نہ ماننے سے قطع نظر (آپ اس کا اتباع کرتے رہیں جو کچھ آپ کی طرف وحی بھیجی جاتی ہے) جس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ان کو تبلیغ کرتے رہیں (اور) ان کے کفر اور ایذاء پر (صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ) ان کے بارے میں (فیصلہ کر دیں) یعنی حسب وعدہ آپ کو غالب کر دیں اور ان کو ہلاک کر دیں۔ مطلب یہ کہ آپ اپنے ذاتی اور منصبی کام میں لگے رہئے ان کی فکر نہ کیجئے (اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں اچھا) فیصلہ کرنے والا (ہے)۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ

کی مشہور

تفسیر بیان القرآن

کی تسہیل اور اختصار بنام

تفسیر فہم قرآن

(حصہ دوم)

سورۃ المائدۃ تا سورۃ یونس

تالیف

ڈاکٹر مفتی عبد الواحد (ایم بی بی ایس)

مفتی جامعہ مدنیہ لاہور

مجلس نشریات قرآن

۲-۷-۲، ناظم آباد مینشن - ناظم آباد نمبر ۲ کراچی ۱۸

یہ کتاب

محترم جناب ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب (ایم بی بی ایس)

مفتی جامعہ مدنیہ لاہور کی

اجازت سے شائع کی جارہی ہے

نام کتاب	ــــــــــ	تفسیر فہم القرآن (حصہ دوم)
تصنیف	ــــــــــ	ڈاکٹر مفتی عبدالواحد (ایم بی بی ایس)
طباعت	ــــــــــ	القادر پرنٹنگ پریس، کراچی۔
اشاعت	ــــــــــ	سنہ ۲۰۰۳ء
ضخامت	ــــــــــ	۴۷۶ صفحات

ناشر

فضل ربی ندوی

مجلس نشریات اسلام ناظم آباد مینشن ۱۔ کے بمقام ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸

فون : ۲۷۰۰۸۹۲ ـ ۲۷۰۱۸۱۷

اسٹاکسٹ : مکتبہ ندوۃ ـ قاسم سینٹر اردو بازار کراچی

فون : ۲۶۳۸۹۱۷

عرض مؤلف

بسم اللہ حامدا و مصلیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان کی دی ہوئی توفیق سے ہمارے ترتیب دیئے ہوئے فہم دین کورس کے درجہ ثانی (A'Level) کی تفسیر فہم قرآن کی دوسری جلد مکمل ہوئی۔ یہ جلد سورہ مائدہ سے سورہ یونس تک ہے۔ اس طرح سے گیارہ پارے مکمل ہوئے۔ اس مرتبہ ہم نے ربط پر مزید توجہ دی ہے اور بیان القرآن میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے جو ربط ظاہر کیا تھا تفسیر عثمانی کی مدد سے ہم نے اس کو بہتر بنانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

تفاسیر عمدہ سے عمدہ پہلے سے موجود ہیں۔ ہم اپنی کاوش سے نہ ان کی نفی کرتے ہیں اور نہ ہی ان کی افادیت گھٹانے کے درپے ہیں۔ البتہ تعلیم و تدریس کے اعتبار سے ہم مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر تفسیر فہم قرآن کو تجویز کرتے ہیں:

1- ترجمہ کے لفظی ہونے کی رعایت کی گئی ہے۔

2- تفسیر رواں انداز پر ہے۔

3- دیگر تفصیلات سے بچتے ہوئے خالص تفسیر کو پیش کیا ہے۔

4- آیات کے مابین مؤثر ربط کو اجاگر کیا گیا ہے۔

عوام و خواص کے سب ہی طبقوں سے ہماری درخواست ہے کہ ایک علمی تحریک سمجھتے ہوئے اس تفسیر اور فہم دین کورس کی باقی کتابوں یعنی اسلامی عقائد، اصول دین، مسائل بہشتی زیور اور فہم حدیث کے پڑھنے پڑھانے کو عام کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں دعا ہے کہ وہ محض اپنے فضل سے اسے قبول فرما کر تمام مسلمانوں میں دین کے صحیح فہم کو عام کرنے کا ذریعہ بنا دیں۔

آخر میں ہم کمپوزر جناب شاہد خان صاحب اور ناشر جناب فضل ربی صاحب ندوی کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور ان کے لئے دعا گو ہیں۔ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

عبدالواحد

جامعہ مدنیہ لاہور

ربیع الاول 1424ھ